تفہیم کتاب و سنت

20

کتاب فضائل القرآن

تاقیامت انسانیت کی رہنما کتاب قرآن کریم کا تعارف،
فضل و شرف، مقصدِ نزول اور دیگر متفرق مسائل کا بیان

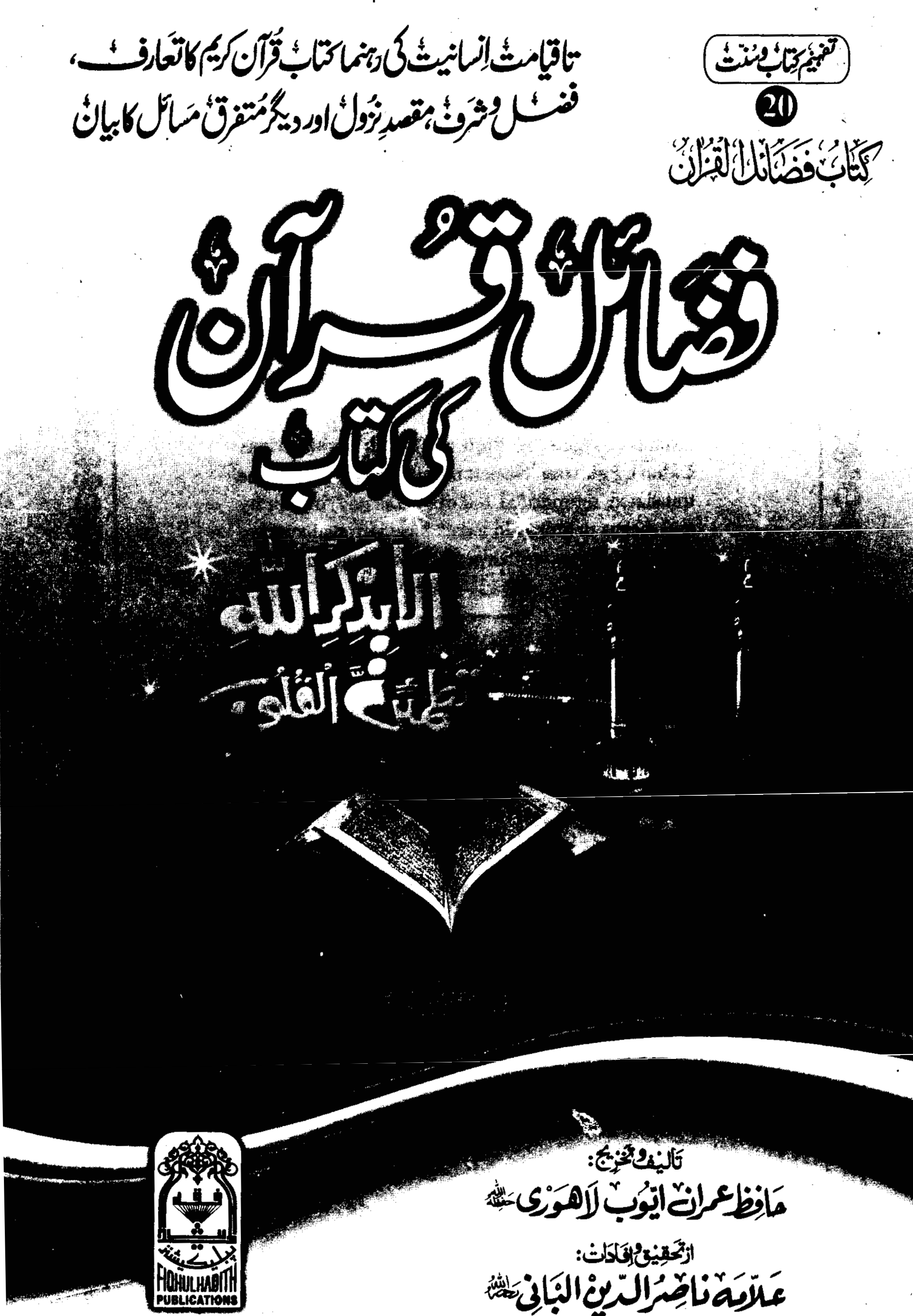
فضائل قرآن کی کتاب

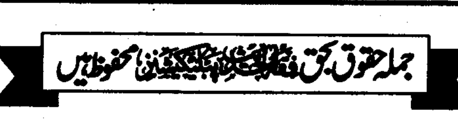
اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ



تالیف و تخریج:
حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ

از تحقیق و افادات:
علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ


تفہیم کتاب وسنت
20
کتاب فضائل القرآن
تاقیامت انسانیت کی رہنما کتاب قرآن کریم کا تعارف،
فضل وشرف، مقصدِ نزول اور دیگر متفرق مسائل کا بیان
فضائل قرآن
کی کتاب
الا بذکر اللہ
PUBLICATIONS
تالیف وتخریج:
حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ
از تحقیق وافادات:
علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

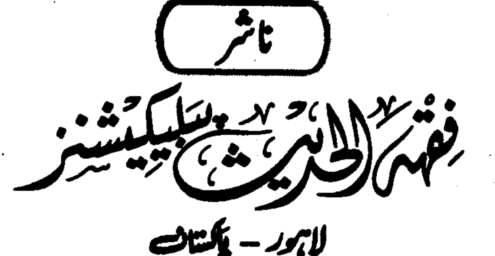




تاریخ اشاعت ________ اکتوبر 2011ء

مطبوعہ ________ چاچا حمید پرنٹرز لاہور

ناشر



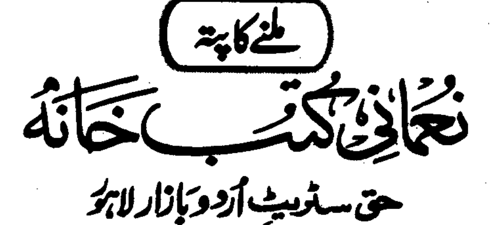
لاہور - پاکستان

Phone: 0300-4206199

E-mail: fiqhulhadith@yahoo.com

Website: www.fiqhulhadith.com

ملنے کا پتہ



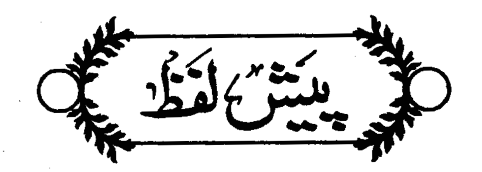
حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

Phone: 042-7321865

E-mail: nomania2000@hotmail.com



بسم اللہ الرحمن الرحیم



پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ الہامی کتب میں سے آج اگر کوئی کتاب تحریف وتغیر سے پاک اور من وعن محفوظ ہے تو وہ صرف قرآن کریم ہی ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود اٹھائی ہے، یہی باعث ہے کہ تا قیامت یہ ہمیشہ اپنی اصل شکل میں محفوظ و مامون رہے گی۔ یہی وہ کتاب ہے جس کی ہر پیش گوئی بالکل سچ ثابت ہوئی۔ یہی وہ واحد کتاب ہے جو اپنی فصاحت وبلاغت، اسلوب، نظم، قصص، امثال اور تراکیب میں یکتا ہے کہ اس جیسی کتاب نہ کبھی کوئی پیش کر سکا ہے اور نہ ہی پیش کر سکے گا۔ اسی کتاب نے پہلی بار انسان کے روحانی، نفسیاتی، اخلاقی، معاشرتی، معاشی اور سیاسی غرض ہر شعبۂ زندگی کے مسائل کا حل پیش کیا ہے۔ اسی کتاب کی یہ خوبی ہے کہ یہ ایسے حقائق ومعارف اور علوم ودقائق پر مشتمل ہے کہ دورِ جدید کی سائنسی تحقیقات بھی اس پر حرف گیری نہیں کر سکیں، جس کی بدولت مسلمان تو کجا غیر مسلم بھی اس کی صداقت وحقانیت کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکے۔ اسی کتاب کا یہ خاصہ ہے کہ یہ عالمگیر تعلیمات پر مشتمل اور تا قیامت آنے والی انسانیت کی رہنمائی ورہبری کی صلاحیت رکھتی ہے۔

اس کتاب کی فضیلت وعظمت اسے نازل کرنے والے رب العالمین نے خود یوں بیان فرمائی ہے کہ یہ انتہائی بابرکت، حق وباطل میں فرق کرنے والی، عزت والی، بلند مرتبہ، بلند شان والی، پر حکمت، ذریعہ ہدایت ورحمت، موجبِ شفا، برحق، نورِ ہدایت، جنت کی بشارت دینے والی اور جہنم سے ڈرانے والی کتاب ہے۔ اس کے شرف کے لئے اتنی بات ہی کافی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اور یہ بھی کہ اس کے نزول کے لئے اُس رات کا انتخاب کیا گیا جو ہزار مہینے کی عبادت سے بہتر ہے۔ علاوہ ازیں احادیث مبارکہ میں بھی قرآن کریم کے بہت سے فضائل اور فیوض وبرکات کا تذکرہ موجود ہے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ قرآن کریم کی اس قدر فضیلت وعظمت کے بیان اور اسے تا قیامت محفوظ رکھنے کا مقصد کیا وہی ہے جو آج مسلمان سمجھ بیٹھے ہیں کہ رمضان میں اس کے فضائل سنو اور اسے پڑھنا شروع کر دو اور جب رمضان گزر جائے تو اسے محض دم درود، بطورِ تعویذ لٹکانے، جہیز میں دینے اور قسمیں اٹھانے کا ذریعہ بنا لو۔ یقیناً نزولِ قرآن کا مقصد یہ نہیں تھا بلکہ خود مطالعۂ قرآن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن اس لئے نازل کیا گیا تا کہ لوگ اس میں غور وفکر کریں، اسے سمجھیں اور اس پر عمل کر کے اپنی دنیوی واُخروی زندگی کو کامیاب بنائیں۔

پیش نظر کتاب میں فضائل قرآن کے ساتھ ساتھ اسی فکر کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ قرآن صرف حصولِ برکت یا محض تلاوت کی کتاب نہیں بلکہ یہ کتابِ ہدایت بھی ہے جو اپنے (سمجھ کر) پڑھنے والے کو ہر معاملے میں سب سے سیدھی راہ دکھاتی ہے۔ جس سے زندگیوں میں انقلابی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں؛ ذلت عزت میں، زوال عروج میں، تکبر تواضع میں، تنزلی ترقی میں اور جہالت علم وعرفان کی روشنی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ تو آیئے اس کتابِ مبین کے ہر واضح وروشن ارشاد کو حرزِ جاں بنائیں اور اس پر کامل طور پر عمل کر کے اپنی فکری وذہنی پستیوں اور گمراہیوں سے نجات حاصل کریں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کریم پر عمل کی توفیق سے نوازے۔ (آمین یارب العالمین!)

"وما توفيقي إلا بالله عليه توكلت وإليه انيب"

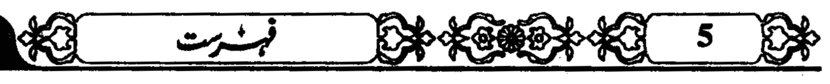
كتبه

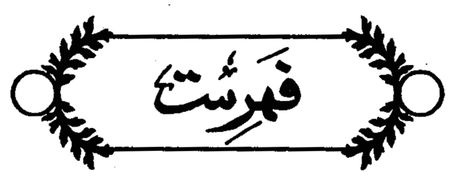
حافظ عمران ایوب لاہوری

بتاریخ: ستمبر 2011ء، بمطابق: شوال 1433ھ

ای میل: hfzimran_ayub@yahoo.com

ویب سائٹ: www.fiqhulhadith.com





فہرست

عنوانات	صفحہ نمبر

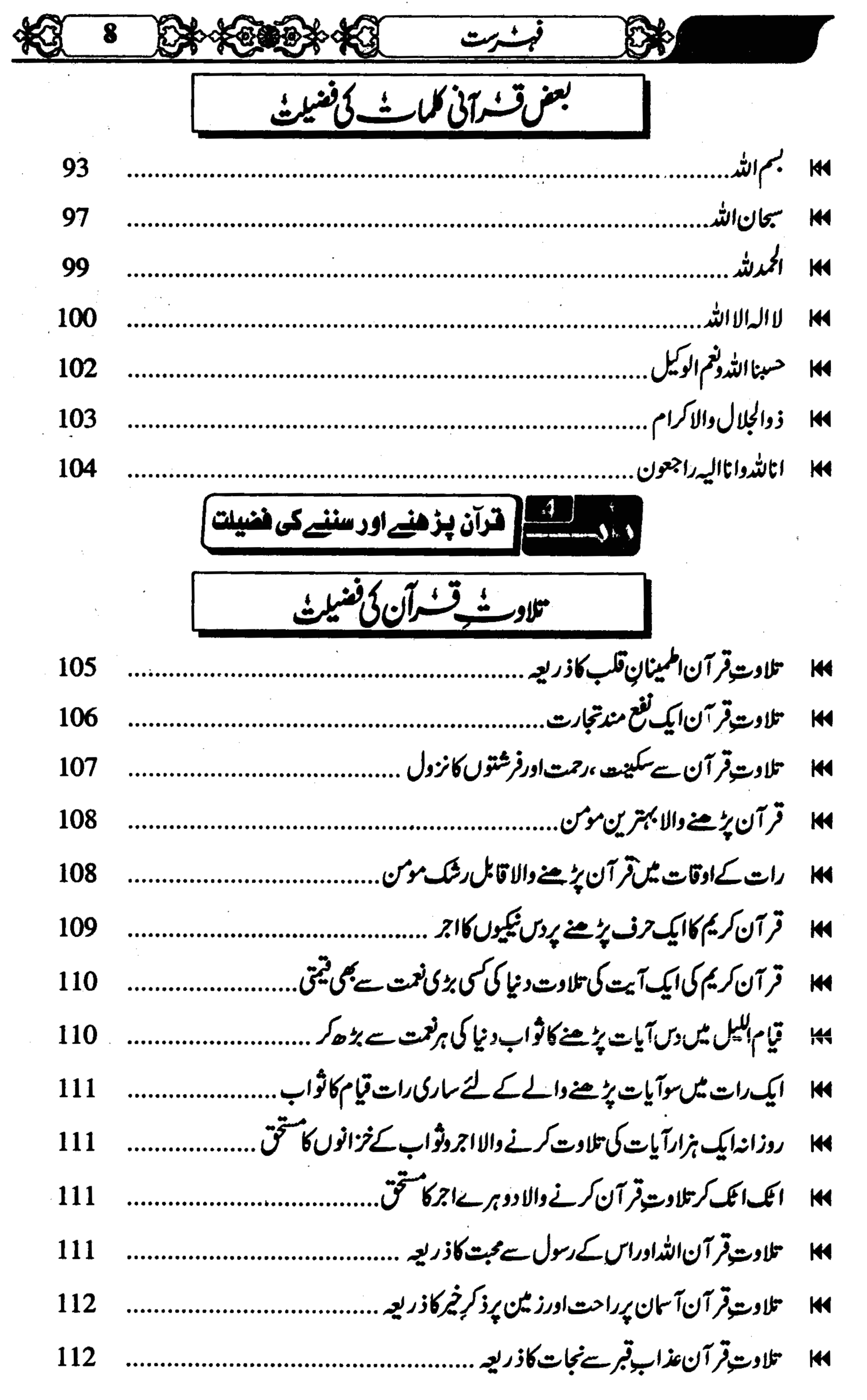
مقدمہ

باب 1 قرآن کریم کے عمومی فضائل

باب 2 قرآنی سورتوں کی فضیلت

باب 3 بعض قرآنی آیات وکلمات کی فضیلت

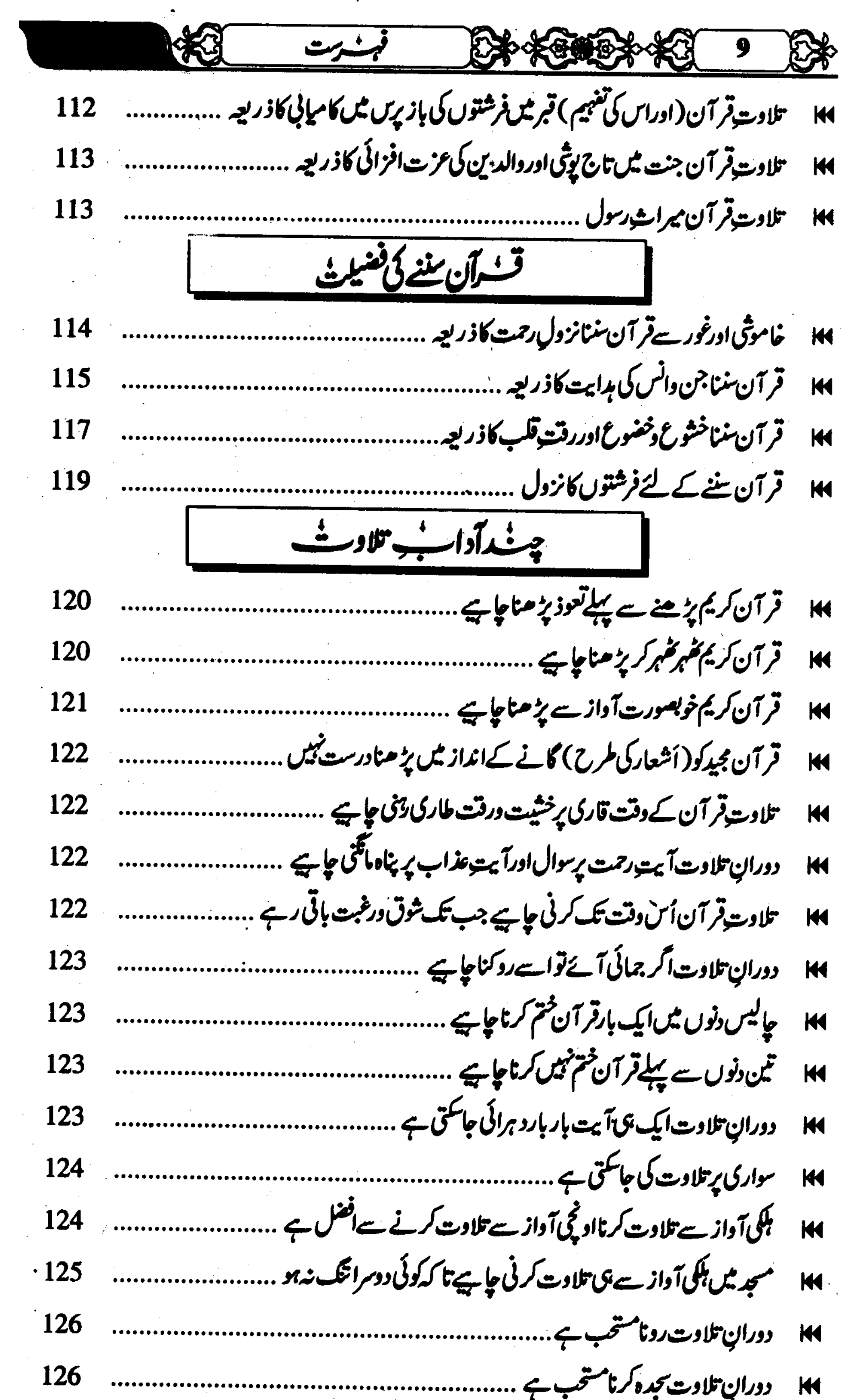
بعض قرآنی آیات کی فضیلت



بعض قرآنی کلمات کی فضیلت

قرآن پڑھنے اور سننے کی فضیلت

تلاوت قرآن کی فضیلت



قرآن سننے کی فضیلت

چند آدابِ تلاوت

باب 5 قرآن سیکھنے اور سکھانے کی فضیلت

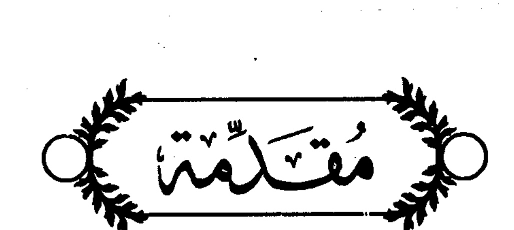
قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرنے کی فضیلت

قرآن کریم کی تعلیم دینے کی فضیلت

قرآن کریم کی تعلیم دینے کی فضیلت

باب 6 چند متفرق مسائل کا بیان





قرآن کریم کی تعریف

''قرآن کریم'' اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو جبرئیل علیہ السلام نے سنا اور اسے محمد ﷺ تک پہنچا دیا، وہ لفظی و معنوی اعتبار سے متواتر ہے، قطعی و یقینی علم کا فائدہ دیتا ہے اور ایسے مصاحف میں مکتوب ہے جو تحریف و تغییر سے محفوظ ہیں۔(۱)

قرآن کریم کی تعریف ان الفاظ میں بھی کی گئی ہے ((كَلَامُ اللّٰهِ الْمُنَزَّلُ عَلَى نَبِيِّهِ مُحَمَّدٍ ﷺ ، الْمُعْجِزُ بِلَفْظِهِ ، الْمُتَعَبَّدُ بِتِلَاوَتِهِ ، الْمَكْتُوبُ فِي الْمَصَاحِفِ ، الْمَنْقُولُ بِالتَّوَاتُرِ)) ''(قرآن کریم) اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو اس کے پیغمبر محمد ﷺ پر نازل کردہ ہے (یعنی موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام وغیرہما پر نازل کردہ کتب قرآن نہیں)، الفاظ کے اعتبار سے معجز ہے (یعنی اس جیسے الفاظ کوئی نہیں لا سکتا، بالفاظ دیگر قرآن وہی کلامِ الٰہی ہے جس جیسا لانے کا ساری دنیا کو چیلنج کیا گیا ہے اور جس کا چیلنج نہیں کیا گیا جیسے احادیثِ قدسیہ وغیرہ وہ قرآن نہیں)، اس کی تلاوت کے ساتھ عبادت کی جاتی ہے (یعنی اجر و ثواب کی نیت سے اسے پڑھا جاتا ہے، ان الفاظ سے قراءاتِ شاذہ اور احادیثِ قدسیہ قرآن کی تعریف سے نکل گئیں کیونکہ انہیں اجر و ثواب کی نیت سے نہیں پڑھا جاتا)، وہ مصاحف میں تحریر شدہ ہے (یعنی جو مصاحف میں تحریر نہیں جیسے منسوخ التلاوۃ آیات وہ قرآن نہیں) اور تواتر کے ساتھ منقول ہے (یعنی شاذ قراءات اس میں شامل نہیں جو تواتر کے ساتھ نہیں بلکہ بطورِ آحاد منقول ہیں)۔''(۲)

قرآن کریم کے چند اسماء

قرآن کریم کے چند (ذاتی و صفاتی) اسماء جو خود قرآن کریم نے ہی بیان کیے ہیں، حسب ذیل ہیں:

---

(۱) [دیکھیے: مباحث فی علوم القرآن للمناع قطان (ص: ۲۱) الطحاویة (۱۷۲/۱) قواعد التحدیث لجمال الدین القاسمی (ص: ٦٥)]

(۲) [مباحث فی علوم القرآن (ص: ۲۰)]

○ اَلْقُرْآن (پڑھنا):

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ﴾ [البقرة : ۱۸۵] ''رمضان کا مہینہ وہ ہے کہ اس میں قرآن نازل کیا گیا۔''

○ اَلْفُرْقَان (فرق کرنے والا):

﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا﴾ [الفرقان : ۱] ''بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا تاکہ وہ جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔''

○ بُرْهَان (دلیل):

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا﴾ [النساء : ۱۷۴] ''اے لوگو! بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک دلیل آگئی اور ہم نے تمہاری طرف ایک واضح نور نازل کیا۔''

○ اَلْكِتَاب (لکھا ہوا):

﴿ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ﴾ [البقرة : ۲] ''یہ کتاب، اس میں کوئی شک نہیں۔''

○ اَلْحَق (حق، سچ):

﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ③﴾ [السجدة : ۳] ''کیا وہ کہتے ہیں کہ اس (پیغمبر) نے اسے خود گھڑ لیا ہے؟ (نہیں) بلکہ وہ حق ہے آپ کے رب کی طرف سے تاکہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، شاید کہ وہ ہدایت پائیں۔''

○ اَلذِّكْر (نصیحت):

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ⑨﴾ [الحجر : ۹] ''بے شک ہم ہی نے اس ذکر (قرآن) کو نازل کیا اور بے شک ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔''

○ اَلتَّنْزِيْل (نازل کیا ہوا):

﴿وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ⑲②﴾ [الشعراء : ۱۹۲] ''اور بے شک وہ (قرآن) رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے۔''

○ اَحْسَنَ الْحَدِيْث (بہترین بات):

﴿ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ ﴾[الزمر : ٢٣] ''اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے بہترین بات۔''

○ عَظِيْم (عظمت والا):

﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴾[الحجر : ٨٧] ''اور بے شک ہم نے آپ کو بار بار دہرائی جانے والی سات آیتیں اور قرآن عظیم دیا ہے۔''

○ كَرِيْم (عزت والا):

﴿ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴾[الواقعة : ٧٧] ''بلاشبہ یہ قرآن نہایت معزز ہے۔''

○ عَزِيْز (بلند مرتبہ):

﴿ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ﴾[حمٓ السجدة : ٤١] ''بلاشبہ یہ (قرآن) ایک بلند مرتبہ کتاب ہے۔''

○ مَجِيْد (بڑی شان والا):

﴿ قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ﴾[قٓ : ١] ''قٓ۔ قسم ہے بڑی شان والے قرآن کی۔''

○ حَكِيْم (حکمت والا)، عَلِيّ (بلند مرتبہ):

﴿ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٣﴾ وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿٤﴾ ﴾ [الزخرف : ٣۔٤] ''بے شک ہم نے اس (قرآن) کو عربی میں بنایا تا کہ تم سمجھو۔ اور بلاشبہ وہ اصل کتاب میں ہمارے پاس یقیناً بلند مرتبہ حکمت والا ہے۔''

○ مَوْعِظَة (نصیحت)، شِفَاء (شفاء)، هُدًى (ہدایت)، رَحْمَة (رحمت):

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٥٧﴾ ﴾[یونس : ٥٧] ''اے لوگو! بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آ گئی اور ان بیماریوں کی شفا جو سینوں میں ہیں اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت۔''

○ مُصَدِّق (تصدیق کرنے والا)، مُهَيْمِن (نگہبان):

﴿ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ﴾[المائدة : ٤٨] ''اور ہم نے آپ کی طرف کتاب نازل کی حق کے ساتھ تصدیق کرنے والی ہے ان کی جو اس سے پہلے تھیں اور (یہ) نگہبان ہے ان پر۔''

○ مُبِيْن (کھول کر بیان کرنے والا):

﴿ الٓرٰ ۟ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿١﴾ ﴾[الحجر : ١] ''الٓر۔ یہ کتاب اور کھول کر بیان

کرنے والے قرآن کی آیتیں ہیں۔"

○ مُبَارَك (بابرکت):

﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾[الانعام : ١٥٥] "اور یہ (عظیم) کتاب ہے، ہم نے اسے نازل کیا، بابرکت ہے، لہٰذا اس کی پیروی کرو اور ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔"

○ بَشِيْر (بشارت دینے والا)، نَذِيْر (ڈرانے والا):

﴿كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾[حم السجدہ: ٣۔ ٤] "(یہ) ایک ایسی کتاب ہے کہ کھول کر بیان کی گئی ہیں اس کی آیتیں، درآں حالیکہ قرآن ہے عربی اس قوم کے لئے جو علم رکھتی ہے۔ بشارت دینے والا اور ڈرانے والا۔"

○ نُوْر (روشنی):

﴿قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ﴾[المائدۃ : ١٥] "بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی اور واضح کتاب آگئی۔"

قرآن کریم پر ایمان اور اس کا مفہوم

قرآن کریم پر ایمان لانا واجب اور دین اسلام کی نہایت اہم اساس ہے۔ اس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔ قرآن کریم پر ایمان کے حوالے سے چند اہم اُمور حسب ذیل ہیں:

1- اس بات کی پختہ تصدیق کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے۔

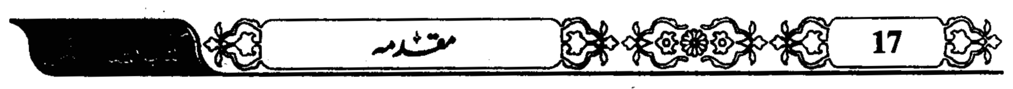
2- پختہ طور پر یہ اعتقاد کہ قرآن کریم اللہ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ جیسے اس کی شان کے لائق ہے حقیقی طور پر کلام فرماتا ہے۔

3- یہ اعتقاد کہ قرآن کریم اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دیتا ہے۔

4- اس بات پر پختہ یقین کہ قرآن کریم میں کوئی تعارض و تناقض نہیں۔

5- یہ اعتقاد کہ قرآن کریم کی دعوت جن و انس سب کے لیے ہے اور ان میں سے کوئی بھی اس پر ایمان لائے بغیر نجات نہیں پا سکتا۔

6- یہ اعتقاد کہ قرآن کے ذریعے سابقہ تمام کتب سماویہ (تورات و انجیل وغیرہ) منسوخ ہو چکی ہیں۔ اب دین صرف وہی ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے، عبادت صرف وہی ہے جسے اس نے مشروع قرار دیا ہے، حلال صرف وہی ہے جسے اس نے حلال کہا ہے اور حرام صرف وہی ہے جسے اس نے حرام بتایا ہے۔



-7 قرآن کریم جو شریعت لے کر آیا ہے وہ آسان اور معتدل ہے جبکہ پہلی کتب میں موجود شرائع بہت سے سخت احکام پر مشتمل تھیں۔

-8 تمام آسمانی کتابوں میں قرآن کریم وہ واحد کتاب ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود اٹھائی ہے۔

-9 قرآن کریم اعجاز کی بہت سی ایسی وجوہ پر مشتمل ہے جن میں دیگر کتابیں اس کی شریک نہیں۔ جیسے اس کی فصاحت وبلاغت، حسنِ تالیف اور اس کے ذریعے تمام جن وانس کو چیلنج کہ اس جیسا لا کر دکھاؤ۔

-10 اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہر وہ چیز بیان کر دی ہے جس کی لوگوں کو ضرورت تھی خواہ وہ ان کے دین سے متعلقہ ہو یا دنیا سے، معاش سے متعلقہ ہو یا آخرت سے۔

-11 نصیحت پکڑنے والے اور غور وفکر کرنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کو آسان بنا دیا ہے۔

-12 قرآن کریم سابقہ کتب کی تعلیمات کے خلاصوں اور سابقہ شرائع کے اصولوں پر مشتمل ہے۔

-13 قرآن کریم میں سابقہ پیغمبروں اور قوموں کے تذکرے ایسے جامع انداز میں ذکر کیے گئے ہیں جو پہلے کسی کتاب میں موجود نہیں۔

-14 قرآن کریم نزول کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔

⇦ یہ تھیں قرآن کریم کی چند امتیازی خصوصیات جن پر ایمان لانا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ قرآن کریم اور دیگر کتب سماویہ پر ایمان کی مزید تفصیل کے لئے راقم کی دوسری کتاب " ایمان کی کتاب " ملاحظہ فرمائیے۔

قرآن کریم کا نزول اور جمع وتدوین

قرآن کریم ماہ رمضان میں شب قدر کو نازل ہوا لیکن یہ یاد رہے کہ یہ نزولِ قرآن کا آغاز تھا یہی باعث ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ پر ایک ہی مرتبہ نہیں بلکہ واقعات کے مطابق، یا سوالوں کے جواب کے لیے یا دیگر احوال کے مقتضی کے مطابق 23 سال کے عرصہ میں نازل ہوا۔ قرآن کریم 114 سورتوں پر مشتمل ہے جن میں سے 86 مکہ میں اور 28 مدینہ میں نازل ہوئیں۔ جو سورتیں ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں انہیں مکی سورتیں اور جو ہجرت کے بعد نازل ہوئیں انہیں مدنی سورتیں کہا جاتا ہے۔ 29 سورتیں ایسی ہیں جو حروفِ مقطعات کے ساتھ شروع ہوتی ہیں۔ علماء نے قرآنی سورتوں کو چار انواع میں تقسیم کیا ہے۔

-1 **السبع الطوال**: (سات لمبی سورتیں) البقرہ، آل عمران، النساء، المائدہ اور الانعام وغیرہ۔

-2 **المئون**: وہ سورتیں جن کی آیات کی تعداد 100 سے کچھ زیادہ یا اس کے قریب قریب ہے۔

-3 **المثانی**: وہ سورتیں جن کی آیات کی تعداد 200 کے لگ بھگ ہے۔

-4 **المفصل**: سورۃ الحجرات سے لے کر آخر قرآن تک سب سورتوں کو مفصل کہتے ہیں اور ان کی تین قسمیں ہیں:

- **طوال مفصل** : سورۃ الحجرات سے لے کر سورۃ النباء تک۔
- **اوساط مفصل** : سورۃ النباء سے لے کر سورۃ الضحیٰ تک۔
- **قصار مفصل**: سورۃ الضحیٰ سے لے کر آخر قرآن تک۔

قرآن کریم کو دیگر کتبِ سماویہ کے مقابلے میں یہ امتیازی مقام حاصل ہے کہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے اٹھایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں ایک معتد بہ تعداد کو اسے نہ صرف سینوں میں محفوظ کرنے بلکہ اسے تحریر کرنے کی بھی توفیق سے نوازا۔ عہد رسالت میں حفاظتِ قرآن کے بنیادی طور پر دو ذرائع تھے: 1- حفظ 2- کتابت۔

اہل علم نے نقل فرمایا ہے کہ ((كَانَ دَأْبُ الصَّحَابَةِ مِنْ اَوَّلِ نُزُوْلِ الْوَحْيِ اِلَى آخِرِهِ الْمُسَارَعَةَ اِلَى حِفْظِهِ)) ''نزولِ قرآن کے آغاز ہی سے صحابہ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جو حصہ نازل ہوتا اسے فوراً حفظ کر لیا جاتا۔''(۱) اگر صحابہ کرام کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اکثر صحابہ حافظِ قرآن ہی تھے۔ اس بات کا اندازہ اُس روایت سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے جس میں مذکور ہے کہ جب جنگ اُحد کے شہدا کو دفن کرنے کا وقت آیا تو دو یا تین افراد کو ایک ہی قبر میں دفن کیا جاتا اور دفن کرتے وقت رسول اللہ ﷺ دریافت فرماتے ''ان میں سے کس کو زیادہ قرآن یاد ہے؟'' پھر اسے لحد میں آگے کر دیا جاتا۔(۲) آپ ﷺ کا اس انداز سے سوال کرنا کہ ''ان میں سے کس کو زیادہ قرآن یاد ہے؟'' اس بات کا ثبوت ہے کہ تقریباً سب صحابہ کو ہی قرآن حفظ تھا (فرق صرف اتنا تھا کہ کسی کو کم یاد تھا اور کسی کو زیادہ) اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو پھر آپ کے سوال کا انداز یہ ہوتا کہ ''ان میں سے کس کو قرآن یاد ہے اور کس کو یاد نہیں۔''

بئر معونہ کا واقعہ بھی معروف ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کچھ صحابہ کو قرآن کریم کی تعلیم دینے کے لئے روانہ فرمایا لیکن انہیں راستے میں ہی شہید کر دیا گیا۔ ان شہید ہونے والے حفاظ صحابہ کی تعداد ستر (70) تھی۔ اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اُس وقت حفاظ کس قدر کثرت کے ساتھ موجود تھے کہ جب ایک چھوٹی سی جماعت کو تعلیم دینے کے لئے ستر حفاظ صحابہ کو روانہ کیا گیا تو جو وفود روزانہ مختلف قبائل کی طرف بھیجے جاتے تھے ان میں حفاظ کی تعداد کس قدر زیادہ ہوگی۔ ۱۱ ہجری میں مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ میں شہید ہونے والے حفاظ صحابہ کی تعداد بھی ستر تھی۔(۳)

ابن ندیم نے حفاظ صحابہ کے اسماء کی ایک طویل فہرست پیش کی ہے جن میں عبد اللہ بن عمرو بن عاص، قیس

---

(۱) [كما في تاريخ القرآن، از عبد اللطيف رحماني (ص: ٤٧)]

(۲) [بخاری (١٣٤٧) كتاب الجنائز: باب من يقدم في اللحد]

(۳) [الاتقان في علوم القرآن (١/٧٣)]

بن صعصعہ، سعد بن منذر بن اوس، عبداللہ بن عمر، عقبہ بن عامر جہنی، ابودرداء، تمیم داری، معاذ بن حارث انصاری، عبداللہ بن سائب، سلیمان بن ابوحشمہ، ابی بن کعب، زید بن ثابت، معاذ بن جبل، سعد بن عبید بن نعمان انصاری، مسلمہ بن مخلد بن صامت، عثمان بن عفان، عبداللہ بن طلحہ، ابوموسیٰ اشعری، عمرو بن عاص، ابوہریرہ، سعد بن ابی وقاص، حذیفہ بن یمان، عبادہ بن صامت، ابوحلیمہ، مجمع بن حارثہ، فضالہ بن عبید، سعد بن عبادہ، ابن عباس، ابوایوب انصاری، عبید بن معاویہ اور ابوزید رضی اللہ عنہم وغیرہ شامل ہیں۔(۱)

حفاظتِ قرآن کا دوسرا بڑا ذریعہ کتابت تھا۔ کتابتِ قرآن کا آغاز بھی عہد رسالت میں ہی ہوگیا تھا۔ آپ ﷺ پر جب بھی کوئی وحی نازل ہوتی تو آپ اسے فوراً لکھوا دیتے۔ چنانچہ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت ﴿لَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ وَ الْمُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ﴾ نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا زید کو میرے پاس بلاؤ اور اس سے کہو کہ وہ تختی، دوات اور (اونٹ کے) شانے کی ہڈی لے کر آئے، جب وہ آئے تو نبی ﷺ نے انہیں یہ آیت لکھوا دی۔(۲)

نبی کریم ﷺ کے یہ فرامین کہ قرآن کو دشمن کے علاقے میں مت لے کر جاؤ(۳) اور قرآن کو صرف طاہر ہی ہاتھ لگائے(۴) وغیرہ بھی اس بات کا ثبوت ہیں کہ عہد رسالت میں قرآن متفرق اشیاء پر تحریری طور پر موجود تھا۔ اسی باعث امام زرکشیؒ نے فرمایا ہے کہ ((كِتَابَةُ الْقُرْآنِ لَيْسَتْ مُحْدَثَةً فَإِنَّهُ ﷺ كَانَ يَأْمُرُ بِكِتَابَتِهِ)) ”کتابتِ قرآن کوئی نئی چیز نہیں بلکہ آپ ﷺ خود اس کی کتابت کا حکم دیا کرتے تھے۔“(۵)

یہاں یہ بات یاد رہے کہ نبی ﷺ نے اگرچہ اپنی زندگی میں ہی مکمل قرآن کی کتابت کروا دی تھی لیکن وہ ایک جگہ پر اکٹھا نہ تھا بلکہ مختلف اشیاء مثلاً کھجور کی چھال، چٹیل پتھر، چمڑے کے ٹکڑوں اور ہڈیوں وغیرہ پر مکتوب، مختلف صحابہ کے پاس تھا۔ آپ کی حیاتِ مبارکہ میں قرآن کو یکجا کیوں نہ کیا گیا اس کی مختلف وجوہات بیان کی گئی ہیں مثلاً نسخ التلاوۃ کا احتمال موجود تھا(۶)، قرآن بتدریج نازل ہو رہا تھا اور امکانِ نزولِ وحی کے باعث سورتوں کی ترتیب معین نہ تھی(۷) اور چونکہ عہد رسالت میں قرآن اغلاط کے اندیشے سے محفوظ تھا اس لیے جمع قرآن کی کوئی ایسی شدید ضرورت نہ تھی جو بعد کے اَدوار میں پیش آئی۔(۸)

---

(۱) [الفهرست لابن النديم (ص: ٦٦)]

(۲) [بخاری (٤٩٩٠) کتاب فضائل القرآن: باب كاتب النبی ﷺ]

(۳) [بخاری (٢٩٩٠) مسلم (١٨٦٩) ابوداود (٢٦١٠)]

(٤) [صحیح: إرواء الغليل (١٢٢) مؤطا (٤١٩) نسائی (٥٧/٨) دارمی (١٦١/٢) دار قطنی (١٢٢/١)]

(٥) [البرهان فی علوم القرآن (٢٣٨/١)]

(٦) [البرهان فی علوم القرآن (٣٢٩/١)]

(٧) [مناهل العرفان (٢٤١/١)]

(٨) [الجمع الصوتی الاول (ص: ٣٢)]

عہد صدیقی میں قرآن کریم کو مختلف اشیاء سے اکٹھا کر کے صحائف کی شکل میں مرتب کر دیا گیا۔ اس کا سبب قرآن کے ضیاع کا اندیشہ تھا جو جنگ یمامہ میں 70 قراء حضرات کی شہادت کی وجہ سے پیدا ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورے سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو قرآن جمع کرنے کا حکم دیا' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی کے طور پر بھی کام کر چکے تھے۔ زید رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے قرآن اکٹھا کرنا شروع کر دیا (جو ان کے سینوں کے علاوہ لکڑیوں' ہڈیوں اور پتھروں وغیرہ پر مکتوب تھا) حتی کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سورۂ توبہ کی آخری آیت ابوخزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ سے حاصل کی۔ (۱) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جمع قرآن کے سلسلے میں جن شرائط کو ملحوظ رکھا تھا ان کا خلاصہ یہ ہے کہ جو بھی قرآن کا کوئی حصہ لا رہا ہے اس نے وہ حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہو۔ وہ حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھوائے ہوئے صحیفوں میں موجود ہو۔ وہ سبعہ احرف کو شامل ہو۔ کتابت کے علاوہ اس حصے کو حفاظ کی بھی تائید حاصل ہو۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ آیات و سور کی ترتیب کے مطابق ہو۔ اس کے قرآن ہونے پر دو عادل گواہ شہادت دیں۔ (۲) یوں انتہا درجے کی احتیاط کے ساتھ قرآن کو مختلف اشیاء سے نقل کر کے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کتابی صورت میں یکجا کر دیا۔

دور عثمانی کا آغاز اس حال میں ہوا کہ کثرت فتوحات کی بنا پر اسلامی سلطنت بہت وسیع ہو چکی تھی' آئے روز عجمی لوگ اسلام میں داخل ہو کر صحابہ سے قرآن سیکھ رہے تھے' چونکہ مصاحف عثمانیہ سے قبل مصاحف میں شاذ قراءات اور مختلف اقوال تفسیر یہ بھی موجود تھے اس لیے ہر صحابی اسی قراءت کے مطابق قرآن سکھا رہا تھا جس کے مطابق اس نے خود پڑھا تھا' یوں جماعت تابعین نے مختلف صحابہ سے مختلف قراءات کے مطابق قرآن سیکھ لیا اور اسی طرح آگے سکھانا شروع کر دیا۔ پھر رفتہ رفتہ قراءات کے اختلاف کی بنا پر ہر کوئی اپنی قراءت کو قابل ترجیح قرار دینا شروع ہو گیا حتی کہ یہ نزاع مختلف علاقوں اور مختلف مدارس میں پہنچ گیا اور اس قدر شدید ہو گیا کہ کچھ حضرات اپنی قراءت کے علاوہ دوسری قراءت کے مطابق قرآن پڑھنے والوں کو کافر تک قرار دینے لگے۔ (۳)

اس صورتحال کے پیش نظر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو فکر لاحق ہوئی کہ قرآن کو ایک رسم واحد پر یکجا کر دیا جائے جو شاذ قراءتوں سے پاک ہو اور اس میں تمام متواتر قراءتیں بھی سما سکیں۔ آپ کی اس فکر میں مزید اضافہ اس وقت ہوا جب حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے فتح آرمینیہ اور آذربائیجان سے واپسی پر اہل شام اور اہل عراق کے مابین قراءات کے شدید اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ''اے امیر المومنین! اس امت کو بچا لیجیے اس سے پہلے کہ وہ یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف کرنے لگ جائیں۔'' چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے مشاورت کے بعد

(۱) [بخاری (۴۹۸۶) کتاب فضائل القرآن : باب جمع القرآن]

(۲) [ملخص از، علم الرسم اور اس کی شرعی حیثیت (ص: ۷۸، ۸۰)]

(۳) کتاب المصاحف (ص: ۳۰)]

حفصہ رضی اللہ عنہا سے وہ صحیفے منگوا لیے' جو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جمع کرائے تھے اور ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے' اور چار صحابہ حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت سعید بن عاص اور عبدالرحمن بن حارث رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ وہ ان صحائف سے نقل کر کے قرآن کو ایک مصحف میں جمع کر دیں اور جہاں زید رضی اللہ عنہ سے باقی تینوں قریشی صحابہ کا اختلاف ہو وہاں قرآن کو قریش کی زبان میں لکھا جائے کیونکہ قرآن لغتِ قریش میں نازل ہوا تھا۔ یوں انہوں نے ان صحیفوں سے قرآن کو نقل کر کے وہ صحیفے حفصہ رضی اللہ عنہا کو واپس دے دیئے اور عثمان رضی اللہ عنہ نے اس مصحف کی نقول تیار کرا کے مختلف علاقوں میں بھجوا دیں اور فرمان جاری کر دیا کہ اس کے علاوہ جس کے پاس بھی کوئی صحیفہ یا مصحف ہے اسے نذرِ آتش کر دیا جائے۔ (۱)

⇦ مذکورہ بالا تینوں اَدوار کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ عہدِ رسالت میں مکمل قرآن کو مختلف اشیاء پر تحریر کر لیا گیا' عہدِ صدیقی میں قرآن کی مختلف آیات وسور کو مرتب کر کے کتابی صورت دے دی گئی اور عہدِ عثمانی میں اختلاف ونزاع کے خاتمہ کے لیے اسے شاذ قراءتوں اور صحابہ کے تفسیری اقوال سے پاک کر کے ایسے رسم الخط پر جمع کر دیا گیا کہ تمام متواتر قراءتیں اس میں سما سکیں' اسی غرض سے اسے نقط واعجام سے معرّیٰ رکھا گیا۔

قرآن کریم کا مقصدِ نزول اور قرآن فہمی کی اہمیت

قرآن کریم کو نازل کرنے اور پھر مذکورہ بالا احتیاط کے ساتھ اس کی حفاظت کرا کے اسے تا قیامت آنے والے لوگوں کے لئے من وعن محفوظ رکھنے کا مقصد یہ تھا کہ لوگ اسے پڑھیں، اسے سیکھیں، اس میں غور وفکر کریں، اسے سمجھنے کی کوشش کریں اور پھر اس پر عمل کر کے دنیا وآخرت کی کامیابی حاصل کریں۔ لیکن اس کے برعکس آج کے نام نہاد مسلمان قرآن کے ساتھ جو سلوک کر رہے ہیں وہ محتاجِ وضاحت نہیں۔ یہی باعث ہے کہ دنیا میں مسلمان ذلت ورسوائی کا شکار ہیں۔ جبکہ اسی قرآن کو سمجھ کر اس پر عمل کرنے والے صحابہ وتابعین نے اس قدر عروج حاصل کیا تھا کہ تاریخ عالم اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اسی لئے قرآن کریم میں متعدد مقامات پر غور وفکر کی ترغیب دلائی گئی ہے، چند ایک دلائل ملاحظہ فرمائیے:

(1) ﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ [ص : ۲۹]

''(یہ قرآن) ایک کتاب ہے، ہم نے اسے آپ کی طرف نازل کیا، بڑی برکت والی ہے، تاکہ وہ اس کی آیتوں پر غور کریں (یعنی اس کتاب جلیل کو نازل کرنے کی حکمت یہ ہے کہ لوگ اس کی آیات میں تدبر کریں، اس کے علم کا استنباط کریں اور اس کے اسرار وحکم میں غور وفکر کریں۔ یہ آیت کریمہ قرآن کریم میں تدبر کرنے کی ترغیب دیتی ہے اور اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ قرآن کریم میں تدبر اور غور وفکر کرنا سب سے افضل عمل ہے، نیز یہ اس کی دلیل ہے

(۱) [بخاری (۴۹۸۷) کتاب فضائل القرآن : باب جمع القرآن]

کہ وہ تلاوت جو تدبر و تفکر پر مشتمل ہو اس تلاوت سے کہیں افضل ہے جو بہت تیزی سے کی جا رہی ہو مگر اس سے متذکرہ بالا مقصد حاصل نہ ہو رہا ہو) اور عقل مند (اس سے) نصیحت حاصل کریں (تاکہ عقل صحیح کے حاملین اس میں غور و فکر کر کے ہر علم اور ہر مطلوب حاصل کریں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہر انسان کو اپنی عقل کے مطابق اس عظیم کتاب سے نصیحت حاصل ہوتی ہے)۔"

(2) ﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ۝﴾ [محمد : ٢٤] "کیا پھر وہ لوگ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے (لگے ہوئے) ہیں۔"

کتاب اللہ سے روگردانی کرنے والے یہ لوگ کتاب اللہ میں تدبر اور غور و فکر کیوں نہیں کرتے، جیسا کہ غور و فکر کا حق ہے اگر انہوں نے اس میں اچھی طرح تدبر کیا ہوتا تو یہ ہر بھلائی کی طرف ان کی رہنمائی کرتی، انہیں ہر برائی سے بچاتی، ان کے دلوں کو ایمان سے اور ان کی عقلوں کو ایقان سے لبریز کر دیتی، وہ انہیں بلند مقاصد اور انمول عطیات تک پہنچاتی، ان کے سامنے وہ راستہ روشن کر دیتی جو انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کی جنت تک پہنچاتا ہے نیز اس جنت کی تکمیل کرنے والے اُمور پر اور اس کو فاسد کرنے والے اُمور پر دلالت کرتی، انہیں وہ راستہ بھی دکھاتی جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرف جاتا ہے اور یہ بھی بتاتی کہ کس چیز کے ذریعے سے اس سے بچا جائے۔ وہ انہیں ان کے رب، اس کے اسماء و صفات اور اس کے احسان کی معرفت عطا کرتی، ان میں بے پایاں ثواب حاصل کرنے کا شوق پیدا کرتی اور انہیں دردناک عذاب سے ڈراتی۔ (۱)

(3) ﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝﴾ [یوسف : ۲] "بلاشبہ ہم نے اس (قرآن) کو عربی (زبان) میں نازل کیا تاکہ تم سمجھو (یعنی قرآن کریم کے لئے عربی زبان کے انتخاب کا بھی یہی مقصد تھا کہ لوگ اسے سمجھ سکیں کیونکہ جن لوگوں میں یہ کتاب نازل کی گئی ان کی زبان عربی تھی)۔"

(4) ﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۝﴾ [النحل : ٤٤] "اور ہم نے آپ پر یہ ذکر (قرآن) نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے سامنے بیان کریں جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے اور تاکہ وہ غور کریں (اپنا جائزہ لیں، ہدایت اختیار کریں اور دنیا و آخرت میں نجات حاصل کر کے کامیاب ہو جائیں)۔"

(5) ﴿إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ۝﴾ [الانفال : ٢٢] "بیشک بدترین زمین پر چلنے والے اللہ کے نزدیک وہ بہرے گونگے ہیں جو سمجھتے نہیں۔"

(6) ﴿وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ ۝﴾ [الملك : ١٠] "اور (جہنمی)

---

(۱) [ماخوذ از تفسیر السعدی (۲۰۵۲/۳)]

کہیں گے اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو (آج) جہنمیوں میں (شریک) نہ ہوتے (یعنی اگر ہم اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ اور رسول کی لائی ہوئی کتاب کو سنتے اور اس میں غوروفکر کر کے اسے سمجھنے کی کوشش کرتے تو آج ہماری یہ حالت نہ ہوتی)۔"

قرآن فہمی کے چند طریقے واصول

درج بالا دلائل سے یہ واضح ہے کہ نزولِ قرآن کا مقصد ہی یہ ہے کہ قرآن کو سمجھا جائے اور پھر اس پر عمل کر کے دنیوی واُخروی ثمرات حاصل کئے جائیں۔ قرآن کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ یا تو عربی زبان کا علم حاصل کیا جائے کیونکہ قرآن کی زبان عربی ہے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر کم از کم اپنی اپنی علاقائی زبان میں قرآن کا ترجمہ حاصل کر کے اسے پڑھا جائے۔ یقیناً جب قرآن کو کسی بھی زبان میں سمجھ کر پڑھا جائے گا تو وہ پڑھنے والے کے سامنے اچھائی برائی اور نیکی بدی کو واضح کر دے گا اور انسان کو از خود یہ پتہ چل جائے گا کہ اس کا پروردگار اس سے کیا چاہتا ہے، اسے کس چیز کا حکم دیتا ہے اور کس کام سے روکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

یہ تو بات تھی ترجمۂ قرآن کے ذریعے فہم قرآن کی لیکن اگر ہم تفسیر (تشریح وتوضیح قرآن) کی بات کریں تو یہ یاد رہے کہ اہل علم نے تفسیر قرآن کے چند اہم اصول ذکر فرمائے ہیں کہ اگر قرآن کا مطالعہ ان اصولوں کی روشنی میں کیا جائے تو قرآن فہمی کا دشوار راستہ سہل ہو جاتا ہے۔ آئندہ سطور میں ان اصولوں کا مختصر بیان پیش کیا جا رہا ہے:

❶ تفسیر قرآن کا اوّلین طریقہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر خود قرآن کریم سے ہی کی جائے کیونکہ قرآن نے بعض اہم اُمور کو متعدد مقامات پر ذکر فرمایا ہے لیکن ہر مقام پر اس کا انداز الگ ہے، چنانچہ ایک مقام پر اگر اجمال ہے تو دوسرے مقام پر اسی کی کچھ تفصیل ہے، اگر کسی جگہ کوئی بات مطلق ذکر کی گئی ہے تو دوسرے مقام پر اسے مقید بیان کیا گیا ہے، اسی طرح اگر کہیں عموم ہے تو دوسرے مقام پر اس کی تخصیص ہے۔ لہٰذا قرآن کریم کی بہترین تفسیر یہ ہے کہ قرآن کے ذریعے ہی تفسیر کی جائے، یہی وجہ ہے کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ "اگر ہم سے پوچھا جائے کہ قرآن فہمی کا سب سے بہتر طریق کیا ہے تو ہمارا جواب یہ ہوگا کہ اولاً قرآن کو قرآن ہی سے سمجھنے کی کوشش کی جائے۔"(۱) اسی طرح رئیس المفسرین امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ "تفسیر کا سب سے صحیح طریقہ یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر قرآن ہی کے ساتھ کی جائے۔"(۲) اس قاعدے ((اَلْقُرْآنُ يُفَسِّرُ بَعْضُهُ بَعْضًا)) "قرآن کا ایک حصہ دوسرے حصے کی وضاحت کرتا ہے۔" کا بھی یہی مفہوم ہے۔

قرآن کے ذریعے قرآن کی تفسیر کی مثال سورۂ فاتحہ میں ہی ملاحظہ کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ [الفاتحة: ٥-٦] "(اے

---

(۱) [مقدمۂ تفسیر (ص: ۳)]

(۲) [مقدمه تفسير ابن كثير (۷۱/۱)]

اللہ!) ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔" اب اس آیت میں یہ ذکر تو ہے کہ "ہمیں انعام یافتہ لوگوں کا راستہ دکھا" لیکن یہ ذکر نہیں کہ یہ انعام یافتہ لوگ کون ہیں، تو ان کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء میں فرمایا ﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ﴾[النساء : ٦٩] "اور جو لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے وہ اُن لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔"

ایک دوسری مثال یہ ہے کہ سورۂ بقرہ میں مذکور ہے کہ ﴿ فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ ﴾[البقرة : ٣٧] "(آدم علیہ السلام نے جب ممنوعہ درخت کا پھل کھایا تو توبہ کے لئے) اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھ لئے۔" لیکن یہ کلمات کیا تھے اس کا ذکر سورۂ اعراف میں یوں ہے کہ ﴿ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ ﴾[الاعراف : ٢٣] "انہوں نے کہا کہ اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔"

● قرآن فہمی یا تفسیر قرآن کے سلسلہ میں دوسرا درجہ سنتِ نبوی کا ہے یعنی اگر کسی آیت کی تفسیر کسی دوسری آیت میں نہ ملے تو اس کی تفسیر سنت کے ساتھ کی جائے گی کیونکہ سنت قرآن کی شارح ہے اور خود نبی کریم ﷺ کی بھی یہی ذمہ داری تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ﴿ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ ﴾[النحل : ٤٤] "اور ہم نے آپ پر یہ ذکر (قرآن) نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے سامنے (اس کی) وضاحت کریں (اور اس کی تشریح و تفسیر بیان کریں)۔" اور اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا ہے کہ ﴿ الا انی اوتیت القرآن و مثله معه ﴾ "خبردار! مجھے قرآن اور اس کے ساتھ اس کی مثل ایک اور چیز بھی عطا کی گئی ہے۔"(۱) یہاں مثل سے مراد سنت ہی ہے۔ معلوم ہوا کہ سنت بھی قرآن کی طرح آپ پر وحی کی گئی ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ سنت کی قرآن کی طرح تلاوت نہیں کی جاتی۔

بہرحال سنت تفسیر قرآن کا دوسرا ماخذ ہے۔ چنانچہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ "اگر قرآن کی تفسیر قرآن سے نہ ملے تو سنت کی طرف رجوع کیا جائے کیونکہ سنت قرآن کی شارح ہے۔"(۲) بالخصوص آیاتِ احکام کے لئے تو سنتِ رسول انتہائی ضروری ہے۔ چنانچہ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں فرمایا ہے کہ "جہاں تک قرآن کریم کے احکام کا تعلق ہے تو وہ سنت کی روشنی میں ہی سمجھے جا سکتے ہیں لہٰذا تفسیر قرآن کے اس حصہ کے لئے سنت کی طرف رجوع ناگزیر ہے۔"(۳)

---

(۱) [صحیح : صحیح الجامع الصغير (٢٦٤٣)]

(۲) [مجموع فتاوى ابن تيمية (٣٦٣/٣)] (۳) [تفسير ابن جرير الطبري (٣٣/١)]

اوراس کی اَن گنت مثالوں میں سے ایک مثال یہ ہے کہ قرآن کریم میں بار بار اقامتِ صلاۃ اور ادائیگی زکوۃ کا حکم ہے لیکن نماز کی رکعات، سنن وفرائض، اذکار، قراءت، رکوع وسجود اور قیام وتشہد کی کیفیات، اسی طرح زکوۃ کے لئے نصاب، مقدار، کن اشیاء پر زکوۃ فرض ہے اور کن پر نہیں؟ وغیرہ وغیرہ، ایسی تمام تفصیلات سنتِ نبوی میں ہی مذکور ہیں، اسی طرح قرآن کریم میں حج کا تو حکم ہے لیکن اس کے طریقۂ ادائیگی کی تفصیل صرف سنت میں ہے۔ یہی حال عمرہ کا ہے۔ اسی طرح قرآن میں زانی کے لئے کوڑوں کی سزا تو مذکور ہے لیکن شادی شدہ زانی کے لئے رجم اور غیر شادی شدہ زانی کے لئے جلاوطنی کی سزا صرف سنت میں ہی مذکور ہے۔

3 (امام ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ) اگر کسی آیت کی تفسیر قرآن اور سنت دونوں میں نہ ملے تو پھر اقوالِ صحابہ کی طرف رجوع کیا جائے گا کیونکہ وہ دوسرے لوگوں کی نسبت قرآن کی تفسیر کو سب سے زیادہ جانتے تھے، اس لئے کہ انہوں نے ان قرائن اور حالات کا مشاہدہ کیا جو انہی کے ساتھ مخصوص تھے اور وہ فہم وبصیرت، علم صحیح اور عمل صالح کی نعمتوں سے بہرور تھے، خصوصاً وہ جن کا علماء اور کبار صحابہ کرام میں شمار ہوتا ہے مثلاً ائمہ اربعہ یعنی خلفائے راشدین ودیگر ائمہ مہتدین ومہدیین اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! کتاب اللہ میں نازل ہونے والی ہر آیت کے بارے میں، میں یہ جانتا ہوں کہ یہ کس کے بارے میں نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی، اگر مجھے یہ علم ہو کہ کوئی شخص کتاب اللہ کا مجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے تو میں اس کی خدمت میں ضرور حاضری دوں، خواہ (وہ اس قدر دور ہو کہ) سواریوں پر سوار ہو کر اس کے پاس پہنچنا پڑے۔(۱)

انہی مفسر صحابہ کرام میں سے ایک امت کے بڑے عالم اور بحر علم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بھی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور آپ کی دعا کی برکت سے ترجمان القرآن تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لئے یہ دعا فرمائی تھی کہ ﴿ اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَ عَلِّمْهُ التَّاْوِيْلَ ﴾ ''اے اللہ! انہیں دین میں فقاہت عطا فرما اور قرآن مجید کی تفسیر (کا علم) سکھا۔''(۲) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابن عباس (رضی اللہ عنہ) قرآن مجید کے بہت اچھے ترجمان ہیں۔(۳)

صحیح قول کے مطابق حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا 32ھ میں انتقال ہوا جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ آپ کے بعد 36 سال تک زندہ رہے۔ اس سے اندازہ لگایئے کہ ابن مسعود کے بعد انہوں نے کیا کیا علوم نہ سیکھے ہوں گے؟

---

(۱) [تفسير ابن جرير الطبرى (۵۶/۱) اور دیکھئے: بخارى (۵۰۰۲) كتاب فضائل القرآن: باب القراء من اصحاب رسول الله ﷺ، مسلم (۲۴۶۲، ۲۴۶۳) كتاب فضائل الصحابة: باب من فضائل ابن مسعود]

(۲) [بخارى (۱۴۳)، (۷۵) مسلم (۲۴۷۷) مسند احمد (۳۱۴/۱)]

(۳) [تفسير ابن جرير الطبرى (۶۱/۱) مستدرك حاكم (۶۲۹۱)، (۵۳۷/۳)]

اعمش نے ابووائل سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر کیا، آپ نے حج کا خطبہ دیا اور اپنے خطبے میں سورۂ بقرہ (اور ایک روایت کے مطابق سورۂ نور) کی تلاوت کی اور اس کی اس قدر شان دار تفسیر بیان فرمائی کہ اگر اسے رومی، ترکی اور دیلمی لوگ سن لیتے تو مشرف بہ اسلام ہو جاتے۔(۱)

4 جب قرآن کی تفسیر قرآن سے، سنت سے اور صحابہ کرام سے نہ ملے تو پھر بہت سے ائمہ اقوالِ تابعین 'مثلاً مجاہد بن جبیر رحمہ اللہ کے اقوال' کی طرف رجوع کرتے ہیں، وہ تفسیر بیان کرنے میں اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی تھے۔ امام مجاہد رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اول سے آخر تک مکمل قرآن مجید تین بار اس طرح پڑھا کہ میں ہر آیت (کے اختتام) پر انہیں روکتا تھا اور ان سے اس کی تفسیر کے بارے میں سوال کرتا تھا۔(۲) ابن ابوملیکہ رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں نے مجاہد رحمہ اللہ کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تفسیر قرآن کے بارے میں سوال کرتے ہوئے دیکھا، ان کے پاس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیری دستاویزات بھی تھیں، ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی ان سے فرماتے کہ اسے لکھ لو، چنانچہ انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مکمل قرآن کریم کی تفسیر کے بارے میں سوالات کئے تھے۔(۳) اسی وجہ سے سفیان ثوری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ جب تفسیر مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہو تو وہ تمہیں کافی ہے۔(٤) اسی طرح سعید بن جبیر، عکرمہ مولیٰ ابن عباس، عطا بن ابورباح، حسن بصری، مسروق بن اجدع، سعید بن مسیب، ابوالعالیہ، ربیع بن انس، قتادہ، ضحاک بن مزاحم رحمہم اللہ اور دیگر کئی تابعین اور ان کے علاوہ اتباع تابعین اور ان کے بعد کے لوگ ہیں جن کے اقوال کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

5 اسرائیلی روایات (اہل کتاب کی کتب سے ماخوذ روایات) بیان کرنے کی اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے جیسا کہ فرمایا کہ ﴿ حَدِّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا حَرَجَ ﴾ ''بنی اسرائیل سے (روایات) بیان کرو، اس میں کوئی حرج نہیں۔''(۵) لیکن ان اسرائیلی روایات کو دلیل کے طور پر نہیں بلکہ صرف بطورِ استشہاد پیش کیا جاتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک دوسرا فرمان یوں ہے کہ ﴿ إِذَا حَدَّثَكُمْ أَهْلُ الْكِتَابِ فَلَا تُصَدِّقُوهُمْ وَلَا تُكَذِّبُوهُمْ ﴾ ''جب اہل کتاب تمہیں کوئی روایت بیان کریں تو نہ ان کی تصدیق کرو اور نہ تکذیب۔''(٦)

اسرائیلی روایات کی تین اقسام ہیں (1) جن کے بارے میں ہمیں یہ معلوم ہے کہ وہ صحیح ہیں کیونکہ کتاب

---

(۱) [تفسیر ابن جریر الطبری (۵۷/۱) مزید دیکھئے : مقدمہ تفسیر ابن کثیر]

(۲) [تاریخ دمشق لابن عساکر (٤٧/٦٠) تفسیر ابن جریر الطبری (٦٢/١) طبرانی کبیر (٧٧/١١)]

(۳) [تفسیر ابن جریر الطبری (٦٢/١)]

(٤) [تفسیر ابن جریر الطبری (٦٢/١)]

(۵) [بخاری (٣٤٦١) کتاب احادیث الانبیاء : باب ما ذکر عن بنی اسرائیل]

(٦) [حسن : مسند احمد (١٣٦/٤) شیخ شعیب ارناؤوط نے اسے حسن کہا ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (١٧٢٢٥)]

وسنت (یا ان کے اصول) ان کے صحیح ہونے کی شہادت دیتے ہیں تو یہ روایات صحیح ہیں۔(2) جن کے بارے میں ہمیں یہ معلوم ہے کہ یہ اسرائیلی روایات جھوٹی ہیں کیونکہ کتاب وسنت (اور ان کے اصول) سے ان کی مخالفت ثابت ہے۔(3) وہ روایات جن کے بارے میں کتاب وسنت (اور ان کے اصول) خاموش ہیں۔ یہ روایات نہ پہلی قسم میں سے ہیں اور نہ دوسری قسم میں سے، لہٰذا ہم نہ ان کی تصدیق کرتے ہیں اور نہ تکذیب، ہاں! البتہ مذکورہ بالا دلیل کے پیش نظر انہیں بیان کرنا جائز ہے لیکن (یہ یاد رہے کہ) ان میں سے اکثر وبیشتر روایات ایسی ہیں جن میں کوئی دینی فائدہ نہیں ہے مثلاً وہ روایات جن میں اصحاب کہف کے نام، ان کے کتے کا رنگ اور ان کی تعداد کو بیان کیا گیا ہے، عصائے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ کس درخت کا تھا، ان پرندوں کے ناموں کا ذکر ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے زندہ کیا تھا، گائے کے اُس حصے کا تعین ہے جسے مقتول کے جسم کے ساتھ لگایا گیا تھا، اس درخت کی نوعیت کے بارے میں بیان کیا گیا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا۔ اور اس طرح کی دیگر باتیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان نہیں فرمایا کیونکہ ان کے بیان کرنے میں انسانوں کے لئے کوئی دینی یا دنیوی فائدہ نہ تھا۔

6 آخر میں یہ ذکر کر دینا ضروری ہے کہ کتاب وسنت اور اقوالِ صحابہ وتابعین کے بجائے محض ذاتی رائے سے قرآن کی تفسیر کرنا جائز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سلف میں سے ایک جماعت نے علم کے بغیر تفسیر بیان کرنے میں حرج محسوس کیا ہے چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ ﴿ اَیُّ اَرْضٍ تُقِلُّنِیْ وَ اَیُّ سَمَاءٍ تُظِلُّنِیْ اِذَا قُلْتُ فِی الْقُرْاٰنِ بِمَا لَا اَعْلَمُ ﴾ ”جب میں قرآن کریم کے بارے میں کوئی ایسی بات کہوں جسے میں جانتا نہیں تو مجھے کون سی زمین سمائے گی اور کون سا آسمان چھپائے گا۔“(۱) سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ قرآن کریم کے بارے میں صرف وہی تفسیر بیان کرتے تھے جس کا انہیں علم ہوتا تھا۔(۲) امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ محض رائے کے ساتھ تفسیر کرنا حرام ہے۔(۳)

قرآن نافہمی اور قرآن سے دوری کے چند اسباب

(1) قرآن نافہمی کا اولین سبب یہ ہے کہ والدین کی اس بارے میں کچھ توجہ نہیں ہوتی کہ اپنے بچوں کو قرآن کی تعلیم دلوانی چاہیے بلکہ انہیں صرف بچوں کی دنیوی تعلیم ہی کی فکر ہوتی ہے حالانکہ قرآن کی تعلیم کی زیادہ فکر ہونی چاہیے کہ جو نہ صرف بچوں کی دنیا وآخرت کی کامیابی کا ذریعہ ہے بلکہ والدین کے لئے بھی دونوں جہانوں میں

---

(۱) [تفسیر ابن جریر الطبری (۵۵/۱)]

(۲) [تفسیر ابن جریر الطبری (۵۹/۱)]

(۳) [تفسیر ابن کثیر (۷۳/۱)]

شرف وعزت کا باعث ہے۔

(2) دوسرا سبب یہ ہے کہ قرآن کریم کو ایک مشکل ترین کتاب سمجھ لیا گیا ہے اور یہ باور کرادیا گیا ہے کہ اسے سمجھنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں اس لئے عام لوگوں کو چاہیے کہ وہ کسی عالم دین ہی کی اتباع کریں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یا تو قرآن کو ہاتھ ہی نہیں لگایا جاتا اور یا پھر محض تلاوت پر ہی اکتفا کرلیا جاتا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو نہ صرف آسان بنایا ہے بلکہ بار بار اس بات کا اعلان بھی فرمایا ہے جیسا کہ سورۂ قمر میں ہے کہ ''ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان بنایا ہے کوئی ہے غور وفکر کرنے والا۔'' اور قرآن کریم کے آسان ہونے کا ثبوت یہ بات بھی ہے کہ اس میں کہیں بھی منطق وفلسفہ کے ذریعے کوئی بات نہیں سمجھائی گئی بلکہ ہر بات سادے اور عام فہم انداز میں بیان کی گئی ہے۔ اگرچہ قرآن کریم میں بعض مقامات کو قدرے تفصیل وتشریح سے سمجھنے کی ضرورت ہے (جیسے مسائل وراثت وقصاص وغیرہ) لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اس کتاب کو سرے سے ہاتھ ہی نہ لگایا جائے بلکہ اسے سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اگر کوئی بات سمجھ نہ آئے تو کسی عالم دین سے پوچھ لینی چاہیے۔ محض مشکل کتاب کا بہانہ لگا کر ساری عمر قرآن کو ہاتھ ہی نہ لگانا شیطانی فریب کے سوا کچھ نہیں۔

(3) قرآن نافہمی کا ایک سبب ہمارا نظامِ تعلیم بھی ہے کہ جو انگریز کی دین ہے اور اس نے برصغیر کے مسلمانوں کے لئے ایسا نظامِ تعلیم چھوڑا ہے کہ اگر یہاں کے مسلمان کافر نہ بنیں تو کم از کم مسلمان بھی نہ رہیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج اگر ابتدائی کلاسز سے لے کر یونیورسٹی لیول تک کے کورسز کو دیکھا جائے تو شاید ہی کہیں اللہ اور اس کے رسول کا نام نظر آئے۔ اور اگر اسلامیات کو لازمی کیا بھی گیا ہے تو وہ بھی باقی مضامین کے مقابلے میں سوائے ایک مذاق کے اور کچھ نہیں جس سے چند مختصر سی اسلام کے بارے میں معلومات تو طالب علم کو حاصل ہو جاتی ہیں لیکن اسے یہ احساس تک نہیں ہوتا کہ اسے ایک سچے مسلمان کی طرح کیسے زندگی گزارنی ہے؟ اس لئے قرآن فہمی کے راستے میں ایک بہت بڑی رکاوٹ ہمارا موجودہ سیکولر نظامِ تعلیم بھی ہے جسے حتی الامکان بدلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

(4) قرآن کریم کی عظمت وفضیلت اور فوائد وثمرات سے جہالت بھی قرآن نافہمی کا ایک سبب ہے۔ یعنی جب کسی کو یہ علم ہی نہیں کہ قرآن ہدایت، رحمت اور شفا کا موجب ہے، تسکینِ قلب کا ذریعہ ہے، آفات ومصائب اور پریشانیوں کو حل کرنے والا ہے، فوز وفلاح کا راز اس میں پنہاں ہے، تو پھر کوئی کیسے اس کے قریب جائے گا اور اسے سمجھنے کی کوشش کرے گا؟ لوگوں کو صرف یہی پتہ ہے کہ قرآن ایک بابرکت کتاب ہے، اسے خوبصورت غلاف میں لپیٹ کر کسی اونچے مقام پر رکھنا چاہیے، جہیز میں لڑکیوں کو تحفہ دینا چاہیے، اس پر ہاتھ رکھ کے گواہی دینی چاہیے وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ اگر انہیں قرآن کریم کی تلاوت، تفہیم، تعلیم، تحفیظ اور تدریس کے فضائل کا علم ہو تو یقیناً ان کا قرآن سے تعلق ایسا نہ ہو جیسا کہ آج نظر آتا ہے۔

(5) قرآن ناقہمی کا ایک بڑا سبب گھروں میں ٹی وی کے استعمال کا رواج پا جانا بھی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ پہلے لوگوں کا جو وقت بچوں کو قرآن پڑھانے اور اس کی تعلیم دلوانے کے لئے کسی مسجد وغیرہ میں چھوڑ کر آنے میں گزرتا تھا اب وہی وقت ٹی وی کے سامنے گزرتا ہے اور بالخصوص ٹی وی کی وجہ سے آج کسی کے پاس بھی وقت نہیں ، بمشکل بچے سکول سے اور بڑے اپنی اپنی نوکریوں سے گھر پہنچتے ہیں کہ ٹی وی پر ان کا من پسند پروگرام تیار ہوتا ہے اور پھر رات دیر تک ٹی وی دیکھنے کا سلسلہ جاری رہتا ہے جس سے نہ صرف قرآن فہمی کے لئے وقت مفقود ہو گیا ہے بلکہ نظر کی کمزوری، اعصابی کمزوری، کھیل کود اور ورزش سے محرومی جیسے منفی اثرات بھی مرتب ہوئے ہیں۔

(6) مزاروں اور آستانوں کا وجود بھی قرآن فہمی کے راستے میں ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے کیونکہ مزاروں اور آستانوں پر جو کچھ مشرکانہ حرکات ہوتی ہیں (یعنی غیر اللہ کے نام کے چڑھاوے، نذر و نیاز، سجدے، چلہ کشی اور شرکیہ اوراد و وظائف وغیرہ)، اگر قرآن کو سمجھ کر پڑھا جائے تو جا بجا قرآن میں ان کی مخالفت و ممانعت نظر آئے گی اور مزاروں پر بیٹھے جعلی پیروں اور مجاوروں کا کاروبار بند ہو جائے گا لہٰذا اس گروہ کی یہی کوشش ہے کہ عوام کو قرآنی تعلیم و تفہیم سے دور ہی رکھا جائے تا کہ نہ وہ قرآن سمجھیں اور نہ ہی انہیں ان کی حقیقت کا علم ہو۔

قرآن فہمی میں معاون چند اذکار

○ نبی کریم ﷺ کے سکھائے ہوئے اذکار میں سے ایک اہم ذکر یہ ہے:

﴿ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ وَ ابْنُ عَبْدِكَ وَ ابْنُ اَمَتِكَ نَاصِيَتِیْ بِيَدِكَ مَاضٍ فِیَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ فِیَّ قَضَاؤُكَ ، اَسْاَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْ اَنْزَلْتَهُ فِیْ كِتَابِكَ اَوْ عَلَّمْتَهُ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ اَوِ اسْتَاْثَرْتَ بِهٖ فِیْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ ، اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ رَبِيْعَ قَلْبِیْ وَ نُوْرَ صَدْرِیْ وَ جِلَاءَ حُزْنِیْ وَ ذَهَابَ هَمِّیْ ﴾ ”اے اللہ! بیشک میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے بندے اور تیری باندی کا بیٹا ہوں، میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے، مجھ میں تیرا ہی حکم جاری ہے، تیرا فیصلہ میرے حق میں انصاف پر مبنی ہے، میں ہر اس نام کے ذریعے سوال کرتا ہوں جو تو نے خود اپنے لئے رکھا ہے یا تو نے اسے اپنی کتاب میں نازل فرمایا ہے یا تو نے وہ اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا ہے یا تو نے اسے علم غیب میں اپنے پاس رکھنے کے لئے خاص کر لیا ہے (میری درخواست یہ ہے کہ) تو قرآن کریم کو میرے دل کی بہار، میرے سینے کا نور اور میرے غموں اور پریشانیوں کا علاج بنا دے۔“ (۱)

○ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق روایت کیا جاتا ہے کہ جب وہ خلیفہ بنے تو منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا اور دورانِ خطبہ یہ

---

(۱) [**صحیح** : صحیح الترغیب (۱۸۲۲) الصحیحه (۱۹۹) الکلم الطیب للالبانی (۱۲٤) احمد (۳۹۱/۱)]

دعا پڑھی ﴿ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ التَّفَكُّرَ وَ التَّدبُّرَ لِمَا يَتْلُوْهُ لِسَانِیْ مِنْ كِتَابِكَ وَ الْفَهْمَ لَهُ وَ الْمَعْرِفَةَ مَعَانِيْهِ وَ النَّظْرَ فِیْ عَجَائِبِهٖ وَ الْعَمَلَ بِذَالِكَ مَا بَقِيْتُ ﴾ ''اے اللہ! میری زبان تیری کتاب کا جو حصہ بھی تلاوت کرے مجھے اس میں غور وفکر کرنے ، اسے سمجھنے، اس کے معانی کی پہچان حاصل کرنے ، اس کے عجائبات میں غور کرنے اور تادمِ حیات اس پر عمل کرنے کی توفیق سے نواز۔''(۱)

○ یہاں یہ واضح رہے کہ جس روایت میں یہ دعا مذکور ہے ﴿ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ بِالْقُرْآنِ وَ اجْعَلْهُ لِیْ اِمَامًا وَ هُدًی وَ رَحْمَةً ﴾ ''اے اللہ! قرآن کے ذریعے مجھ پر رحم فرما اور اسے میرے لئے پیشوا اور ہدایت ورحمت کا ذریعہ بنا۔'' اسے حافظ عراقی رحمہ اللہ نے معضل (منقطع) کہا ہے اور یہ معروف ہی ہے کہ معضل روایت ضعیف روایت کی ایک قسم ہے۔(۲)

قرآن کریم پر عمل کی اہمیت وضرورت

بلاشبہ قرآن کریم میں غور وفکر کرنے اور اس کا فہم حاصل کرنے کا حکم اسی غرض سے ہے کہ اس پر عمل کیا جائے اور دراصل یہی نزولِ قرآن کا مقصد ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○﴾ [الانعام : ۱۵۵]

''اور یہ کتاب (قرآن کریم) ہم نے اسے نازل کیا، (یہ) برکت والی ہے، پس تم اس کی پیروی کرو اور تقویٰ اختیار کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے تورات پڑھنے والے مگر اس پر عمل نہ کرنے والے یہود کو گدھوں سے تشبیہ دی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ

﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○﴾ [الجمعة : ۵] ''جن لوگوں کو حاملِ تورات بنایا گیا تھا مگر وہ اسے اٹھا نہ پائے ، اُن کی مثال اُس گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہیں ، بہت بری مثال اُن لوگوں کی ہے جنہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلا دیا ، ایسے ظالموں کو اللہ ہدایت نہیں دیتا (یعنی جیسے گدھوں پر کتابیں لادنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ اُن کتب سے تعلیم حاصل کرکے اُن پر عمل نہیں کر سکتے بعینہ اہل کتاب کے وہ علماء ہیں جو تورات کے احکامات پر عمل نہیں کرتے)۔''

---

(۱) [العقد الفرید (۱/۴۹۱) جمهرة الخطب العرب (۱/۲۱۴) البیان الزاهر (ص : ۱۰۳)]

(۲) [المغنی عن حمل الاسفار (۱/۲۲۶) تخریج احادیث الاحیاء (۸۷۳) ، (۲/۳۷۳)]

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اگرچہ یہ مثال یہود کے بارے میں ہے لیکن مفہوم کے اعتبار سے یہ ہر اُس شخص پر صادق آتی ہے جسے حاملِ قرآن بنایا گیا لیکن اس نے اس پر عمل نہ کیا۔ (۱)

علاوہ ازیں قرآن کریم میں متعدد مقامات پر ایمان اور عمل صالح ﴿ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ﴾ کو ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے جو اس بات کا ثبوت ہے ایمان لانے کے بعد عمل ہی مقصودِ حقیقی اور ذریعہ نجات ہے۔ جبکہ حالت یہ ہے کہ آج مسلمانوں کی اکثریت قرآن پر عمل سے کوسوں دور ہے اور صرف تلاوتِ قرآن پر ہی اکتفا کو اپنا وطیرہ بنائے بیٹھی ہے حالانکہ نبی کریم ﷺ صحابہ کو ایسے لوگوں سے ڈرایا کرتے تھے جو قرآن کریم کی تلاوت تو بہت خوب کریں گے لیکن اُن کی تلاوت انہیں عمل تک نہیں پہنچائے گی۔ چنانچہ فرمایا:

﴿ يَخْرُجُ فِيْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ قَوْمٌ تَحْقِرُوْنَ صَلَاتَكُمْ مَعَ صَلَاتِهِمْ ، يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حُلُوْقَهُمْ أَوْ حَنَاجِرَهُمْ ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ ﴾ ''عنقریب اس امت میں ایک ایسی قوم کا ظہور ہوگا جن کی نمازوں کے سامنے تم اپنی نمازوں کو حقیر سمجھو گے۔ وہ قرآن کریم کی تلاوت کریں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نہیں اُترے گا (یا فرمایا کہ) ان کے گلے سے نہیں اُترے گا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانے کو چیر کر دوسری طرف نکل جاتا ہے۔'' (۲)

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے شب معراج ایک ایسی قوم کو دیکھا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے۔ جب آپ ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے ان کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا ﴿ هُمْ خُطَبَاءُ أُمَّتِكَ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ وَ يَقْرَؤُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَلَا يَعْمَلُوْنَ بِهِ ﴾ ''یہ آپ کی امت کے وہ خطیب ہیں جو ایسی باتیں کرتے تھے جن پر خود عمل نہیں کرتے تھے اور یہ کتاب اللہ (قرآن کریم) کی تلاوت تو کرتے تھے لیکن اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔'' (۳)

یہی باعث ہے کہ نبی کریم ﷺ قرآن کریم کے ہر حکم پر سب سے پہلے خود عمل کرتے تھے حتی کہ جب ایک مرتبہ سعد بن ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کے خُلق کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ انہوں نے جواب دیا، کیوں نہیں۔ تو آپ نے فرمایا ﴿ فَإِنَّ خُلُقَ نَبِيِّ اللّٰهِ كَانَ الْقُرْآنَ ﴾ ''بیشک اللہ کے نبی ﷺ کا خُلق قرآن ہے (یعنی جو کچھ بھی قرآن میں ہے وہ

(۱) [الامثال فی القرآن الکریم (ص : ۲۷)]

(۲) [بخاری (۶۹۳۱) کتاب استتابۃ المرتدین : باب قتل الخوارج و الملحدین]

(۳) [حسن : صحیح الجامع الصغیر (۱۲۹) صحیح الترغیب (۲/۲۸۹) کنز العمال (۳۱۸۵۶) بیھقی فی شعب الایمان (۴۹۶۶)، (۴/۲۵۰) ابو نعیم فی الحلیۃ (۲/۳۸۶) تھذیب الآثار للطبری (۶/۲۷۰)]

سب کچھ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں دکھائی دیتا ہے)۔''(۱)

صحابہ کرام کی بھی یہی حالت تھی کہ قرآن کا جتنا حصہ بھی پڑھتے اس پر فوراً عمل شروع کر دیتے چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ''جب ہم میں سے کوئی دس آیات سیکھ لیتا تھا تو اس وقت تک اس سے آگے نہیں بڑھتا تھا جب تک کہ اس کے معانی نہ جان لیتا اور ان کے مطابق عمل نہ کر لیتا۔''(۲) اور ابو عبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ''ہمیں اُن لوگوں نے بیان کیا جو قرآن کریم پڑھتے تھے جیسے عثمان بن عفان اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما وغیرہ کہ اُن لوگوں کا طرزِ عمل یہ تھا کہ جب وہ دس آیات سیکھ لیتے تو اس وقت تک ان سے آگے نہ بڑھتے جب تک کہ ان آیات کے علم و عمل کو نہ سیکھ لیتے۔ انہوں نے کہا کہ اسی طرح ہم نے پڑھا اور علم و عمل سیکھا۔''(۳)

قرآن کریم پر عمل کے فوائد وثمرات

(1) ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝﴾ [النحل : ۹۷] ''جس نے نیک عمل کیا، مرد ہو یا عورت، جبکہ وہ مومن ہو، تو ہم اس کو (دنیا میں) پاکیزہ زندگی (قلبی سکون، ذہنی پریشانیوں سے نجات اور حلال رزق وغیرہ) عطا کریں گے اور (آخرت میں) ضرور ان کو ان کا اجر وثواب (بدلہ) میں دیں گے، اس سے زیادہ اچھا جو وہ عمل کرتے تھے (یعنی آخرت میں انہیں ایسی ایسی نعمتیں حاصل ہوں گی جنہیں کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، کسی کان نے سنا نہیں اور نہ ہی اُن کا کسی کے دل میں کبھی خیال ہی پیدا ہوا ہے، پس اللہ انہیں دنیا میں بھی خیر و بھلائی سے نوازے گا اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کرے گا)۔''

(2) ﴿وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ۝﴾ [الانعام : ۱۳۲] ''اور (ان میں سے) ہر ایک کے لئے بلحاظِ اعمال مختلف درجے ہیں (مثلاً اہل جنت کے لئے جنت میں مختلف درجات ہوں گے اور ان درجات میں کتنا فاصلہ ہوگا اس کی حقیقت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہے) اور آپ کا رب ان کے اعمال سے غافل نہیں (یعنی وہ ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق ہی جزا دے گا)۔''

(3) ﴿فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝﴾ [الاعراف : ۱۵۷] ''پس جو لوگ آپ (ﷺ) پر ایمان لائے اور جنہوں نے آپ کی توقیر و تعظیم کی اور آپ کی مدد کی اور اُس نور (ہدایت، قرآن کریم) کی پیروی کی جو آپ کے ساتھ اُترا ہے وہی لوگ فلاح

---

(۱) [مسلم (۷٤٦) كتاب كتاب صلاة المسافرين : باب جامع صلاة الليل ...]

(۲) [مقدمة تفسير ابن كثير (۳٦/۱)]

(۳) [تفسير ابن جرير الطبری (٦۰/۱) ابن ابی شيبة (۱۱۷۱٦)]

پانے والے ہیں (یعنی دنیا و آخرت میں شرور وفتن سے محفوظ رہیں گے اور ہر مقام پر خیر و بھلائی ہی ان کا مقدر بنے گی، نیز قرآن کریم کو نور اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ وہ جہالت کے اندھیروں کو مٹاتا ہے اور اور حق کی روشنی عطا کرتا ہے جس میں چلنا اندھیرے میں چلنے کی نسبت بہت آسان ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ قرآن کے نور سے روشنی حاصل کرے اور اس کے اوامر پر عمل اور اس کے نواہی سے اجتناب کرے)۔''

(4) ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ۝﴾ [محمد : ٢] ''اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اور وہ اُس (قرآن) پر بھی ایمان لائے جو محمد (ﷺ) پر نازل کیا گیا ہے اور وہ حق ہے ان کے رب کی طرف سے اللہ نے اُن سے اُن کی برائیاں دور کر دیں (خواہ چھوٹی ہوں یا بڑی اور جب ان کے گناہ مٹا دیئے گئے تو یقیناً وہ دنیا و آخرت کے عذاب سے نجات پا گئے) اور ان کے حال کی اصلاح کر دی (اس سے بڑی اور کیا نعمت ہو سکتی ہے کہ انسان کے تمام احوال کی اصلاح کر دی جائے، اس کے تمام معاملات درست ہو جائیں، اسے قلبی اطمینان نصیب ہو جائے، ہر وقت وہ راحت و سکون میں ہو، پریشانیوں سے اسے نجات مل جائے، پاکیزہ زندگی اُسے نصیب ہو جائے اور اللہ تعالیٰ سے اجرِ عظیم کی اُسے بشارت مل جائے)۔''

(5) ﴿فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝﴾ [الزمر : ١٧-١٨] ''آپ میرے (اُن) بندوں کو بشارت دے دیجئے۔ جو بات کو غور سے کان لگا کر سنتے ہیں اور اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں (بلاشبہ سب سے اچھی بات اللہ تعالیٰ کی ہے، پھر رسول ﷺ کی ہے)، یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی اور یہی عقل والے ہیں (یعنی اللہ اور اس کے رسول کی بات پر عمل کرنے والے ہدایت یافتہ بھی ہیں اور عقل مند بھی کیونکہ نیک اعمال بجالانے کی خوبی اُن میں اسی وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اُمورِ خیر کی ہدایت سے نوازا ہے اور چونکہ یہ لوگ اچھائی برائی میں تمیز کر سکتے ہیں اس لئے یہ عقل مند بھی ہیں اور اگر یوں کہا جائے کہ عقل مندی ہے ہی اسی چیز کا نام تو بے جا نہ ہو گا کیونکہ جو انسان اچھائی اور برائی میں تمیز نہیں کر سکتا وہ یقیناً ناقص العقل ہے، اور ان ہدایت یافتہ لوگوں نے دنیا کی اَدنیٰ زندگی پر آخرت کی اَبدی زندگی کو ترجیح دی ہے تو بلاشبہ یہ اُن کی عقل مندی ہی کی علامت ہے)۔''

قرآن کریم کے کسی حکم کو ناپسند کرنے یا کسی آیت کا مذاق اڑانے کی سزا

○ جو شخص قرآن کریم کے کسی ایک حکم کو بھی ناپسند کرتا ہے اہل علم کا کہنا ہے کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۝﴾ [محمد : ٨-٩] ''اور جولوگ کافر ہوئے ان کے لیے ہلاکت ہو، اللہ ان کے اعمال غارت کر دے۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ کی نازل کردہ چیز (قرآن کریم) کو ناپسند کیا، پس اللہ نے (بھی) ان کے اعمال برباد کر دیئے۔'' امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''اللہ کی نازل کردہ چیز'' سے مراد قرآن کریم یا عقیدہ توحید یا عقیدہ آخرت ہے۔(۱)

معلوم ہوا کہ قرآن کریم کے کسی بھی حکم سے بغض رکھنا یا اسے ناپسند کرنا کفر اور تمام اعمال کے ضیاع کا موجب ہے۔ یہی باعث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شریعت کے کچھ حصے کو ماننے اور کچھ حصے کو رد کرنے والوں کو دنیا میں ذلت ورسوائی اور آخرت میں سخت عذاب کی وعید سنائی ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ

﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰۤى اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾

[البقرة : ٨٥] ''کیا تم کتاب کے ایک حصے پر ایمان لاتے ہو اور دوسرے حصے کا انکار کرتے ہو؟ پس تم میں سے جو شخص یہ کام کرے گا اس کی سزا اس کے سوا کوئی نہیں کہ رسوائی ہو دنیوی زندگی میں اور قیامت کے دن وہ سخت ترین عذاب کی طرف دھکیلے جائیں گے۔''

○ قرآن کریم کے کسی حکم کا مذاق اڑانا کتاب وسنت کی نصوص اور مسلمانوں کے اجماع کے ساتھ کفر ہے۔ لہٰذا جو شخص بھی اسلام کے خلاف کوئی ایسی بات کرے جس سے مقصود لوگوں کو ہنسانا ہو یا اسلام کی تنقیص وتوہین مقصود ہو (جیسے مسجد، مدرسہ، داڑھی، برقعہ اور حجاب وغیرہ کو مذاق بنانا) یا عملاً کسی ایسے کام کا مظاہرہ کرے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآىِٕفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآىِٕفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝﴾ [التوبة : ٦٥-٦٦] ''اگر آپ ان سے پوچھیں تو صاف کہہ دیں گے کہ ہم تو یونہی آپس میں ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ کہہ دیجئے کہ اللہ، اس کی آیتیں اور اس کا رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کے لیے رہ گئے ہیں۔ تم عذر پیش نہ کرو یقیناً تم اپنے ایمان کے بعد کفر کر چکے ہو۔''

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

---

(۱) [دیکھئے : تفسیر مفاتیح الغیب (٨٨/١٤)]

﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَۨا ۝﴾ [النساء : ١٤٠] ''اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس اپنی کتاب میں یہ حکم اتار چکا ہے کہ تم جب کسی مجلس والوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے اور مذاق اڑاتے ہوئے سنو تو اس مجمع میں ان کے ساتھ نہ بیٹھو، جب تک کہ وہ اس کے علاوہ اور باتیں نہ کرنے لگیں، (ورنہ) تم بھی اس وقت انہی جیسے ہو، یقیناً اللہ تعالیٰ تمام کافروں اور سب منافقوں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔''

قرآن کریم سے روگردانی کی سزا

قرآن کریم پر ایمان، اس کی تلاوت، اس کے معنی ومفہوم کو سمجھنے، اس پر عمل کرنے، اس کی دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس اور اس کے مطابق فیصلے کرنے سے روگردانی کرنے والا دنیا میں بھی رسوا ہوگا اور آخرت میں بھی۔ دنیا میں اس کی گزران تنگ کردی جائے گی، اسے اطمینانِ قلب نصیب نہ ہوگا اور اس کے ساتھ ایک شیطان مقرر کردیا جائے گا جو ہر وقت اسے راہِ راست سے روکے گا۔ ایسا شخص قبر کے عذاب میں مبتلا رہے گا اور آخرت میں اسے اندھا کرکے اٹھایا جائے گا۔ نیز روزِ قیامت خود قرآن اس شخص کے خلاف گواہی دے گا، اسے جہنم میں پھینکوائے گا اور محمد ﷺ بھی اللہ تعالیٰ سے اس کی شکایت کریں گے۔ اس کے چند دلائل آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمایئے:

(1) ﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۝١٢٤ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ۝١٢٥ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ۝١٢٦﴾ [طه : ١٢٤ - ١٢٦] ''اور جو میرے ذکر (وحی، احکامِ الٰہی، کتاب اللہ) سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی تنگی میں رہے گی اور ہم اسے بروز قیامت اندھا کرکے اٹھائیں گے۔ وہ کہے گا کہ الٰہی! مجھے تو نے اندھا بنا کر کیوں اٹھایا؟ حالانکہ میں تو دیکھتا بھالتا تھا۔ (جواب ملے گا کہ) اسی طرح ہونا چاہیے تھا تو میری آئی ہوئی آیتوں کو بھول گیا تو آج تو بھی بھلا دیا جاتا ہے۔''

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''جس نے میرے ذکر سے اعراض کیا'' یعنی میرے دین، میری کتاب کی تلاوت اور اس میں موجود احکامات پر عمل سے روگردانی کی۔ (۱)

علامہ عبدالرحمٰن بن ناصر سعدی رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں کہ ''جو میرے ذکر سے روگردانی کرے'' یعنی جس کسی نے میری کتاب کریم سے اعراض کیا جس سے تمام مطالب عالیہ حاصل کئے جاتے ہیں اور اس سے روگردانی کر

(۱) [تفسیر قرطبی (۱۱/۲۵۸)]

کے اس کو چھوڑ دیا، یا اس کے ساتھ اس سے بھی بڑھ کر برا سلوک کیا یعنی اس کا انکار کر کے کفر کا ارتکاب کیا۔ (۱)

علامہ ابوبکر الجزائری ''جس نے میرے ذکر سے اعراض کیا'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یعنی جس نے قرآن کریم سے روگردانی کی، اس پر ایمان نہ لایا اور جو اس میں احکام ہیں اُن پر عمل نہ کیا۔ اور ''تنگ گذران'' کی تفسیر یوں کرتے ہیں کہ یعنی اسے (دنیوی زندگی میں) ایسی تنگی چمٹ جائے گی کہ اس کا دل (مسلسل) تنگی و گھٹن میں ہی رہے گا خواہ اسے کتنی ہی وسعت و کشادگی (خوشحالی و مالی فراوانی) مل جائے۔ (۲)

نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''تنگ گذران'' سے مراد اس دنیوی زندگی میں تنگی ہے۔ (۳)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ ''اس کی گذران تنگ ہو جائے گی'' یعنی دنیا میں تنگ ہو جائے گی جس کے نتیجے میں اس کو اطمینان اور انشراحِ صدر حاصل نہیں ہو گا بلکہ اس کا سینہ ضلالت کی وجہ سے تنگ ہو کر حرج میں مبتلا ہو جاتا ہے، گو یا بظاہر خوش و خرم ہو، جو چاہے لباس پہنے جو چاہے کھائے اور جہاں چاہے رہے کیونکہ اس کا دل جب تک یقین و ہدایت کے لئے خالص نہ ہو گا، وہ قلق و حیرت اور شک میں رہے گا اور گذران تنگ ہونے کے یہی معنی ہیں۔ (۴)

(2) ﴿وَمَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا﴾ [بنی اسرائیل : ۷۲]

''اور جو اس دنیا میں (قرآن کریم، آیات الٰہی اور واضح و روشن دلائل سے) اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا اور راہ سے بہت بھٹکا ہوا رہے گا (کیونکہ عمل کی جزا بھی اسی کی جنس سے ہوتی ہے یعنی جیسا کرو گے ویسا بھرو گے)۔''

(3) ﴿وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ [الزخرف : ۳۶-۳۷] ''اور جو رحمٰن کے ذکر سے اندھا (غافل) ہو جائے تو ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں، پھر وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔ اور بلاشبہ وہ (شیاطین) انہیں (سیدھے) راستے سے روکتے ہیں جبکہ وہ خیال کرتے ہیں کہ بیشک وہ ہدایت پر ہیں۔''

''رحمٰن کے ذکر سے'' جو قرآن عظیم ہے جو سب سے بڑی رحمت ہے جس کے ذریعے سے اللہ رحمٰن نے اپنے بندوں پر رحم کیا ہے۔ جو کوئی اس کو قبول کرے وہ بہترین عطیے کو قبول کرتا ہے اور وہ سب سے بڑے مطلوب و مقصود کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور جو کوئی اس رحمت سے روگردانی کرتے ہوئے اسے ٹھکرا دے، وہ

---

(۱) [تفسیر السعدی (۱۶۴۶/۲)]

(۲) [ایسر التفاسیر (۴۵۸/۲)]

(۳) [فتح البیان فی مقاصد القرآن (۲۹۰/۸)]

(۴) [تفسیر ابن کثیر (۸۶/۴-۸۷)]

خائب وخاسر ہوتا ہے، اس کے بعد وہ ہمیشہ کے لئے سعادت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر ایک سرکش شیطان مسلط کر دیتا ہے جو اس کے ساتھ رہتا ہے، وہ اس کے ساتھ جھوٹے وعدے کرتا ہے، اسے امیدیں دلاتا ہے اور اسے گناہوں پر اُبھارتا ہے۔(۱)

امام خازن رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں کہ ''رحمٰن کے ذکر سے غافل ہو جاتا ہے'' یعنی اس کی سزا سے نہیں ڈرتا اور نہ ہی اس کے ثواب کی امید رکھتا ہے اور ایک قول کے مطابق یہ مراد ہے کہ وہ قرآن سے روگردانی کرتا ہے۔(۲)

علامہ آلوسی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ ''رحمٰن کے ذکر'' سے مراد قرآن کریم ہے۔(۳)

(4) ﴿وَقَالَ الرَّسُولُ يَٰرَبِّ إِنَّ قَوْمِي ٱتَّخَذُوا هَٰذَا ٱلْقُرْءَانَ مَهْجُورًا ﴿٣٠﴾﴾ [الفرقان: ۳۰]

''اور رسول (ﷺ) کہیں گے: اے میرے رب! بیشک میری قوم (جن کی ہدایت کے لئے تو نے مجھے مبعوث کیا تھا انہوں) نے اس قرآن کو (اعراض کرتے ہوئے) متروک بنا دیا (پس پشت ڈال دیا) تھا (حالانکہ ان پر واجب تھا کہ وہ اس کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کرتے، اس کے احکام کو قبول کرتے اور اس کی پیروی کرتے)۔''

واضح رہے کہ قرآن مجید پڑھا جائے تو شور و غوغا کرنا تاکہ وہ سنائی نہ دے، یہ قرآن کریم کو چھوڑنے کی ایک صورت ہے۔ ایک صورت یہ ہے کہ قرآن پر ایمان نہ لایا جائے اور اس کی تصدیق نہ کی جائے۔ قرآن کریم میں غور و فکر اور تدبر نہ کرنا بھی اسے چھوڑنے کی ایک صورت ہے۔ اس کے مطابق عمل نہ کرنا، اس کے احکام کی اطاعت نہ بجالانا اور اس کے نواہی سے اجتناب نہ کرنا بھی اسے چھوڑنے کی ایک صورت ہے۔ قرآن (کی تلاوت وغیرہ) سے اعراض کر کے شعر یا قول یا موسیقی یا لہو ولعب یا قصے کہانیوں یا قرآن کے بتائے ہوئے راستے کے علاوہ کسی دوسرے راستے کو اختیار کرنا بھی اسے چھوڑنے ہی کی ایک صورت ہے۔(۴)

اسی طرح قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھنے اور اس پر عمل کے بجائے اسے محض ریشمی غلافوں میں لپیٹ کر گھروں میں بطورِ تعظیم کسی بلند جگہ پر سجائے رکھنا، عدالتوں میں اس پر ہاتھ رکھ کر قسمیں اٹھانا، شادی بیاہ کے موقع پر اس کے سائے میں بیٹیوں کو رخصت کرنا یا کسی مرنے والے کے ایصالِ ثواب کے لئے اسے پڑھنا بھی قرآن کریم کو چھوڑنے ہی کی مختلف صورتیں ہیں کیونکہ قرآن کریم کے نزول کا مقصد یہ نہیں تھا بلکہ اصل مقصد یہ تھا کہ لوگ اسے سمجھیں اور اس سے ہدایت حاصل کریں اور گمراہی کا راستہ چھوڑ کر ہدایت کا راستہ اپنائیں۔ رسول اللہ ﷺ بھی

---

(۱) [ماخوذ از، تفسیر السعدی (۲۴۷۸/۳)]

(۲) [لباب التاویل فی معانی التنزیل (۳۷۸/۵)]

(۳) [روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی (۳۵۶/۱۸)]

(۴) [ماخوذ از، تفسیر ابن کثیر (۳۸۵/۴)]

روزِ قیامت اللہ تعالیٰ سے لوگوں کی یہی شکایت کریں گے کہ انہوں نے نزولِ قرآن کے اصل مقصد کو پورا نہیں کیا۔

(5) قبر میں جب منکر نکیر سوال کریں گے تو دنیا میں قرآن سے روگردانی کرنے والا کسی سوال کا بھی جواب نہ دے سکے گا تو فرشتے اس سے کہیں گے ﴿ لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ ، ثُمَّ يُضْرَبُ بِمِطْرَقَةٍ مِّنْ حَدِيْدٍ ضَرْبَةً بَيْنَ اُذُنَيْهِ ، فَيَصِيْحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيْهِ اِلَّا الثَّقَلَيْنِ ﴾ ''نہ تو نے کچھ سمجھا اور نہ (کتاب وسنت کو) پڑھا۔ اس کے بعد اسے ایک لوہے کے ہتھوڑے سے بڑے زور سے مارا جائے گا اور وہ اتنا بھیانک طریقے سے چیخے گا کہ انسانوں اور جنات کے سوا اردگرد کی ہر چیز اس کی آواز سنے گی۔''(۱)

(6) فرمانِ نبوی ہے کہ ''(روزِ قیامت) قرآن کریم تیرے حق میں گواہی دے گا (اگر تو نے اس پر عمل کیا) یا تیرے خلاف گواہی دے گا (اگر تو نے اس سے اعراض کیا)۔''(۲)

(7) ایک اور فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ مَنْ جَعَلَهُ خَلْفَ ظَهْرِهٖ سَاقَهُ اِلَى النَّارِ ﴾ ''جس نے اسے (یعنی قرآن کریم کو) پس پشت ڈال دیا (نہ اسے پڑھا، نہ سمجھا اور نہ عمل کیا) تو وہ اسے جہنم میں لے جائے گا۔''(۳)

قرآن کریم کی عظیم شان

○ قرآن کریم کے شرف وعظمت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اسے رب العالمین نے نازل فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ ﴿ وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الشعراء : ۱۹۲]۔

○ قرآن کریم ایک ایسی عظیم کتاب ہے جسے اس کے نازل کرنے والے نے خود عظیم کے وصف کے ساتھ متصف کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ ﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴾ [الحجر : ۸۷] ''اور بے شک ہم نے آپ کو بار بار دہرائی جانے والی سات آیتیں اور قرآن عظیم دیا ہے۔''

○ قرآن کریم کی عظیم شان کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا گیا، اس لئے کہ عربی زبان دیگر تمام زبانوں کی نسبت سب سے زیادہ فصیح، روشن اور وسیع ہے اور انسانی جذبات واحساسات کو سب سے زیادہ بہتر طور پر ادا کرنے کی صلاحیتوں سے مالا مال ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ

﴿ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ○ ﴾ [یوسف : ۲] ''بلاشبہ ہم نے اس (قرآن) کو عربی (زبان) میں نازل کیا تاکہ تم سمجھو۔''

---

(۱) [بخاری (۱۳۳۸) کتاب الجنائز : باب المیت یسمع خفق النعال]

(۲) [مسلم (۲۲۳) کتاب الطهارة : باب فضل الوضوء]

(۳) [صحیح : صحیح الجامع (۲۴۴۳) السلسلة الصحیحة (۲۰۱۹) طبرانی کبیر (۱۳۲/۹) شعب الایمان للبیهقی (۲۰۱۰) صحیح ابن حبان (۱۲۴)، (۳۳۱/۱)]

○ قرآن کریم کی بلند شان کو یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ اسے سب سے اشرف فرشتے (جبرئیل علیہ السلام) کے ذریعے سے، تمام رسولوں میں سے اشرف رسول (محمد ﷺ) پر روئے زمین کے سب سے بہترین حصے (مکہ ومدینہ) پر نازل کیا گیا۔ چنانچہ علامہ عبدالرحمٰن بن ناصر سعدی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ آپ غور کیجئے کہ کیسے یہ تمام فضائل فاخرہ اس عظیم کتاب میں جمع ہو گئے ہیں: یہ کتاب سب سے افضل کتاب ہے، اسے سب سے افضل فرشتہ لے کر نازل ہوا، اُس ہستی پر نازل ہوئی جو مخلوق میں سب سے افضل ہے اور جسم میں سب سے افضل حصے یعنی آپ کے دل پر نازل کی، سب سے افضل اُمت پر نازل کی گئی اور سب سے افضل، سب سے فصیح اور سب سے وسیع زبان میں نازل کی گئی اور وہ ہے واضح عربی زبان۔ (۱)

○ قرآن کریم کا شرف یہ بھی ہے کہ اس کے نزول کا آغاز سال کے سب سے اشرف مہینے یعنی رمضان المبارک اور پھر اس کی سب سے اشرف رات 'شب قدر' میں ہوا چنانچہ ارشاد ہے کہ

﴿إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ ○﴾ [القدر : ۱] ''بیشک ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل کیا۔''

○ قرآن کریم کی عظیم شان کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن کریم کی سند بالکل صحیح، نہایت عظیم اور بلند ہے۔ اور وہ سند یوں ہے کہ تمام انبیاء کے سردار محمد ﷺ نے تمام فرشتوں کے سردار جبرئیل علیہ السلام سے سنا اور جبرئیل علیہ السلام نے ساری کائنات کے خالق و مالک اللہ رب العالمین سے سنا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَإِنَّهُۥ لَتَنزِيلُ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ○ نَزَلَ بِهِ ٱلرُّوحُ ٱلْأَمِينُ ○ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ ٱلْمُنذِرِينَ ○﴾ [الشعراء : ۱۹۲۔۱۹۴] ''بلاشبہ یہ (قرآن) رب العالمین کا نازل کردہ ہے۔ اسے روح الامین (جبرئیل علیہ السلام) لے کر نازل ہوا۔ (اے پیغمبر ﷺ!) آپ کے دل پر تاکہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہوں۔''

○ قرآن کریم کا شرف یہ بھی ہے کہ یہ ایک معجز کتاب ہے یعنی اس جیسی کتاب نہ آج تک کوئی پیش کر سکا ہے اور نہ ہی قیامت تک پیش کر سکے گا خواہ جن و انس مل کر بھی کوشش کریں۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ

﴿قُل لَّئِنِ ٱجْتَمَعَتِ ٱلْإِنسُ وَٱلْجِنُّ عَلَىٰٓ أَن يَأْتُوا۟ بِمِثْلِ هَٰذَا ٱلْقُرْءَانِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِۦ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ○﴾ [الاسراء : ۸۸] ''(اے پیغمبر!) کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جن مل کر بھی اس قرآن جیسی کتاب لانا چاہیں تو وہ اس جیسی نہیں لا سکتے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔''

○ عظمتِ قرآن کی ایک نظیر یہ بھی ہے کہ قرآن نہ صرف جن و انس کو متاثر کرتا ہے بلکہ اس کی شدتِ تاثیر کا یہ عالَم ہے کہ اگر اسے کسی پہاڑ پر نازل کیا جاتا تو وہ بھی خشیتِ الٰہی سے ریزہ ریزہ ہو جاتا [الحشر : ۲۱]۔

---

(۱) [تفسیر السعدی (۱۹۲۲/۲)]

○ قرآن کریم میں کوئی تناقض اور تضاد نہیں، یہ بھی اس کی عظیم شان کی ایک علامت ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ ﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾ [النساء : ۸۲] ''اور اگر یہ (قرآن) اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ (لوگ) یقیناً اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔''

○ قرآن کریم کا شرف یہ بھی ہے کہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود اپنے اوپر لی ہے۔ چنانچہ فرمایا ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ [الحجر : ۹] ''بے شک ہم ہی نے اس ذکر (قرآن) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

○ یہ بھی قرآن کریم کا شرف ہے کہ اسے پڑھنے، سمجھنے اور حفظ کرنے کے لئے آسان بنادیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ [القمر : ۱۷] ''اور بیشک ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان بنادیا ہے تو کوئی ہے نصیحت پکڑنے والا۔'' بلاشبہ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج ہمیں دنیا بھر میں ہر رنگ اور نسل کے افراد کی کثیر تعداد' کہ جسے شمار کرنا ناممکن ہے' قرآن کی حافظ دکھائی دیتی ہے۔ جبکہ اس کے برعکس اگر تورات وانجیل کے حافظ تلاش کئے جائیں تو شاید ہی کوئی مل سکے۔

○ قرآن کریم کی عظیم شان اس بات سے بھی نمایاں ہے کہ قرآن سابقہ الہامی کتب (تورات، انجیل، زبور) کا مصدق اور محافظ ونگران ہے۔ چنانچہ اس کی وضاحت اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں کی ہے کہ

﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ﴾

[المائدة : ٤٨] ''اور (اے پیغمبر!) ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی، یہ تصدیق کرنے والی ہے اُس کتاب کی جو اس سے پہلے تھی اور اس پر نگہبان ہے۔''

''قرآن کریم سابقہ کتابوں کا مصدق ونگہبان ہے'' اس کی وضاحت اہل علم نے یوں کی ہے کہ قرآن ان کے صحیح ہونے کی گواہی دیتا ہے، ان کے اصولوں اور باقی رہنے والی فروعات کا اثبات کرتا ہے اور ان کے منسوخ احکام کی وضاحت کرتا ہے، یا اس کے معنی یہ ہیں کہ قرآن سابقہ کتابوں کا اس لئے امین ہے کہ یہ پچھلی کتابوں میں وارد جن باتوں کے بارے میں تصدیق کرے وہ سچ ہیں، ان کی تصدیق کی جائے گی اور جن باتوں کے بارے میں تکذیب کرے تو وہ یقیناً باطل ہیں، یا ان معنوں میں قرآن ان کا محافظ ہے کہ وہ ان میں بیان کردہ عقیدۂ توحید اور دین کے تمام اصول وکلیات کی قیامت تک حفاظت کرنے والا ہے، یا قرآن کریم اس مفہوم میں نگران ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ مقدس کلام پچھلی کتابوں کی صداقت پر دلالت کرتا ہے یعنی یہ بتلاتا ہے کہ وہ کتابیں اللہ کی طرف سے ہیں ،اس لئے کہ یہ قرآن انہی کی بیان کردہ صفات کے مطابق آیا ہے۔ (۱)

(۱) [ماخوذ از قرآن کی عظمتیں از محمود بن احمد الدوسری (ص : ۱۰۳)]

امام ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب عظیم کو جسے اس نے انسانیت کی ہدایت کے لئے آخری کتاب کے طور پر نازل فرمایا ہے، تمام کتابوں سے زیادہ جامع، سب سے عظیم اور سب سے اکمل بنا کر اس میں سابقہ تمام کتابوں کے محاسن کو نہ صرف جمع فرما دیا بلکہ اسے ایسے ایسے کمالات عطا فرمائے ہیں جو سابقہ کتابوں میں سے کسی اور کو نصیب نہ ہو سکے تھے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اسے تمام کتابوں پر شاہد، امین اور حاکم بنا دیا ہے۔(۱)

○ قرآن کریم کی عظمت کا اظہار یوں بھی ہوتا ہے کہ اس کی ہر بات سچی ہے حتی کہ اگر کوئی اس کی کسی بات میں شک بھی کرتا ہے تو وہ دین وایمان سے خارج اور جہنمی تصور کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ﴾ [البقرة : ۲] ''یہ کتاب (قرآن کریم) اس میں کوئی شک نہیں۔'' ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے بے ایمان لوگوں کی حالت یوں بیان فرمائی کہ ﴿وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ﴾ [التوبة : ٤٥] ''ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں۔'' ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے جہنم میں جانے والے منافقین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ﴿وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ﴾ [الحديد : ١٤] ''لیکن تم نے خود کو (کفر ونفاق کے) فتنے میں ڈالے رکھا اور (مسلمانوں کی تباہی) کے انتظار میں رہے اور (دین وقرآن کے بارے میں) شک میں پڑے رہے (اس لئے آج تم سے کوئی فدیہ قبول نہ کیا جائے گا اور تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے)۔''

○ قرآن کریم کی بلند شان اس کی لائی ہوئی تعلیمات میں بھی جھلکتی ہے کہ جن میں کوئی ٹیڑھ پن نہیں، بلکہ بالکل سیدھی اور کھری ہیں اور اصلاح وفلاح کا راستہ واضح کرتی ہیں اور عالمگیر ہیں یعنی کسی زمانے، علاقے یا قوم تک محدود نہیں بلکہ قیامت تک آنے والے تمام جن وانس کی رہبری ورہنمائی کے لئے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ○ قَيِّمًا﴾ [الكهف : ١]

''ساری تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور اس میں کوئی ٹیڑھ پن نہیں رکھا اس حال میں کہ وہ سیدھی ہے (یعنی نہ تو اس کی کوئی خبر جھوٹی ہے، نہ کوئی عبث بات اس میں ہے اور نہ ہی اس کا کوئی حکم ظلم وزیادتی پر مشتمل ہے بلکہ اس کے اوامر ونواہی سراسر تزکیہ نفوس، کامل عدل وانصاف، اخلاص اور اللہ وحدہ لاشریک کی عبودیت پر مشتمل ہیں)۔'' ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ○﴾ [یوسف : ۱۰٤] ''یہ تمام جہانوں کے لئے نصیحت ہے۔''

قرآن کریم کی تاثیر اور اس کے چند نمونے

(1) قرآن کریم اپنے اندر کمال درجہ کی تاثیر رکھتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے ڈر سے جھک جاتا، پھٹ جاتا۔''(۲)

---

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۳٥٤/۲)] (۲) [الحشر : ۲۱]

(2) جب اہل ایمان قرآنی آیات سنتے ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے، ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور ان کا خشوع خضوع بھی بڑھ جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ ''مومن وہ ہیں جن کے دل اللہ کا ذکر سن کر کانپ اٹھتے ہیں اور جب ان کے سامنے اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔''(۱) اور فرمایا ''اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں (قرآن پڑھتے ہوئے) ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، پھر ان کے جسم اور دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف راغب ہو جاتے ہیں۔''(۲) اور فرمایا کہ ''جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا ہے انہیں جب یہ (قرآن تلاوت کر کے) سنایا جاتا ہے تو وہ منہ کے بل سجدے میں گر جاتے ہیں۔''(۳)

(3) بعض اہل ایمان پر قرآن اس قدر اثر کرتا ہے کہ اسے سنتے ہوئے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''اور جب وہ اُس کلام کو سنتے ہیں جو اس کے رسول کی طرف نازل کیا گیا تو تم دیکھتے ہو کہ حق کو پہچاننے کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلتے ہیں۔''(٤)

(4) نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق بعض قرآنی سورتوں (سورۂ ہود، واقعہ، مرسلات، نبا، تکویر) نے آپ پر اس قدر اثر کیا کہ آپ کو بڑھاپے تک پہنچا دیا۔(٥)

(5) ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے سورۂ نجم کی تلاوت فرمائی اور سجدۂ تلاوت کیا۔ اس سورت کی تلاوت نے مشرکین پر اس قدر اثر کیا کہ وہ بھی بے ساختہ آپ کے ساتھ سجدے میں گر گئے۔(٦)

(6) مشرکین کا ایک سردار عتبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور پیشکش کی کہ اگر آپ کو مال چاہیے تو ہم آپ کو مال دے دیتے ہیں، اگر آپ کو اعزاز و مرتبہ چاہیے تو ہم آپ کو اپنا سردار بنا لیتے ہیں اور اگر تم بادشاہ بننا چاہتے ہو تو تمہیں بادشاہ بنا لیتے ہیں... بالآخر جب عتبہ خاموش ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اب مجھے سنو، چنانچہ آپ نے سورۂ فصلت کی چند ابتدائی آیات تلاوت فرمائیں۔ ان آیات کا اس پر اتنا اثر ہوا کہ واپس جا کر اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں نے ایک ایسا کلام سنا ہے کہ ویسا کلام واللہ میں نے کبھی نہیں سنا۔ خدا کی قسم! وہ نہ شعر ہے، نہ جادو اور نہ کہانت لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ اس شخص کو اس کے حال پر ہی چھوڑ دو۔(۷)

(7) حضرت سوید بن صامت رضی اللہ عنہ ایک شاعر تھے۔ حج یا عمرہ کے لئے مکہ تشریف لائے تو نبی کریم ﷺ سے ملاقات ہوئی اور جب آپ سے قرآن کی تلاوت سنی تو فوراً مسلمان ہو گئے اور یہ اعتراف کیا کہ یہ کلام اُس کلام

---

(۱) [الانفال : ۲] (۲) [الزمر : ۲۳]
(۳) [الاسراء : ۱۰۷] (٤) [المائدة : ۸۳]
(٥) [صحیح : السلسلة الصحیحة (۹٥٥) صحیح ترمذی (۲٦۲۷) ترمذی (۳۲۹۷)]
(٦) [بخاری (٤۸٦۲) کتاب التفسیر : باب فاسجدوا لله واعبدوا]
(۷) [سیرت ابن هشام (۲۹۳/۱)]

(اشعار وحکمت لقمان) سے بہت بہتر ہے جو میرے پاس ہے۔(۱)

(8) حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب میں نے رسول اللہ ﷺ سے قرآن کی تلاوت سنی تو (اس نے مجھ پر اتنا اثر کیا کہ) میں نے وہیں اسلام قبول کر لیا۔(۲)

(9) مدینہ کے ایک سردار حضرت اُسید رضی اللہ عنہ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کے پاس انہیں دعوت وتبلیغ سے روکنے آئے لیکن جب قرآن کریم کی تلاوت سنی تو کہا یہ تو بڑا ہی عمدہ اور بہت ہی خوب تر (کلام) ہے۔ اور پھر مسلمان ہو گئے۔(۳)

(10) ہجرت کے راستے میں نبی ﷺ کو بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ ملے، یہ اپنی قوم کے سردار تھے اور قریش نے جس زبردست انعام کا اعلان کر رکھا تھا اسی کے لالچ میں نبی ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکلے تھے، لیکن جب رسول اللہ ﷺ سے سامنا ہوا اور بات چیت ہوئی (اور قرآن سنا) تو نقد دل دے بیٹھے اور اپنی قوم کے ستر آدمیوں سمیت وہیں مسلمان ہو گئے۔(٤)

قرآن کریم اور نو مسلم

آئندہ سطور میں اُن چند نو مسلم حضرات کے تجربات کا ذکر کیا جا رہا ہے جن پر قرآن کریم نے اس قدر اثر کیا کہ انہیں اسلام قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔

○ ابراہیم خلیل احمد جو کہ قِسِّیس کے مرتبے پر فائز عیسائی پادری تھے، انہوں نے قرآن کریم کا انتہائی باریک بینی کے ساتھ مطالعہ کیا اور بالآخر ۱۳۸۰ھ میں قبولِ اسلام کا اعلان کر دیا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ''میں یقیناً اس بات کا اعتقاد رکھتا ہوں کہ اگر میں دہریہ انسان ہوتا یعنی اس کائنات کے خالق کے وجود پر ایمان رکھتا نہ آسمانی رسالتوں میں سے کسی رسالت پر ایمان رکھنے والا ہوتا اور میرے پاس کچھ لوگ آتے جو مجھے مختلف جدید علوم کی ایسی باتیں بتاتے جو قرآن کریم نے پہلے ہی بیان کر دی ہیں تو یقیناً میں رب العزت، صاحب جبروت، خالق ارض وسماء پر ایمان لے آتا اور اس کے ساتھ کسی کو کبھی شریک نہ ٹھہراتا۔''(٥) مزید فرماتے ہیں کہ ''مسلمان کو چاہیے کہ قرآن پر فخر کرے اور اس سے قوت حاصل کرے کیونکہ قرآن کریم پانی کے مانند ہے جس میں ہر اس شخص کے لئے زندگی کی بشارت ہے جو اسے سیر ہو کر پیتا ہے۔''(٦) انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ ''قرآن کریم ہر اعتبار سے مختلف

---

(۱) [تاریخ اسلام، از اکبر شاہ نجیب آبادی (۱۲۵/۱) الرحیق المختوم (ص: ۱۸۹)]

(۲) [سیرت ابن ہشام (۱۸۲,۱) رحمة للعالمین (۸۱/۱) الرحیق المختوم (ص: ۱۹۳)]

(۳) [الرحیق المختوم (ص: ۲۰۷)]

(٤) [رحمة للعالمین (۱۰۱/۱) الرحیق المختوم (ص: ۲۳۸)]

(٥) [قالو عن الاسلام (ص: ٤٩)]

(٦) [بالقرآن اسلم ھؤلاء (ص: ۱۳۱-۱۳٦)]

جدید علوم مثلاً طب، فلکیات، جغرافیہ، جیالوجی (ارضیات) قانون، عمرانیات اور تاریخ وغیرہ پر سبقت لے گیا ہے۔ پس ہمارے دور میں جدید علوم کو یہ دیکھنا چاہیے کہ قرآن عظیم کس کس چیز کا پہلے ہی تذکرہ فرما چکا ہے۔''(۱)

○ ڈاکٹر گرینیا نے بھی قرآن کریم سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔ وہ قبولِ اسلام کا سبب یوں بیان کرتے ہیں کہ ''بلاشبہ میں نے قرآن کی وہ تمام آیات تلاش کیں جن کا تعلق طبی اور سائنسی علوم سے تھا اور انہیں میں نے چھوٹی عمر ہی میں پڑھ لیا تھا اور میں انہیں بخوبی جانتا تھا۔ پس میں نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ یہ آیات جدید علوم ومعارف سے پوری طرح مطابقت رکھتی ہیں، چنانچہ میں نے اسلام قبول کر لیا کیونکہ مجھے پورا یقین ہو گیا تھا کہ حضرت محمد ﷺ ایک ہزار سال پہلے، جب کہ اس دور میں وہاں بنی نوع انسان میں سے کوئی معلم اور مدرس ہی موجود نہیں تھا، واضح حق لے کر آئے۔ اگر جدید علوم وفنون کے ماہرین میری طرح دنیاوی اغراض سے خالی ہو کر غیر جانبداری سے اپنے علم وفن کے متعلق قرآنی آیات کا اپنے اُن علوم وفنون سے موازنہ کریں جو انہوں نے بڑی تگ ودو اور اعلیٰ معیار کے مطابق حاصل کیے ہیں تو بشرط دانش مندی وہ یقیناً اسلام قبول کر لیں گے۔''(۲)

○ فرانسیسی مستشرق ایتن دانیا بھی قرآن سے متاثر ہو کر مسلمان ہوئے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ''ہر مومن ہر زمان ومکان میں نہایت آسانی سے صرف کتاب اللہ کی تلاوت ہی سے اس معجزے کو دیکھ سکتا ہے، اسی معجزے کی بدولت اسلام ساری دنیا میں پھیل گیا مگر اسلام کی زبردست قبولیت اور پھیلاؤ کے حقیقی سبب کا ادراک یورپی لوگ نہیں کر سکتے کیونکہ وہ قرآن کریم سے بالکل بے خبر ہیں یا پھر وہ قرآن کریم کو ایسے ترجموں کے ذریعے سے جانتے ہیں جن میں عملی زندگی کی کوئی رمق نہیں، مزید برآں وہ تراجم قرآن کریم کے لطیف اور دقیق نکات سے یکسر خالی ہیں۔''(۳)

○ پادری جان باٹسٹ اہونیمو بیان کرتے ہیں کہ ''میرے قبولِ اسلام کے مرحلے کی تکمیل کا سبب ایک علمی لیکچر میں میری موجودگی ہے۔ یہ لیکچر درحقیقت ایک مسلمان اور ایک عیسائی کے درمیان مناظرے کی روداد پر مشتمل تھا۔ میں اس لیکچر کے دوران میں سورۂ مریم اور ایک دوسری سورت سنتے ہی اس بات پر مطمئن ہو گیا کہ بلاشبہ اسلام ہی اصل دین حق ہے۔''(۴)

○ ڈاکٹر احمد نسیم سوسہ پہلے یہودی تھے پھر مسلمان ہو گئے، بیان کرتے ہیں کہ ''اسلام کی طرف میرا میلان اس وقت ہوا جب میں نے سب سے پہلے قرآن کریم کا مطالعہ شروع کیا۔ میں اسی وقت سے قرآن کا دلدادہ ہو گیا تھا

---

(۱) [محمد ﷺ فی التوراة والانجیل والقرآن (ص: ٤٧-٤٨)]

(۲) [بالقرآن اسلم هؤلاء (ص: ٧٦)]

(۳) [قالوا عن الاسلام (ص: ٦٣) الاسلام فی العقل العالمی (ص: ١٩٧-١٩٨)]

(٤) [بالقرآن اسلام هؤلاء (ص: ٨٩)]

اور میں قرآنی آیات کی تلاوت سن کر جھوم اٹھتا تھا۔"(۱) مزید فرماتے ہیں کہ "میں یہ گمان نہیں کرتا کہ کوئی چیز ایسی ہو جو دین اسلام اور اس کی روحانیت کی حقیقت کا ادراک رکھنے والے آدمی پر اس قدر اثر انداز ہو جس قدر قرآن مجید کی آیات اس کے حواس پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ جب وہ قرآن سنتا ہے تو روحانی تعلق اور اتصال کا پر جوش جذبہ اسے گھیر لیتا ہے، اللہ جل جلالہ کی ہیبت اور جلال اسے اپنی طرف کھینچتا ہے اور وہ کامل خشوع وخضوع کے ساتھ اپنے رب کے کلام عظیم کے سامنے اپنی عاجزی، انکسار اور ضعف کا اقرار کرتا ہے۔"(۲)

- برطانوی گلوکار کیٹ سٹیونز نے بھی قرآن کی وجہ سے اسلام قبول کیا، کہتے ہیں کہ "قرآن کریم کی قراءت میری فطرت میں موجود ہر اس چیز کے لئے تصدیق وتوثیق ثابت ہوئی جسے میں حق سمجھتا تھا اور قرآن کریم سن کر یوں محسوس ہوا گویا وہ میری حقیقی شخصیت کی تشکیل اور اس کی حقیقی رہنمائی کرنے والی کتاب ہے۔"(۳)
- برطانوی خاتون ہونی کہتی ہے کہ "چاہے میں کتنی ہی کوشش کرلوں حقیقت یہ ہے کہ میں قرآن عظیم کی اس تاثیر کو بیان کرنے کی استطاعت نہیں رکھتی جو قرآن عظیم نے میرے دل میں سمودی ہے۔ میں ابھی قرآن عظیم کی تیسری سورت بھی ختم نہیں کر پائی تھی کہ میں نے اپنے آپ کو خالق کائنات کے سامنے سجدہ ریز دیکھا۔ قبول اسلام کے بعد یہ میری پہلی نماز تھی۔"(٤)
- سابق بھارتی عیسائی عامر علی داود بھی قرآن پڑھ کر مسلمان ہوئے، بیان کرتے ہیں کہ "میں نے انگریزی زبان میں قرآن کریم کے ترجمے کا ایک نسخہ لیا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ مسلمانوں کے ہاں یہی ایک مقدس کتاب ہے، پھر جب میں نے قرآن کو پڑھنا شروع کیا اور اس کے معانی ومفاہیم پر غور وفکر کرنے لگا تو میری ساری دلچسپیاں اور توجہات صرف قرآن کریم سمجھنے پر مرکوز ہوگئیں۔ کیا بتاؤں! مجھے اس وقت کس قدر مسرت بخش حیرت کا سامنا کرنا پڑا جب مجھے یکایک قرآن کریم کے ابتدائی صفحات ہی میں تخلیق کائنات کے مقصد کے سلسلے میں اپنے خلجان انگیز سوال کا نہایت تسلی بخش اور صحیح جواب مل گیا۔"(٥)
- سمندر کی گہرائی اور اس گہرائی میں سخت اندھیرے کے متعلق قرآنی آیت پڑھ کر براؤن مسلمان ہوگیا۔ قرآن کریم میں ہے کہ "یا (کافروں کے اعمال) گہرے سمندر میں اندھیروں کی طرح ہیں، جسے ایک موج ڈھانپتی ہو، اس کے اوپر ایک اور موج ہو، اس کے اوپر بادل ہو، (غرض) اوپر تلے اندھیرے (ہی اندھیرے

---

(۱) [قالوا عن الاسلام (ص : ۷۰)]

(۲) [في طريقي الى الاسلام (۱۸۳/۱-۱۸٤)]

(۳) [قالوا عن الاسلام (ص : ٦٨) بالقرآن اسلم هؤلاء (ص : ۹۱-۹۳)]

(٤) [رجال ونساء اسلموا (٥٠/٥-٥١)]

(٥) [رجال ونساء اسلمون (۱۰۹/۸)]

چھائے ہوئے) ہوں۔ اگر وہ اپنا ہاتھ نکالے تو لگتا ہے کہ وہ اسے بھی نہ دیکھ سکے اور جس کے لئے اللہ نے نور نہیں بنایا تو اس کے لئے (کہیں بھی) کوئی نور نہیں۔''(۱) گہرے سمندر میں سخت اندھیرے کا ذکر تو قرآن کریم میں چودہ سو سال سے ہے لیکن عملاً سمندری ماہرین نے اسے کچھ ہی عرصہ پہلے دریافت کیا ہے۔

اس آیت پر پہنچ کر براؤن نے ایک ہندوستانی عالم سے پوچھا ''کیا تمہارے نبی حضرت محمد ﷺ نے کبھی سمندر کا سفر کیا تھا؟'' اس عالم نے جواب دیا ''نہیں''۔ اس نے پھر پوچھا ''تو پھر انہیں سمندری علوم کس نے سکھائے؟'' اس عالم نے کہا، آپ کو اس سوال کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی، اصل مقصد بتایئے؟ براؤن نے کہا ''میں نے اسلام کی کتاب (قرآن کریم) کی ایک آیت پڑھی ہے۔ سمندر کی گہرائی کے متعلق اس میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اسے صرف وہی شخص جان سکتا ہے جسے سمندر کا وسیع علم دیا گیا ہو، پھر براؤن نے اس عالم کو یہ آیت پڑھ کر سنائی اور کہا: جب محمد ﷺ نے کبھی سمندر کا سفر کیا نہ سمندری علوم کے ماہرین اور اساتذہ سے کوئی معلومات حاصل کیں اور نہ انہوں نے کسی یونیورسٹی یا تحقیقی ادارے میں کوئی تحقیق کی بلکہ وہ ناخواندہ تھے تو پھر انہیں یہ نفع بخش علم کس نے سکھایا؟ اس کا ایک ہی جواب ہے کہ یہ خالق کائنات کی طرف سے بالکل سچی وحی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔''(۲)

○ ایک جرمن سائنسدان بیان کرتا ہے کہ ''میرے قبولِ اسلام کا سبب یہ آیت ہے ﴿بَلٰى قَادِرِيْنَ عَلٰى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ﴾ [القیامۃ : ٤] ''کیوں نہیں! بلکہ ہم تو اس کی پور پور ٹھیک کرنے پر قادر ہیں۔'' پوروں کے نشانات کے فکر انگیز معاملے کا انکشاف یورپ پر آج کے جدید دور میں ہوا ہے جبکہ عربوں کو اس کی مطلق کوئی خبر ہی نہیں تھی، لہٰذا قرآن کریم فی الحقیقت کلامِ الٰہی ہے یہ کسی انسان کا کلام نہیں۔''(۳)

قرآن کریم اور مستشرقین

مستشرق اُس غیر مسلم مغربی سکالر کو کہتے ہیں جس نے دین اسلام کا گہرا مطالعہ کیا ہو۔ آئندہ سطور میں قرآن کریم کی بلند شان اور عظمت وشرف کے حوالے سے چند مستشرقین کے برملا اعترافات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

○ فرانسیسی مستشرق ایلکس لوزون کہتا ہے کہ ''حضرت محمد ﷺ نے دنیا کے لئے ایسی کتاب چھوڑی ہے جو بلاغت کا حیرت انگیز نمونہ، اخلاقیات کی دستاویز اور نہایت مقدس کتاب ہے۔ جدید علمی انکشافات میں سے کوئی

---

(۱) [النور : ٤٠]

(۲) [بالاسلام اسلم ھؤلاء (ص : ٣٠)]

(۳) [مع کتاب اللہ ، احمد عبد الرحیم السایح ، مجلۃ الجامعۃ الاسلامیۃ ، عدد : ٤٠ ربیع الاول ١٣٩٨ھ ، ص : ٢٣-٢٧] ۔ ماخوذ از : قرآن کی عظمتیں از محمود بن احمد الدوسری (ص : ٣٠٦-٣١٤)]

مسئلہ اور انکشاف ایسا نہیں جو اسلامی بنیادوں اور عقائد کے متضاد ہو۔ اس اعتبار سے قرآن کی تعلیمات اور طبیعی وسائنسی قوانین کے درمیان مکمل یکسانیت اور ہم آہنگی موجود ہے۔''(۱)

○ مسٹر لوئی سیدیو کا کہنا ہے کہ ''اہم بات یہ ہے کہ براعظم ایشیا میں برصغیر ہند تک اور براعظم افریقہ میں سوڈان تک مختلف زبانیں بولنے والی قوموں کے مابین قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے جسے سب سمجھتے ہیں اور اسی قرآن نے ان متضاد اور مختلف طبیعتوں والی قوموں کو زبان اور جذبات واحساسات کے رابطے کے ذریعے سے آپس میں جوڑ دیا ہے۔''(۲)

○ برطانوی وزیر اعظم گلیڈ سٹون نے برطانوی پارلیمنٹ کے ارکان سے خطاب کرتے ہوئے برملا کہا تھا ''جب تک مسلمانوں کے ہاتھوں میں قرآن کریم ہے، اس وقت تک ہم مسلمانوں پر اپنا تسلط قائم نہیں کر سکتے، لہٰذا ہمارے لئے اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے کہ ہم قرآن کا وجود ختم کر دیں یا اس سے مسلمانوں کا تعلق توڑ دیں۔''(۳)

○ جرمن مستشرق ڈاکٹر شومبس کا کہنا ہے کہ ''میرے جیسے یورپی آدمی کے اعتراف حقیقت سے لوگ حیران رہ جاتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ میں نے قرآن کریم کا بڑے غور سے مطالعہ کیا ہے۔ میں نے اس میں ایسے بلند مرتبہ معانی محکم نظم وربط اور تعجب انگیز بلاغت پائی ہے جس کی نظیر مجھے زندگی بھر کبھی نظر نہیں آئی۔ اس کا ایک ہی جملہ بڑی بڑی کتابوں سے بے نیاز کر دیتا ہے۔''(۴)

○ فرانسیسی محقق کاؤنٹ ہنری دی کاسٹری کہتا ہے کہ ''عقل یہ بات تسلیم کرنے میں متردد ہے کہ ایک ان پڑھ انسان (یعنی محمد ﷺ) کے لبوں سے قرآنی آیات کا صدور وظہور ہو جبکہ سارا مشرق اعتراف کرتا ہے کہ لفظی ومعنوی لحاظ سے قرآنی آیات جیسا کلام لانا محال ہے۔''(۵)

○ جیمز مچنز کا کہنا ہے کہ ''بلاشبہ قرآن کریم دنیا بھر میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ قرآن حفظ کرنے میں سب سے آسان اور اپنے اوپر ایمان لانے والے شخص کی روزمرہ زندگی پر سب سے زیادہ اثر انداز ہونے والی کتاب ہے۔''(۶)

○ عیسائی عرب محقق نصری سلہب کہتا ہے کہ ''آپ (ﷺ) پڑھ سکتے تھے نہ لکھ سکتے تھے۔ ناگہاں یہ ناخواندہ

---

(۱) [بالقرآن اسلم ھؤلاء (ص : ٦٣)]

(۲) [تاریخ العرب العام (ص : ٤٥٨)]

(۳) [عالمیة القرآن الکریم، الدکتور وھبة الزحیلی (ص : ١٤-١٥)]

(٤) [بالقرآن اسلم ھؤلاء (ص : ٤٩)]

(٥) [القرآن الکریم من منظور غربی، دکتور عماد الدین خلیل (ص : ١٨)]

(٦) [ایضا (ص : ٦٠)]

شخصیت انسانیت کو ایک اثر آفریں مکتوب کی طرف دعوت دینے لگی جس کے ساتھ ہی ابتدا سے گھٹنوں کے بل چلنے والی انسانیت بلوغت کو پہنچ گئی۔ یہ مکتوب وہ قرآن کریم ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اہل تقویٰ کے لئے اپنے رسول پر نازل فرمایا ہے۔"(۱)

○ امریکی ڈاکٹر سڈنی فشر قرآن کی تعریف میں کہتا ہے کہ "قرآن کریم ایک ایسی زندہ آواز ہے جو عربی آدمی کے دل کو تسکین اور ٹھنڈک بہم پہنچاتی ہے اور جب اسے قرآن محظوظ کن خوش الحانی سے سنایا جائے تو اس کی تسکین دوچند ہو جاتی ہے۔"(۲)

○ مستشرق جارج سیل کہتا ہے کہ "بیشک قرآن کا اسلوب بہت خوبصورت، دل نشین اور نہایت رواں دواں ہے۔ قرآن کا انداز بیان بہر پہلو شیریں، خوش گوار اور باوقار ہے۔ خاص طور پر جب قرآن اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظمت وجلالت بیان کرتا ہے تو اس کا حسن بیان دوبالا اور نہایت باوقار ہو جاتا ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ قرآن کریم اپنے اسلوب وآہنگ کے ذریعے اپنی تلاوت سننے والوں کے قلوب واذہان کو مسخر کر دیتا ہے، چاہے وہ اس پر ایمان رکھتے ہوں یا نہ رکھتے ہوں۔"(۳)

○ مغربی محقق کوبولڈ کا کہنا ہے کہ "یہ قرآن کریم ہی ہے جس نے عربوں کو دنیا کی فتح پر آمادہ کیا اور انہیں ایسی زبردست سلطنت قائم کرنے کا موقع فراہم کیا جو وسعت، قوت، تعمیر وترقی اور تہذیب وتمدن کے اعتبار سے سکندر اعظم اور روما کی سلطنت سے فائق تھی۔"(٤)

○ ڈاکٹر لورافیشیا فاغلیری کہتی ہے "بلاشبہ اسلام کی سب سے بڑی عظمت کا مظہر قرآن کریم ہی ہے... قرآن کریم کے اللہ تعالیٰ ہی کا کلام ہونے کی ایک ابدی دلیل اور برہان ہمیشہ درخشاں رہے گی، یعنی یہ حقیقت کہ قرآن کریم ہر نص اور تمام الفاظ اس کے نزول سے لے کر آج تک طویل صدیاں گزرنے کے باوجود غیر تحریف شدہ اور اپنی اصل حالت میں بالکل صاف شفاف موجود ہیں۔"(٥)

○ موسیو بیرک نے برطانوی پارلیمنٹ میں تقریر کے دوران کہا "بیشک تاریخ جن قوانین کو جانتی ہے ان میں سب سے زیادہ محکم، زیادہ قابل فہم اور زیادہ رحم والی تعلیمات قرآن کریم کی ہیں۔"(٦)

---

(۱) [في خطى محمد (ص : ۹٤)]

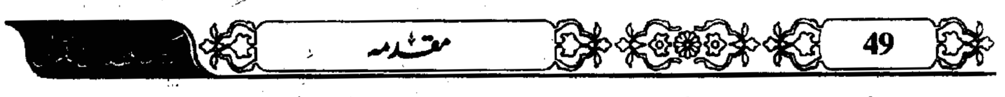
(۲) [القرآن الكريم من منظور غربي (ص : ٦٥)]

(۳) [ايضا (ص : ٦١)]

(٤) [البحث عن الله (ص : ٥١)]

(٥) [دفاع عن الاسلام (ص : ۳۰ـ۳۲)]

(٦) [ايضا (ص : ٥٩)]



○ مسٹر ہرشفیلڈ کا کہنا ہے کہ ''قائل کرنے، فصاحت و بلاغت اور جملوں کی ترکیب کے لحاظ سے قرآن کریم کی کوئی نظیر نظر نہیں آتی اور اسلام کے ہر شعبۂ زندگی میں مختلف علوم کے فروغ پانے کا کمال بھی قرآن ہی کا مرہونِ منت ہے۔''(۱)

○ ڈاکٹر جارج حتا کہتا ہے کہ ''بیشک اس بات کا اقرار ضروری ہے کہ قرآن کریم یقیناً دین اور قانون کی کتاب ہے مگر اس سے بھی بڑھ کر یہ فصیح اور بلیغ عربی زبان کی کتاب ہے۔ عربی زبان کو فروغ دینے میں قرآن کریم کو بہت عظیم فضیلت حاصل ہے۔ ائمہ لغت خواہ وہ مسلمان ہوں یا عیسائی، وہ کسی کلمے کی بلاغت اور اس کا حسنِ بیان جاننے کے لئے عرصۂ دراز سے قرآن کریم کی طرف رجوع کرتے چلے آرہے ہیں۔''(۲)

○ الجزائر پر ناجائز قبضے کی سوسالہ تقریب میں فرانسیسی گورنر نے کہا ''جب تک الجزائری مسلمان قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور عربی زبان بولتے رہیں گے ہم ان پر غلبہ نہیں پا سکتے، لہٰذا ہمارے اوپر واجب ہے کہ ہم قرآن کریم کا وجود مٹادیں، مسلمانوں کو قرآن سے محروم کردیں اور ان کی زبانوں سے عربی نکال کر اس کا قلع قمع کردیں۔''(۳)

○ فرانسیسی وزیر اعظم لاکوسٹ جب الجزائر کے شہ سوار مجاہدوں سے عاجز آگیا تو اس نے کہا ''میں کیا کرسکتا ہوں؟ قرآن کریم تو فرانس سے بھی زیادہ طاقتور ہے۔''(٤)

قرآن کریم اور جدید سائنس

اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں کو معجزات عطا فرمائے تاکہ لوگوں کے سامنے پیغمبروں کی صداقت ثابت ہو سکے۔ ہمارے پیارے نبی محمد ﷺ کو بھی مختلف معجزے عطا کئے گئے لیکن آپ کے تمام معجزات میں سب سے عظیم معجزہ قرآن کریم ہے جو تا قیامت موجود رہے گا۔ قرآن کریم میں بعض آیات ایسی بھی ہیں جن کے سائنسی حقائق سے اُس دور میں آگہی نہیں ہو سکی تھی کیونکہ اس وقت اکثریت کم تعلیم یافتہ و ناخواندہ تھی اور پھر ان سائنسی معلومات کو سمجھنے کے ذرائع بھی میسر نہ تھے۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انسانی معلومات، ایجادات اور انکشافات میں وسعت پیدا ہوتی گئی اور قرآن کریم کے طالب علموں نے قرآن کریم کے روحانی و علمی معارف کے ساتھ ساتھ اِن سائنسی دلائل و براہین پر بھی غور و خوض کرنا شروع کردیا۔

---

(۱) [التربية فی کتاب الله، محمود عبد الوهاب (ص: ٥٢-٥٣)]

(۲) [قصة الانسان (ص: ٧٩-٨٠)]

(۳) [قادة الغرب يقولون، جلال العالم (ص: ٣١)]

(٤) [ایضا (ص: ٥١)] ماخوذ از، قرآن کی عظمتیں، از محمود بن احمد الدوسری (ص: ١١١-١١٩)]

اگرچہ قرآن کوئی سائنس کی کتاب نہیں لیکن چونکہ یہ اول و آخر کے تمام علوم کا سرچشمہ ہے اس لئے محققین نے قرآن کریم کا اس جہت سے بھی مطالعہ کیا ہے۔ قرآن کریم میں موجود بہت سارے سائنسی حقائق کو آج کی جدید سائنس ثابت کر چکی ہے جس کے نتیجے میں ساری دنیا میں سائنسدان قرآن کی حقانیت پر ایمان لا رہے ہیں۔ انہی میں سے ایک ڈاکٹر موریس بوکائے (Dr.Maurice Bucaille) بھی ہیں جو ایک معروف کتاب ''بائبل، قرآن اور سائنس'' (The Bible, The Quran, And Science) کے مصنف ہیں۔ انہوں نے قرآن کریم کے بہت سے حقائق کو جدید سائنسی حقائق پر پرکھا، پھر جب قرآنی حقائق کو جدید سائنسی تحقیقات کے مطابق پایا تو مسلمان ہو گئے۔ وہ اپنی مذکورہ کتاب میں رقمطراز ہیں کہ

''جب میں نے پہلے پہل قرآنی وحی و تنزیل کا جائزہ لیا تو میرا نقطہ نظر کلیتاً معروضی تھا۔ پہلے سے کوئی سوچا سمجھا منصوبہ نہ تھا۔ میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ قرآنی متن اور جدید سائنسی معلومات کے مابین کس درجہ مطابقت ہے۔ تراجم سے مجھے پتہ چلا کہ قرآن ہر طرح کے قدرتی حوادث کا اکثر اشارہ کرتا ہے لیکن اس مطالعہ سے مجھے مختصر سی معلومات حاصل ہوئیں۔ جب میں نے گہری نظر سے عربی زبان میں اس کے متن کا مطالعہ کیا اور ایک فہرست تیار کی تو مجھے اس کام کو مکمل کرنے کے بعد اس شہادت کا اقرار کرنا پڑا جو میرے سامنے تھی کہ قرآن میں ایک بھی بیان ایسا نہیں ملا جس پر جدید سائنس کے نقطہ نظر سے حرف گیری کی جا سکے۔ اس معیار کو میں نے عہد نامہ قدیم اور اناجیل کے لئے آزمایا اور ہمیشہ ہی معروضی نقطہ نظر قائم رکھا۔ اول الذکر میں مجھے پہلی کتاب آفرینش سے آگے نہیں جانا پڑا اور ایسے بیانات مل گئے جو جدید سائنس کے مسلمہ حقائق سے کلی طور پر عدم مطابقت رکھتے تھے۔ اناجیل کو شروع کرتے ہی فوری طور پر ایک سنجیدہ مسئلہ سے سابقہ پڑتا ہے۔ پہلے ہی صفحہ پر ہمیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نسب نامہ ملتا ہے لیکن اس موضوع سے متعلق متیٰ کا متن واضح طور پر لوقا کے متن سے مختلف ہے۔ ایک اور مسئلہ اس لحاظ سے بھی سامنے آیا کہ مؤخر الذکر میں کرۂ ارض پر انسان کی قدامت سے متعلق معلومات جدید (سائنسی) معلومات سے متبائن (جدا، مختلف) ہیں۔''(۱)

آئندہ سطور میں چند ایسے قرآنی حقائق کا ذکر کیا جا رہا ہے جنہیں آج کی جدید سائنس بھی ثابت کر چکی ہے۔

○ قرآن کریم میں ہے کہ ﴿ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ، وَ الْجِبَالَ اَوْتَادًا ﴾[النبا : ٦-٧] ''کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا؟ اور پہاڑوں کو میخیں (یعنی کیل نہیں بنایا؟ جنہیں زمین میں یوں گاڑ دیا کہ زمین مضبوط ہو گئی، اسے ثبات و قرار آ گیا، وہ ٹھہر گئی اور اپنے اوپر کی آبادی کو حرکت نہیں دیتی۔ ابن کثیر)۔''

موجودہ ارضی سائنس نے ثابت کیا ہے کہ پہاڑ سطح زمین کے نیچے گہری جڑیں رکھتے ہیں اور یہ جڑیں سطح

---

(۱) [بائبل، قرآن اور سائنس۔ ترجمہ ثناء الحق صدیقی (ص: ۲۱-۲۲)]

زمین پران کی بلندی سے کئی گنا زیادہ گہرائی میں اتری ہوئی ہیں، لہٰذا پہاڑوں کی اس کیفیت کو بیان کرنے کے لئے مناسب ترین لفظ میخیں (Pegs) ہی ہے کیونکہ ٹھیک طور پر گاڑی ہوئی میخوں کا اکثر حصہ زمین کی سطح کے نیچے ہی ہوتا ہے۔ سائنس کی تاریخ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ یہ سائنسی تحقیق صرف ڈیڑھ صدی پہلے 1865ء میں اسٹرانومر رائل (برطانوی شاہی فلکیات دان) سر جارج ایئری نے پیش کی تھی جبکہ قرآن نے یہ بات ساتویں صدی عیسوی میں ہی بتا دی تھی۔

○ قرآن کریم میں ہے کہ ﴿ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ، نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ﴾[العلق : ۱۵-۱۶] ''یقیناً اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اسے پیشانی (کے بالوں) سے پکڑ کر گھسیٹیں گے۔ ایسی پیشانی جو جھوٹی اور خطا کار ہے۔'' یعنی یہاں قرآن نے پیشانی کو جھوٹی کہا، یہ نہیں کہا کہ وہ شخص جھوٹا ہے۔ تو آج کی جدید سائنس نے جب انسانی کھوپڑی کی تحقیق کی تو یہ بات سامنے آئی کہ انسان کی کھوپڑی کا سامنے والا حصہ نیکی اور بدی کے افعال کی منصوبہ بندی کرنے، ان افعال کی تحریک دینے اور ان کا آغاز کرنے کا ذمہ دار ہے اور جھوٹ بولنے اور سچ بولنے کی ذمہ داری بھی اسی پر ہے۔ پروفیسر کائتھ ایل مور "الاعجاز العلمی فی الناصیۃ" میں لکھتے ہیں ''سائنسدانوں نے دماغ کے پیش جبھی علاقے کے یہ افعال پچھلے ساٹھ سال میں دریافت کئے ہیں مگر قرآن پاک نے اس ضمن میں واضح اشارات تقریباً ڈیڑھ ہزار سال پہلے ہی بیان کر دیئے تھے۔''

○ قرآن کریم میں ہے کہ ﴿ وَهُوَ الَّذِىْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَىْ رَحْمَتِهٖ حَتّٰى اِذَا اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ ﴾[الاعراف : ۵۷] ''اور وہی (اللہ) ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت کے آگے آگے خوشخبری لئے ہوئے بھیجتا ہے حتیٰ کہ وہ (ہوائیں) بھاری بادلوں کو اٹھاتی ہیں تو ہم انہیں کسی مردہ علاقے کی طرف ہانک دیتے ہیں، پھر ہم ان کے ذریعے سے پانی نازل کرتے ہیں۔''

اس آیت میں بادلوں کے عظیم ذخیرے کو سحاباً ثقالاً (بھاری بادل) سے تعبیر کیا گیا ہے اور موجودہ سائنسدانوں کی تحقیق یہ کہتی ہے کہ ایسے گرجنے والے اور بارش برسانے والے بادلوں میں سے ایک بادل میں 3 لاکھ ٹن تک پانی جمع ہوتا ہے۔ ان کا یہ بھی اندازہ ہے کہ سطح زمین پر تقریباً ایک کروڑ 60 لاکھ ٹن پانی ایک سیکنڈ میں بخارات بنتا ہے اور یہ مقدار پانی کی اُس مقدار کے برابر ہے جو ایک سیکنڈ میں زمین پر برستا ہے۔ پانی کا یہ چکر ایک ایسا توازن رکھتا ہے جسے صانع فطرت نے قائم کر رکھا ہے۔

○ قرآن کریم میں ہے کہ ﴿ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ ﴾[البقرۃ : ۲۸۲] ''اور تم اپنے مسلمان مردوں میں سے دو گواہ بنالو، پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں (گواہ بنالو۔ یعنی دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے)۔''

آج جدید سائنسی تحقیق نے یہ ثابت کیا ہے کہ مرد اور عورت کے دماغ حتمی طور پر یکساں نہیں۔ دونوں کے دیکھنے اور سننے کی صلاحیت میں فرق ہے۔ مرد اپنی خاص دماغی بناوٹ کی بنا پر آسانی سے کسی ایک چیز پر توجہ فوکس (مرکوز) کر سکتا ہے، جبکہ عورت کا فوکس پھیل جاتا ہے وہ بیک وقت مختلف چیزوں کو دیکھتی اور سنتی ہے۔ گویا مرد کا مرکزِ توجہ ایک چیز ہوتی ہے اور عورت کا مرکزِ توجہ کئی چیزیں۔ اس فرق کی بنا پر ہمیشہ یہ امکان رہے گا کہ جس دستاویز کی گواہی دینی ہے اس کو مرد کے دماغ نے اس کی پوری صورت میں ذہن نشین کیا ہو جبکہ عورت کے معاملے میں یہ امکان ہے کہ مختلف فطری بناوٹ کی بنا پر اس کے دماغ نے کسی بات کو تمام اجزاء کے ساتھ ذہن نشین نہ کیا ہو۔ ایسی حالت میں ایک مرد کی جگہ دو عورتوں کو گواہ بنانے میں یہ حکمت ہے کہ اگر واقعے کا ایک پہلو ایک عورت سے چھوٹ جائے تو دوسری عورت اس کی تلافی کر دے۔ یہی وہ حقیقت ہے جس کو قرآن کی مذکورہ بالا آیت میں بیان کیا گیا ہے اور سائنسی تحقیق سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کا یہ حکم ایک ایسی ہستی کی ہدایت ہے جو انسان کی رگ رگ، نس نس اور خلیہ خلیہ سے واقف ہے اور جانتی ہے کہ اس کے لئے کیا مناسب اور کیا نامناسب ہے۔

○ قرآن کریم میں ہے کہ ﴿ ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ ﴾[حم السجدة : ۱۱] ''پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا جو اس وقت محض دھواں تھا (یعنی کائنات ابتداء میں دھواں دھواں تھی)۔'' آج سے ڈیڑھ ہزار سال قبل کسی کے تصور میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ کائنات ابتدا میں دھواں تھی اور اس میں سے اجرامِ فلکی پیدا کئے گئے۔ ہاں، جدید سائنس یہ کہتی ہے کہ کائنات کی تشکیل ایسے گیسی مادے سے ہوئی جو ہائیڈروجن اور ہیلیم جیسے عناصر سے مرکب تھا اور آہستہ آہستہ گردش کر رہا تھا۔ یہ دھواں دھار مادہ انجام کار متعدد ٹکڑوں میں بٹ گیا اور اس سے ستارے اور سیارے وجود میں آئے۔

○ قرآن کریم میں ہے کہ ﴿ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ﴾[الانبياء : ۳۰] ''اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز بنائی (یعنی زندگی کی ابتدا پانی سے ہوئی)۔'' دورِ جدید کے سائنسدان اس بات پر متفق ہیں کہ زندگی کی ابتدا پانی سے ہوئی۔ پانی تمام جاندار خلیات کا جزو اعظم ہے اور اس کے بغیر زندگی ممکن ہی نہیں۔ یہی باعث ہے کہ جب کسی دوسرے سیارے پر زندگی کے امکانات پر بحث کی جاتی ہے تو پہلا سوال یہ ہوتا ہے کہ کیا وہاں حیات کو قائم رکھنے کے لئے کافی مقدار میں پانی موجود ہے یا نہیں۔

○ قرآن کریم میں ہے کہ ﴿ وَمِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ ﴾ [الرعد : ۳] ''اور (اسی نے) ہر طرح کے پھلوں کے دو دو جوڑے پیدا کئے (یعنی تمام پھل جوڑا جوڑا پیدا کئے)۔'' اس دور میں سائنسدانوں نے یہ انکشاف کیا ہے کہ نباتات میں بھی ہر چیز جوڑا جوڑا ہے (یعنی نر اور مادہ) یہ بات اُس زمانے میں جبکہ قرآن مجید نازل ہو رہا تھا کسی شخص کو بھی معلوم نہیں تھی لیکن اس مقدس کتاب میں یہ بات وضاحت کے

ساتھ بیان کر دی گئی ہے۔

○ قرآن کریم میں ہے کہ ﴿ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ﴾[الانعام : ١٢٥] ''اور جسے (اللہ تعالیٰ) گمراہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ تنگ اور گھٹا ہوا کر دیتا ہے گویا وہ آسمان پر چڑھ رہا ہے (یعنی بلندی کو جاتے وقت سینہ تنگ ہو جاتا ہے اور سانس کی گھٹن ہوتی ہے)۔''
جس دور میں قرآن نازل ہو رہا تھا لوگوں کا خیال تھا کہ بلندی کی طرف چڑھنے سے اسے تازہ ہوا اور فرحت محسوس ہو گی جبکہ جدید دور میں جب ہوائی جہاز ایجاد ہوا اور وہ تیس چالیس ہزار فٹ کی بلندی پر پرواز کرنے لگا تو اسے پتہ چلا کہ بلندی پر جاتے ہوئے نسبتاً کم آکسیجن مہیا ہوتی ہے اور سانس لینے میں بہت دشواری پیش آتی ہے۔ اسی شدید گھٹن سے بچنے کے لئے ہوائی جہازوں میں مصنوعی آکسیجن لے جانے کا انتظام کیا جاتا ہے۔

○ قرآن کریم میں ہے کہ ﴿ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ﴾ [النساء : ٥٦] ''جب (آتش جہنم میں) اُن کی جلد گل جائے گی تو اس کی جگہ ہم دوسری جلد پیدا کر دیں گے تا کہ وہ خوب عذاب کا مزہ چکھیں۔'' اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ درد اور تکلیف کا تعلق صرف جلد سے ہے، یہی باعث ہے کہ گناہگاروں کو مزید تکلیف پہنچانے کے لئے بار بار جلد ہی تبدیل کی جائے گی۔ آج جدید طب نے یہ دریافت کیا ہے کہ وہ اعصاب جو درد کا ادراک کرتے ہیں (خواہ درد کی وجہ کوئی بھی ہو) فقط جلد میں ہی پائے جاتے ہیں۔

○ قرآن کریم میں ہے کہ ﴿ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ﴾[یٰسٓ : ٣٨] ''اور سورج اپنے ٹھکانے کی سمت دوڑا چلا جا رہا ہے (یعنی سورج مسلسل گردش میں ہے)۔'' سولہویں صدی عیسوی میں پولینڈ کے ماہر نجوم نکولاس کوپرنیکس نے یہ اعلان کیا کہ سورج ساکن ہے اور زمین اس کے گرد چکر لگا رہی ہے۔ دنیا جب اس نظریئے کو تسلیم کر چکی تو عالمِ اسلام میں ایک اضطراب کی کیفیت پیدا ہوئی کیونکہ قرآن میں تو سورج کو متحرک قرار دیا گیا ہے، بعدازاں اٹھارویں صدی میں سر فریڈرک ولیم ہرشل نے یہ اعلان کیا کہ سورج متحرک ہے۔

○ قرآن کریم میں ہے کہ ﴿ وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴾[الذاریات : ٤٧] ''ہم نے آسمان کو قوت سے بنایا اور ہم اس میں توسیع کرتے رہیں گے (یعنی کائنات میں مسلسل توسیع ہوتی رہے گی)۔''
آج کی سائنسی تحقیق سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ہر کہکشاں (Glaxy) دوسری کہکشاں سے دور ہٹتی جا رہی ہے اور اس طرح کائنات کی جسامت مسلسل بڑھ رہی ہے۔ یہ انکشاف 1948ء میں امریکہ میں ہوا۔

○ قرآن کریم میں ہے کہ ﴿ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ﴾ [القمر : ١] ''قیامت قریب آن پہنچی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔'' شقِ قمر کا معجزہ رسول بالتفصیل احادیث میں موجود ہے کہ لوگوں نے اپنی آنکھوں سے چاند کو یوں دو ٹکڑے ہوتے دیکھا کہ ایک ٹکڑا پہاڑ کے مشرقی جانب چلا گیا اور دوسرا مغربی جانب اور پھر دوبارہ چاند جڑ

گیا۔ چاند کے درمیان دراڑ (یا لکیر) کو سائنسدانوں نے بھی دیکھا ہے جو اس کے دو ٹکڑوں میں تقسیم ہونے کو ظاہر کرتی ہے۔ اور یہ دراڑ انہوں نے تقریباً 42 برس قبل دیکھی جب امریکی خلائی جہاز اپالو 11 نے چاند کی کچھ تصاویر بھیجیں۔

○ قرآن کریم میں ہے کہ ﴿ بَلٰى قَادِرِيْنَ عَلٰى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ﴾[القيامة : ٤] ''کیوں نہیں! بلکہ ہم تو اس کی پور پور ٹھیک کرنے پر قادر ہیں۔'' اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کے انگلیوں کے نشانات دوسرے شخص کی انگلیوں کے نشانات سے بالکل مختلف ہوتے ہیں۔ آج سائنسدانوں نے بھی اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ آج تک کسی شخص کے انگلیوں کے نشانات ایک دوسرے کے مماثل نہیں پائے گئے۔ نزولِ قرآن کے زمانے میں لوگوں کو اس بات کا علم نہیں تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے بعد میں آنے والوں کو اپنے عجائبات کی یہ اہم نشانی دکھا دی۔ جس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ قرآن ہر دور کے لئے زندہ کتاب ہے۔

○ قرآن کریم میں ہے کہ ﴿ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ﴾[يونس : ٩٢] ''(سمندر میں غرق ہوتے ہوئے فرعون سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا) آج ہم تیری لاش کو سمندر سے باہر پھینک دیں گے تاکہ تو بعد میں آنے والوں کے لئے عبرت کا نشان بن جائے۔'' اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کی لاش کو محفوظ کر لیا تاکہ وہ آنے والی نسلوں کے لئے عبرت بن سکے۔ صحابہ کا اس آیت پر مکمل ایمان تھا لیکن انہیں یہ علم نہیں تھا کہ فرعون کی لاش کہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون (رعمسیس III) کی لاش کو محفوظ کر دیا اور مصریوں کو حکم دیا کہ اس کی لاش کی ممی بنا کر آنے والی نسلوں کے لئے اللہ کی نشانی اور عبرت کا سامان بنائیں۔ 1898ء میں قاہرہ میں فرعون (رعمسیس ثالث) کی حنوط کی ہوئی لاش دریافت ہوئی۔ 1907ء میں معروف محقق ایلیٹ سمتھ نے جب اس کی ممی کی پٹیاں کھولیں تو اس کی لاش پر نمک کی ایک تہ جمی پائی گئی جو سمندر کے کھاری پانی میں اس کی غرقابی کی ایک کھلی علامت تھی۔ فرعون کی لاش آج بھی قاہرہ کے ایک میوزیم میں صحیح و سالم حالت میں محفوظ ہے۔

⇦ درج بالا تمام گفتگو قرآن کریم کی حقانیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ لیکن یہاں یہ یاد رہے کہ اگر کبھی کوئی سائنسی تحقیق قرآن کے خلاف ظاہر ہو (جیسے سورج کی گردش کے حوالے سے ظاہر ہوئی تھی) تو قرآن کو نہیں بلکہ سائنسی تحقیق کو غلط کہا جائے گا کیونکہ سائنس انسانی نظریات کا نام ہے اور نظریہ روزانہ بدلتا رہتا ہے جبکہ قرآن ایک حقیقت ثابتہ ہے اور حقیقت وہ چیز ہوتی ہے جس کے غلط ہونے کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔(۱)

---

(۱) [ماخوذ از، اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات، از آئی اے ابراهیم / ترجمہ محسن فارانی]۔ [قرآن کریم نمبر، ماهنامہ تعمیر افکار کراچی، اعجاز القرآن 'ایك سائنسی انداز نظر' از ڈاکٹر حافظ حقانی]۔ [مزید دیکھئے: قرآن پاك اور جدید سائنس از ڈاکٹر ذاکر نائك]



باب فضل القرآن — قرآن کریم کے (عمومی) فضائل

قرآن کریم بابرکت کتاب ہے

(1) ﴿ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴾ [الانعام: ۱۵۵]
''اور یہ (قرآن کریم) ایک عظیم کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے، یہ نہایت بابرکت ہے، پس تم اس کی پیروی کرو اور تقویٰ اختیار کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔''

(2) ﴿ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴾ [الانبیاء: ۵۰] ''اور یہ (قرآن) بابرکت ذکر ہے، اسے ہم نے نازل کیا ہے، کیا پھر تم اس کے منکر ہو؟''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان مقامات کے علاوہ مزید دو مقامات پر بھی قرآن کریم کو بابرکت کتاب کہا ہے۔[۱]
اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ''یہ کتاب بابرکت ہے'' کی تشریح میں اہل علم نے بیان فرمایا ہے کہ یعنی اس کتاب کے اندر خیر کثیر اور بے انتہا علم ہے جس سے تمام علوم مدد لیتے ہیں اور اس سے برکات حاصل کی جاتی ہیں۔ کوئی ایسی بھلائی نہیں جس کی طرف اس کتاب عظیم نے دعوت اور ترغیب نہ دی ہو اور اس بھلائی کی حکمتیں اور مصلحتیں بیان نہ کی ہوں جو اس پر آمادہ کرتی ہیں اور کوئی ایسی برائی نہیں جس سے اس کتاب نے روکا اور ڈرایا نہ ہو اور اُن اسباب وعواقب کا ذکر نہ کیا ہو جو اس برائی کے ارتکاب سے باز رکھتے ہوں۔[۲]
امام ابن کثیر رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق جو شخص اس کتاب پر عمل کرے گا وہ دنیا وآخرت میں اس کی برکت محسوس کرے گا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کی مضبوط ومستحکم رسّی ہے۔[۳] علاوہ ازیں اس کتاب کے متبرک ہونے کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ یہ عقل ودانش کی ضخیم اور متعدد اجزاء پر مشتمل کتب اور الہامی کتب (تورات وغیرہ) کے مقابلے میں حجم میں بہت چھوٹی ہے لیکن مشمولات، فوائد، برکات وحسنات، عجائب ونوادر کے لامتناہی بیان اور ہر دور میں افرادِ ملت کی صحیح رہنمائی کے حوالے سے سب سے کامل واتم ہے۔ یہ کتاب علوم ومعارف کا خزانہ ہے، ناقابل یقین حد تک مؤثر ہے، حقائق پر مبنی ہے، الغرض لفظی ومعنوی اور ظاہری وباطنی ہر اعتبار سے یہ کتاب بہت بابرکت ہے۔ یہ کتاب اس لحاظ سے بھی بابرکت ہے کہ اسے سب سے افضل فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے سب سے افضل پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ کے قلب اطہر پر نازل کیا گیا۔

---

(۱) [الانعام: ۹۲]، [صٓ: ۲۹]
(۲) [تفسیر السعدی (۸٤۷/۱)]
(۳) [تفسیر ابن کثیر (۵٦۷/۲)]



قرآن کریم بابرکت رات میں نازل ہوا

قرآن کریم کی فضیلت کا مظہر اس کا وقتِ نزول بھی ہے کہ اسے اس رات میں نازل کیا گیا جسے قرآن نے نہایت متبرک قرار دیا ہے اور اس رات کی عبادت کو ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل کہا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝١ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝٢ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝٣﴾ [القدر : ١ـ٣] ''بیشک ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل کیا ہے۔ اور تمہیں کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر رات ہے۔''

اور ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ﴾ [الدخان : ٣] ''ہم نے اس (قرآن) کو بابرکت رات میں نازل کیا۔''

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے

اگر کچھ غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کی عظمت و رفعت اور شرف و منزلت کے لیے یہی بات کافی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اس کا صدور اللہ تعالیٰ کی بلند مرتبہ ذات سے ہی ہوا ہے، چنانچہ ارشاد ہے کہ

﴿وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ﴾ [التوبة : ٦]

''اور (اے پیغمبر!) اگر مشرکوں میں سے کوئی آپ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دیں حتی کہ وہ اللہ کا کلام سن لے۔''

امام ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ حتی کہ وہ اللہ کے کلام قرآن مجید کو سن لے۔ (١) علامہ عبدالرحمٰن بن ناصر سعدی رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں اہل سنت والجماعت کے مذہب پر صریح دلیل ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور غیر مخلوق ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کلام کیا ہے اور اس نے اس کی اضافت اپنی طرف کی ہے جیسے صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہوتی ہے۔ (٢)

شیخ البانی رحمہ اللہ نے عمرو بن دینار رحمہ اللہ کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ ((أَدْرَكْتُ النَّاسَ مُنْذُ سَبْعِينَ سَنَةً يَقُولُونَ : اَللّٰهُ الْخَالِقُ وَ مَا سِوَاهُ مَخْلُوقٌ وَ الْقُرْآنُ كَلَامُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ)) ''میں نے ستر سال سے لوگوں کو یہی کہتے ہوئے پایا ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے، اس کے سوا جو کچھ ہے مخلوق ہے اور قرآن کریم اللہ عزوجل کا کلام ہے۔'' (٣) علاوہ ازیں عقیدہ طحاویہ میں ہے کہ ((وَإِنَّ الْقُرْآنَ كَلَامُ اللّٰهِ مِنْهُ بَدَا بِلَا كَيْفِيَّةٍ قَوْلًا)) ''بلاشبہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جس کا ظہور بلا کیفیت قولی طور پر اسی سے ہوا۔'' (٤)

---

(١) [تفسیر ابن کثیر (٥٣/٣)] (٢) [تفسیر السعدی (١٠١٥/١)]
(٣) [السلسلة الصحيحة (٢٤١/٣) ، (تحت الحديث : ١١٦٧)]
(٤) [التعليق على العقيدة الطحاوية للألبانی (ص : ٤٠)]

معلوم ہوا کہ یہ قرآن کریم جس کی ہم تلاوت کرتے ہیں، ایک جلد کی صورت میں ہمارے پاس ہر گھر میں موجود ہے، یہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کا کلام ہے۔ اسی نے اس کو نازل فرمایا ہے۔ البتہ یہ یاد رہے کہ لوگ اس کلامِ الٰہی کو اپنے دلوں میں صرف اس وجہ سے محفوظ کر سکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں خود یہ قوت عطا فرمائی ہے ورنہ قوت وطاقت میں مثال پہاڑوں میں بھی اللہ کے اس کلام کا بوجھ برداشت کرنے کی طاقت نہ تھی۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ

﴿ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ﴾ [الحشر : ۲۱] ''(اے نبی!) اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو آپ دیکھتے کہ وہ اللہ کے ڈر سے دب جاتا اور پھٹ کر پاش پاش ہو جاتا۔''

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے

بلاشبہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے۔ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے خیر و بھلائی کی راہیں واضح کیں اور ان پر گامزن ہونے کی ترغیب دی، برائی کے راستے واضح کیے اور ان پر چلنے سے ڈرایا، اپنی پہچان کرائی اور اپنے اولیاء و اعداء کا بھی تعارف کرایا اور ایسی ایسی چیزیں سکھائیں جن کا پہلے انسانیت کو یکسر علم نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو قرآن کریم کی عظیم نعمت کو یاد رکھنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ فرمایا:

﴿ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ﴾

[البقرة : ۲۳۱] ''اور اللہ کی طرف سے تم پر جو انعام ہوا اسے یاد رکھو (کہ اس نے ہدایت اور روشن دلائل کے ساتھ اپنے رسول کو تمہاری طرف مبعوث فرمایا) اور (اسے بھی یاد رکھو) جو تم پر کتاب اور حکمت (سنت) نازل کی ہے (جن کے ذریعے) وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے۔''

قرآن کریم نور ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو نور بھی قرار دیا ہے کیونکہ قرآن اپنے متبعین کو ہدایت کی روشنی عطا کرتا ہے اور ظلم و جہالت کے اندھیروں سے نکال کر راہ راست پر لے آتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴾ [النساء : ۱۷۴]

''اے لوگو! بیشک تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس ایک دلیل آ گئی اور ہم نے تمہاری طرف ایک واضح نور (قرآن کریم) نازل کیا۔'' ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۶﴾ ﴾ [المائدة : ۱۵-۱۶]

''بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور (قرآن کریم) آ گیا (جس سے جہالت کی تاریکیوں اور گمراہی کے اندھیروں میں روشنی حاصل کی جاتی ہے) اور روشن کتاب۔ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اُس شخص کو سلامتی کے راستوں کی ہدایت دیتا ہے جو اس کی رضا مندی کی پیروی کرتا ہے (یعنی جو اللہ کی رضا کا حریص ہوتا ہے اور پھر اس کے حصول کی کوشش کرتا ہے) اور وہ اُن کو (کفر وضلالت، معصیت وجہالت کی) تاریکیوں سے نکالتا ہے (ایمان و اطاعت کی) روشنی کی طرف اور ان کی سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔''

قرآن کریم ہدایت، رحمت اور بشارت ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۝ ﴾ [النحل : ۸۹] ''اور (قرآن کریم) مسلمانوں کے لئے ہدایت، رحمت اور بشارت ہے۔''

یعنی جو شخص اس کتاب مبین کی اطاعت کرے گا یہ اسے زندگی کے ہر معاملے میں ہدایت دے گی اور اس کی صحیح رہنمائی کرے گی۔ اس کی پیروی کی بدولت اس پر رحمتیں بھی نازل ہوں گی اور اسے قلبی خوشی واطمینان نصیب ہوگا۔ نیز یہ کتاب اپنے متبعین کو دنیا وآخرت کی کامیابی کی بشارت بھی دے گی۔ جبکہ اس کے برعکس جو اس کی مخالفت کرے گا وہ نہ صرف ہدایت ورحمت سے محروم رہے گا بلکہ روزِ محشر یہ کتاب اس کے خلاف بصورتِ گواہ کھڑی ہوگی اور اس کے خلاف ایک زبردست حجت ہوگی۔

○ واضح رہے کہ قرآن کریم نہ صرف مسلمانوں کے لیے باعثِ رحمت ہے بلکہ کفار ومشرکین کے لیے بھی رحمت ومغفرت کا پیغام ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ کچھ مشرک لوگوں نے بہت زیادہ قتل کیے تھے اور کثرت سے بدکاری میں بھی مبتلا تھے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ آپ کی دعوت یقیناً بہت اچھی ہے لیکن زمانہ جاہلیت میں ہم سے جو گناہ ہو چکے ہیں کیا اسلام قبول کرنے کے بعد وہ معاف ہو جائیں گے تو اس پر یہ آیات نازل ہوئیں ﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ ... غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ [الفرقان : ۶۸۔۷۰] ''اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے، کسی جان کو ناحق قتل نہیں کرتے، زنا نہیں کرتے اور جس نے یہ کام کیئے وہ اپنے گناہ کا بدلہ پائے گا۔ قیامت کے روز اسے دُگنا عذاب دیا جائے گا اور وہ اس میں ہمیشہ ذلت ورسوائی کے ساتھ پڑا رہے گا۔ مگر جو توبہ کرلے، ایمان لائے اور نیک عمل کرے، اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔'' اور یہ آیت نازل ہوئی ﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ﴾ [الزمر : ۵۳] ''(اے نبی!) کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔'' (۱)

---

(۱) [بخاری (۴۸۱۰) کتاب التفسیر : باب قوله تعالیٰ : یعبادی الذین اسرفوا علی انفسهم]

قرآن کریم شفاء ہے

(1) ﴿ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾[الاسراء: ۸۲] ''اور ہم قرآن میں وہ کچھ نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔''

(2) ﴿ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ﴾[حٰمٓ السجدة: ٤٤] ''کہہ دیجئے کہ وہ (قرآن) اہل ایمان کے لیے ہدایت اور شفا ہے۔''

(3) ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ﴾[یونس: ٥٧] ''اے لوگو! یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آ گئی جس میں سینوں کی بیماریوں کی شفا ہے۔''

معلوم ہوا کہ قرآن کریم شفا ہے بطورِ خاص امراضِ قلب کے لئے یعنی قرآن دلوں میں پیدا ہونے والے شکوک وشبہات اور گندگی ونجاست کو زائل کر دیتا ہے۔(۱) اسی طرح قرآن پر عمل سے دل کی مزید بیماریاں جیسے کفر وشرک، حسد وبغض، خودغرضی اور حرص وطمع وغیرہ بھی دور ہو جاتی ہیں۔

بعض اہل علم نے اس کی وضاحت یوں کی ہے کہ قرآن امراضِ قلب 'مثلاً امراضِ شہوات جو شریعت کی اطاعت سے روکتے ہیں اور امراضِ شبہات جو علم یقینی میں قادح ہیں' کے لیے شفا ہے۔ اس کتاب کریم کے اندر مواعظ، ترغیب وترہیب اور وعد ووعید کے جو مضامین ہیں وہ بندے کے لیے رغبت ورہبت کے موجب ہیں۔ جب آپ اس کتاب کریم میں بھلائی کی طرف رغبت، برائی سے ڈر اور قرآن کے معانی میں بتکرار ایسا اسلوب پاتے ہیں تو یہ چیز اللہ تعالیٰ کی مراد کو نفس کی مراد پر مقدم رکھنے کی موجب بنتی ہے اور بندۂ مومن کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی رضا شہوت نفس سے زیادہ محبوب بن جاتی ہے۔ اسی طرح اس کے اندر جو دلائل وبراہین ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے مختلف طریقوں سے ذکر کیا ہے اور انہیں بہترین اسلوب میں بیان کیا ہے جو ایسے شبہات کو زائل کر دیتا ہے جو حق میں قادح ہیں اور اس کے ذریعے سے قلب یقین کے بلند ترین مراتب پر پہنچ جاتا ہے اور جب قلب اپنی بیماری سے صحت یاب ہو جاتا ہے اور وہ لباس عافیت کو زیب تن کر لیتا ہے تو جوارح اس کی پیروی کرتے ہیں اس لئے کہ جوارح، دل کی درستی سے درست رہتے ہیں، اگر دل فاسد ہو جاتا ہے تو جوارح بھی خرابی کا شکار ہو جاتے ہیں۔(۲)

علاوہ ازیں قرآن کریم کی تلاوت دل کی پریشانی، گھبراہٹ اور بے چینی جیسی بیماریوں کا بھی علاج ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴾[الرعد: ۲۸] ''خبردار! اللہ کے ذکر سے ہی

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۳/۲۳۰)] (۲) [ماخوذ از، تفسیر السعدی (۲/۱۱٤۷)]

دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔'' اگر کوئی موذی جانور (سانپ، بچھو وغیرہ) کاٹ جائے تو سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کرنے سے شفا نصیب ہوتی ہے۔ سورۃ البقرہ، سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس جادوئی اثرات سے بچاؤ کے لئے اکسیر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ مذکورہ آخری دو معوذتین سورتیں نظر بد سے بچاؤ کے لئے بھی مفید ہیں۔ اسی طرح قرآن کی بعض دیگر سورتوں اور آیتوں میں بھی شفا ہے جس کی کچھ تفصیل آئندہ ابواب ''قرآن کریم کی سورتوں کی فضیلت'' اور ''قرآن کریم کی بعض آیات اور کلمات کی فضیلت'' میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

○ قرآن کریم شفا ہے، اس حوالے سے امام قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ نفس جس بات پر مطمئن ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ قرآن کریم قلبی امراض کے ساتھ ساتھ جسمانی امراض سے بھی شفا کا موجب ہے۔ (۱) معلوم ہوا کہ مکمل قرآن شفا ہے۔ لہٰذا اگر قرآن کی کسی بھی آیت یا سورت کے ذریعے دم کیا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ مزید اس موقف کی تائید درج ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

(1) ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو وہ کسی عورت کا علاج معالجہ کر رہی تھیں یا اسے دم درود کر رہی تھیں۔ آپ نے یہ دیکھ کر فرمایا ﴿ عَالِجِيْهَا بِكِتَابِ اللّٰهِ ﴾ ''کتاب اللہ یعنی قرآن کریم کے ساتھ اس کا علاج کرو۔'' (۲)

شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے ساتھ دم کیا جاسکتا ہے۔ (۳)

(2) امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں یہ عنوان ((بَابُ الرُّقَى بِالْقُرْآنِ)) قائم کر کے بھی اسی جانب اشارہ فرمایا ہے۔ (٤)

(3) یہاں اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ہر آیت یا سورت کے ساتھ دم کرنے کے لیے خاص دلیل کا ہونا ضروری ہے کہ نبی ﷺ نے فلاں بیماری کے لیے فلاں آیت یا سورت پڑھ کے دم کیا وغیرہ۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ دم کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ایک عام قاعدہ ذکر فرما دیا ہے، اگر اسے ذہن نشین رکھا جائے تو یہ مسئلہ پیدا ہی نہیں ہوتا۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم دورِ جاہلیت میں دم کیا کرتے تھے، آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ اَعْرِضُوْا عَلَيَّ رُقَاكُمْ لَا بَأْسَ بِالرُّقْيَةِ مَا لَمْ تَكُنْ شِرْكًا ﴾ ''مجھ پر اپنے دم پیش کرو اور کوئی بھی دم درست ہے جب تک کہ اس میں شرک نہ ہو۔'' (۵)

---

(۱) [تفسیر قرطبي (تحت سورة الاسراء : آیت ۸۲)]

(۲) [صحیح : السلسلة الصحیحة (۱۹۳۱)] (۳) [السلسلة الصحیحة (تحت الحدیث : ۱۹۳۱)]

(٤) [بخاري : کتاب الطب (قبل الحدیث : ۵۷۳۵)]

(۵) [مسلم (۲۲۰) کتاب السلام : باب لا بأس بالرقی ما لم یکن فیه شرك]

معلوم ہوا کہ قرآن وسنت کے علاوہ دورِ جاہلیت کا دم بھی کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ اس میں شرک نہ پایا جائے۔ لہٰذا قرآنی آیات کے ساتھ دم کرنا تو بالاولیٰ جائز و درست ہے۔

قرآن کریم اللہ کا فضل واحسان ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

﴿ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۭ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝﴾ [یونس : ۵۸]

”(اے نبی!) کہہ دیجئے کہ اللہ کے فضل اور اس کی مہربانی کے ساتھ (یہ قرآن نازل ہوا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا فضل واحسان یہ ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو قرآن جیسی نعمت سے نوازا ہے)، پس انہیں اسی پر خوش ہونا چاہیے، یہ بہتر ہے ان چیزوں سے جو وہ جمع کرتے ہیں (یعنی دنیا کے سامان اور اس عارضی وفانی دنیا کی آسائشوں سے یہ یقیناً بدرجہا بہتر ہے)۔“

اللہ تعالیٰ تبارک وتعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں قرآن کریم کو اپنا خصوصی فضل واحسان قرار دیا ہے کیونکہ اس کے ذریعے ہدایت پا کر لوگ دنیا وآخرت کی سعادت حاصل کر سکتے ہیں اور اس فضل واحسان پر خوش ہونے کا حکم اس لئے دیا کیونکہ ایک طرف جہاں یہ اللہ کے شکر کی ایک صورت ہے وہاں دوسری طرف علم وایمان میں شدید رغبت کا بھی موجب ہے۔ لہٰذا دنیوی مال ومتاع اور سونے چاندی جیسی فانی دولت کے حصول پر خوشی کا اظہار کرنے کی بجائے قرآن کریم جیسی عظیم دولت اور اللہ کے فضل ورحمت پر خوشی محسوس کرنی چاہیے۔

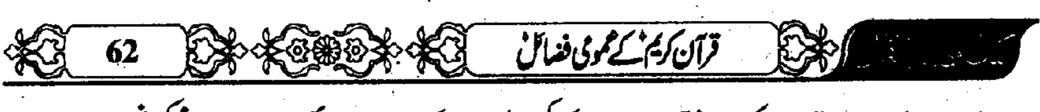
قرآن کریم لازوال معجزہ ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ مَا مِنَ الْاَنْبِيَاءِ نَبِيٌّ اِلَّا اُعْطِيَ مِنَ الْآيَاتِ مِثْلُهُ آمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ وَ اِنَّمَا كَانَ الَّذِيْ اُوْتِيْتُ وَحْيًا اَوْحَاهُ اللّٰهُ اِلَيَّ فَاَرْجُوْ اَنْ اَكُوْنَ اَكْثَرَهُمْ تَابِعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴾ ”ہر نبی کو ایسے ایسے معجزات عطا کئے گئے کہ (انہیں دیکھ کر) لوگ ان پر ایمان لائے (بعد کے زمانے میں ان کا کوئی اثر نہیں رہا) اور مجھے جو معجزہ دیا گیا ہے وہ وحی (قرآن) ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل کی ہے (اس کا اثر قیامت تک باقی رہے گا) اس لئے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے پیروکار لوگ دوسرے پیغمبروں کے پیروکاروں سے زیادہ ہوں گے۔“(۱)

اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ میں جس قسم کے معجزہ کی ضرورت تھی ایسا معجزہ پیغمبر کو دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں علم سحر کا بہت رواج تھا، ان کو ایسا معجزہ دیا کہ سارے جادوگر ہار مان گئے، دم بخود رہ گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے

---

(۱) [بخاری (۴۹۸۱) کتاب فضائل القرآن : باب کیف نزل الوحی]



زمانہ میں طب کا رواج تھا، ان کو ایسے معجزے دیئے کہ کسی طبیب کے باپ سے بھی ایسے علاج ممکن نہیں۔ ہمارے حضرت محمد ﷺ کے زمانہ میں فصاحت، بلاغت، شعروشاعری کے دعاوی کا بڑا چرچہ تھا تو آپ کو قرآن مجید کا ایسا عظیم معجزہ عطا فرمایا کہ سارے زمانے کے فصیح و بلیغ لوگ اس کا لوہا مان گئے اور ایک چھوٹی سی سورت بھی قرآن کی طرح نہ بنا سکے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے پیغمبروں کے معجزے تو جن لوگوں نے دیکھے تھے انہوں نے ہی دیکھے، وہ ایمان لائے، بعد والوں پر ان کا اثر نہ رہا۔ گو ماں باپ اور اگلے بزرگوں کی تقلید سے کچھ لوگ ان کے طریق پر قائم رہے مگر اپنے اپنے زمانہ میں وہ معجزوں کو ایک افسانہ سے زیادہ خیال نہیں کرتے اور میرا معجزہ قرآن ہمیشہ باقی ہے، وہ ہر زمانہ اور ہر وقت میں تازہ ہے اور جتنا اس میں غور کرتے جاؤ لطف زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ اس کے نکات اور فوائد لا انتہا ہیں جو قیامت تک لوگ نکالتے رہیں گے۔ اس لحاظ سے میرے پیرو لوگ ہمیشہ قائم رہیں گے اور میرا معجزہ قرآن بھی ہمیشہ موجود رہے گا۔(۱)

قرآن کریم سیدھے راستے کا رہنما ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ ﴾[الاسراء: ۹] ''بیشک یہ قرآن ہدایت دیتا ہے اس (راہ) کی جو سب (راہوں) سے زیادہ سیدھی ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے عظیم شرف اور بلند شان کا یوں ذکر فرمایا ہے کہ یہ تمام اُمور (عقائد، اعمال، آداب، اخلاقیات، سیاسیات اور تجارت وغیرہ) میں سب سے زیادہ سچی، سیدھی اور مفید راہ دکھاتا ہے اور صرف خیر و بھلائی کی ہی دعوت دیتا ہے۔ اس لئے اس کا مقام علم و عرفان اور عقل و دانش کی باقی تمام الہامی و غیر الہامی کتب سے بلند تر ہے، لہٰذا ہر معاملے میں صحیح رہنمائی کے لئے اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

قرآن کریم میں ہر چیز کا بیان ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ﴾[النحل: ۸۹] ''اور ہم نے آپ پر ہر چیز کو کھول کر بیان کرنے والی کتاب نازل کی ہے۔''

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿ وَقَدْ بُيِّنَ لَنَا فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ كُلَّ عِلْمٍ وَ كُلَّ شَيْءٍ ﴾ ''ہمارے لئے اس قرآن میں ہر علم اور ہر چیز کو بیان کر دیا گیا ہے۔''(۲)

ایک دوسری روایت میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول موجود ہے کہ ﴿ مَنْ أَرَادَ الْعِلْمَ فَلْيُثَوِّرِ الْقُرْآنَ

(۱) [ماخوذ از، شرح صحیح بخاری از مولانا داؤد راز (تحت الحدیث: ۴۹۸۱)]

(۲) [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۴/۲۱۲)]

فَـاِنَّ فِيهِ عِلْمَ الْاَوَّلِينَ وَ الْآخِرِينَ ﴾ ''جو شخص علم حاصل کرنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ قرآن کریم میں غور وفکر کرے اس لیے کہ اس میں پہلے اور پچھلے تمام علوم موجود ہیں۔''(۱)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ قرآن مجید میں ہر نافع علم موجود ہے اس میں ماضی کے واقعات ہیں، مستقبل کا علم ہے، حلال وحرام کے احکام بیان کئے گئے ہیں، نیز ہر اس چیز کو بیان کر دیا گیا ہے جس کی لوگوں کو دین، دنیا، معیشت اور آخرت کے اعتبار سے ضرورت تھی۔(۲)

علامہ ابوبکر الجزائری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ قرآن کریم میں ہر اُس چیز کا بیان ہے جس کی امت کو حلال وحرام، حق وباطل اور ثواب وعقاب کی پہچان کے سلسلے میں ضرورت ہے۔(۳)

قرآن کریم عروج کا ذریعہ ہے

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَ يَضَعُ بِهِ آخَرِينَ ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن) کے ذریعے کچھ لوگوں کو بلند فرماتا ہے اور کچھ لوگوں کو اس کے ذریعے ذلیل کر دیتا ہے۔''(٤)

علامہ عبید اللہ رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے کچھ لوگوں کو بلند فرماتا ہے'' یعنی اس پر ایمان، اس کے مقام ومرتبہ کی تعظیم اور اس پر عمل کے ذریعے (اللہ تعالیٰ ایسا کرتا ہے)۔(٥)

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا ہے کہ جو شخص قرآن کریم پر عمل کرتا ہے، اس کی خبروں کی تصدیق کرتا ہے، اس کے احکام کو نافذ کرتا ہے، اس کے منع کردہ کاموں سے بچتا ہے اور اس کے بیان کردہ اخلاق وآداب کو اپنانے کی کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے دنیا وآخرت میں بلند مقام عطا فرماتا ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ قرآن اصل علم اور منبع علم ہے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اہل علم کو بلند درجات عطا فرمائے گا۔ نیز آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ (اسی قرآن کی بدولت) بعض لوگوں کو جنت کے بلند مقام پر فائز کرے گا جیسا کہ قاری کے لئے کہا جائے گا قرآن کی تلاوت کر اور چڑھتا جا اور جہاں اس کی قراءت ختم ہوگی وہیں اس کا ٹھکانہ ہوگا۔ علاوہ ازیں اس قرآن کے ذریعے اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو ذلیل ورسوا کرتا ہے جو اسے پڑھتے تو عمدہ ہیں لیکن پھر تکبر کرتے ہیں،

---

(۱) [طبرانی کبیر (۱۳٦/۹) امام ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام طبرانی نے اسے متعدد اسناد سے روایت کیا ہے، ان میں سے ایک سند کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (۱۱٦٦۷)، (۳٤۲/۷)]

(۲) [تفسیر ابن کثیر (۵۸۵/۳)]

(۳) [ایسر التفاسیر (۳۱۷/۲)]

(٤) [مسلم (۸۱۷) کتاب صلاة المسافرین : باب فضل من یقوم بالقرآن ... ، ابن ماجة (۲۱۸)]

(٥) [مرعاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح (۱۷۹/۷)]

اس کی خبروں کی تصدیق نہیں کرتے، اس کے احکام پر عمل نہیں کرتے اور جب قرآن کی کوئی خبر جیسے سابقہ انبیاء کے قصے اور آخرت کے احوال وغیرہ ان کے سامنے بیان کیے جاتے ہیں تو وہ ان پر ایمان نہیں لاتے بلکہ شک وشبہ کی روش اختیار کر لیتے ہیں۔(۱)

قرآن کریم پر عمل کرنے والا ہمیشہ راہ راست پر رہے گا

(1) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ أَلَا وَ إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ أَحَدُهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ هُوَ حَبْلُ اللّٰهِ مَنِ اتَّبَعَهُ كَانَ عَلَى الْهُدَى وَ مَنْ تَرَكَهُ كَانَ عَلَى ضَلَالَةٍ ﴾ ''خبردار! میں تم میں دو اہم چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، ان میں سے ایک اللہ کی کتاب ہے جو اللہ کی رسی ہے، جو بھی اس کی پیروی کرے گا ہدایت پر رہے گا اور جو اسے چھوڑے گا وہ گمراہ ہو جائے گا۔''(۲)

(2) ایک اور فرمانِ نبوی یوں ہے کہ ﴿ قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ فَلَنْ تَضِلُّوا أَبَدًا ؛ كِتَابُ اللّٰهِ وَ سُنَّةُ نَبِيِّهِ ﴾ ''میں نے تم میں ایسی چیز چھوڑی ہے کہ جسے تم مضبوطی سے تھام لوگے تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے (اور وہ) اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت ہے۔''(۳)

قرآن کریم میں تا قیامت ایک لفظ کی تحریف بھی ممکن نہیں

قرآن کریم میں تا قیامت کسی بھی قسم کی ردوبدل اور تحریف اس لیے ممکن نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود اس کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ

﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ إِنَّا لَهُ لَحٰفِظُونَ ○ ﴾ [الحجر : ۹] ''بے شک ہم ہی نے اس ذکر (قرآن) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

''ہم ہی اس کے محافظ ہیں'' یعنی اس کو نازل کرنے کی حالت میں ہر شیطان مردود کی چوری سے ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں اور اس کو نازل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب میں اور آپ کی امت کے قلوب میں اسے ودیعت کر دیا۔ نیز اس کے الفاظ کو تغیر و تبدل، کمی بیشی اور اس کے معانی کو ہر قسم کی تبدیلی سے محفوظ کر دیا۔ تحریف کرنے والا جب کبھی اس کے معنی میں تحریف کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کسی ایسے شخص کو مقرر فرما دیتا ہے جو حق مبین کو واضح کر دیتا ہے۔ قرآن کی حقانیت کی یہ سب سے بڑی دلیل ہے اور اللہ تعالیٰ کی اپنے مومن بندوں پر سب سے بڑی نعمت ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کی حفاظت یہ ہے کہ وہ اہل قرآن کو ان کے دشمنوں

(۱) [ماخوذ از ، شرح رياض الصالحين (۱۱٤٥/۱) ، (تحت الحديث : ۹۹٦)]

(۲) [مسلم (۲٤۰۸) كتاب فضائل الصحابة : باب من فضائل على بن ابى طالب]

(۳) [صحيح : صحيح الترغيب و الترهيب (٤۰) كتاب السنة ، مستدرك حاكم (۹۳/۱)]



سے محفوظ رکھتا ہے اور وہ ان پر کسی ایسے دشمن کو مسلط نہیں کرتا جو ان کو ہلاک کر ڈالے۔(۱)

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ لَّا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ﴾ [حم السجدة : ٤٢] ''اس (قرآن) پر جھوٹ کا دخل آگے سے ہو سکتا ہے نہ پیچھے سے (یعنی شیاطین جن وانس میں سے کوئی شیطان، چوری یا دخل اندازی یا کمی بیشی کے ارادے سے اس کے قریب نہیں آ سکتا، یہ اپنی تنزیل میں محفوظ اور اس کے الفاظ ومعانی ہر تحریف سے مامون ومصئون ہیں)۔''

قرآن کریم روزِ قیامت باعمل انسان کے حق میں گواہی دے گا اور اس کی شفاعت کرے گا

(1) حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ الْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ أَوْ عَلَيْكَ ﴾ ''(روزِ قیامت) قرآن کریم تیرے حق میں گواہی دے گا یا تیرے خلاف گواہی دے گا۔''(۲)

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ الْقُرْآنُ شَافِعٌ مُشَفَّعٌ وَ مَاحِلٌ مُصَدَّقٌ مَنْ جَعَلَهُ إِمَامَهُ قَادَهُ إِلَى الْجَنَّةِ وَ مَنْ جَعَلَهُ خَلْفَ ظَهْرِهِ سَاقَهُ إِلَى النَّارِ ﴾ ''(روزِ قیامت) قرآن کریم شفاعت کرے گا اور اس کی شفاعت قبول کی جائے گی، جھگڑا کرے گا اور اس کی بات مان لی جائے گی۔ تو جس نے (دنیوی زندگی میں) قرآن کو اپنا پیشوا بنایا وہ اسے (روزِ قیامت) جنت میں لے جائے گا اور جس نے اسے پس پشت ڈال دیا وہ اسے جہنم میں لے جائے گا۔''(۳)

امام شاطبی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ حاصل کلام یہ ہے کہ روزِ قیامت قرآن کریم کی دو حالتیں ہوں گی۔ ایک حالت تو یہ ہوگی کہ وہ اُس شخص کے حق میں سفارش کرے گا جس نے اسے پڑھا اور اس پر عمل کرتا رہا۔ اور دوسری حالت یہ ہوگی کہ وہ ایسے شخص کی شکایت کرے گا جس نے اسے بھلا دیا، اسے چھوڑے رکھا اور اس پر عمل نہ کیا، نیز یہ بھی بعید نہیں کہ اس کی تلاوت چھوڑنے والا بھی اسے بھلانے والے میں ہی شامل ہو۔(٤)



---

(۱) [ماخوذ از، تفسیر السعدی (۱۳٦٥/۲)]

(۲) [مسلم (۲۲۳) کتاب الطهارة : باب فضل الوضوء]

(۳) [**صحیح** : صحیح الجامع (۲٤٤۳) السلسلة الصحیحة (۲۰۱۹) طبرانی کبیر (۱۳۲/۹) شعب الایمان للبیهقی (۲۰۱۰) صحیح ابن حبان (۱۲٤)، (۳۳۱/۱)]

(٤) [ملخص از، ابراز المعانی من حرز الامانی للشاطبی (۸۸/۱)]

باب فضل بعض سور القرآن — قرآن کریم کی بعض سورتوں کی فضیلت

سُورۂ فَاتِحَہ

○ سورۂ فاتحہ نور ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ﴿ بَيْنَمَا جِبْرِيلُ قَاعِدٌ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ سَمِعَ نَقِيضًا مِنْ فَوْقِهِ فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ : هٰذَا بَابٌ مِنَ السَّمَاءِ فُتِحَ الْيَوْمَ لَمْ يُفْتَحْ قَطُّ إِلَّا الْيَوْمَ فَنَزَلَ مِنْهُ مَلَكٌ فَقَالَ : هٰذَا مَلَكٌ نَزَلَ إِلَى الْأَرْضِ لَمْ يَنْزِلْ قَطُّ إِلَّا الْيَوْمَ فَسَلَّمَ وَقَالَ أَبْشِرْ بِنُورَيْنِ أُوتِيتَهُمَا لَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ ، فَاتِحَةُ الْكِتَابِ وَ خَوَاتِيمُ سُورَةِ الْبَقَرَةِ ، لَنْ تَقْرَأَ بِحَرْفٍ مِنْهُمَا إِلَّا أُعْطِيتَهُ ﴾ ''ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ انہوں نے اوپر سے ایک دروازہ کھلنے کی زوردار آواز سنی، سر اٹھایا اور فرمایا کہ یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے جو آج سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا۔ اس سے ایک فرشتہ زمین پر نازل ہوا ہے جو آج سے پہلے کبھی نہیں نازل ہوا۔ اس نے حاضر ہو کر سلام عرض کیا اور (نبی ﷺ سے) کہا کہ آپ کو دو نور مبارک ہوں، آپ سے پہلے یہ نور کسی نبی کو عطا نہیں کیے گئے؛ ایک سورۂ فاتحہ اور دوسرا سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات، جو بھی یہ دو آیات پڑھے گا اسے اس کی مانگی ہوئی چیز ضرور عطا کی جائے گی۔'' (1)

○ سورۂ فاتحہ قرآن کریم کی سب سے عظیم سورت ہے۔ حضرت ابو سعید بن معلّٰی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلایا مگر میں نے جواب نہ دیا اور نماز پڑھنے میں مصروف رہا۔ نماز سے فراغت کے بعد جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا ﴿ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَأْتِيَنِي ؟ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! إِنِّي كُنْتُ أُصَلِّي ، قَالَ : أَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : " يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ " [الانفال : ٢٤] ﴾ ''تجھے میرے پاس آنے سے کس بات نے روکا؟ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! بے شک میں نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا اللہ عزوجل نے نہیں فرمایا ''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم قبول کرو جب بھی وہ تمہیں بلائیں؟'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ لَأُعَلِّمَنَّكَ أَعْظَمَ سُورَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ قَبْلَ أَنْ تَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ ﴾ ''یقیناً میں تمہیں مسجد سے نکلنے سے پہلے پہلے قرآن مجید کی سب سے عظیم سورت سکھاؤں گا۔'' کہتے ہیں کہ پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا، چنانچہ جب آپ مسجد سے باہر نکلنے لگے تو میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا تھا کہ میں تم کو قرآن مجید کی سب سے عظیم سورت سکھاؤں گا؟ فرمایا، ہاں، یہ سورت " اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ " ہے، یہی وہ

---

(1) [مسلم (٨٠٦) كتاب فضائل القرآن : باب فضل سورة الفاتحة وخواتيم سورة البقرة]



سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔(۱)

○ سورۂ فاتحہ پڑھ کر جس چیز کا سوال کیا جائے گا وہ عطا کی جائے گی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے اور میرے بندے کے لیے وہ کچھ ہے جس کا وہ سوال کرے۔ بندہ جب کہتا ہے ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرے بندے نے میری تعریف کی ہے۔ بندہ جب کہتا ہے ﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرے بندے نے میری ثنا کی ہے۔ بندہ جب کہتا ہے ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○﴾ تو اللہ فرماتا ہے، میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی۔ اور ایک مرتبہ فرمایا، میرے بندے نے (اپنا معاملہ) میرے سپرد کر دیا ہے۔ بندہ جب کہتا ہے ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے کے لیے وہ کچھ ہے جس کا وہ سوال کرے۔ اور بندہ جب کہتا ہے ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، یہ میرے بندے کے لئے ہے اور میرے بندے کے لئے وہ کچھ ہے جس کا وہ سوال کرے۔(۲)

○ سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا جائے تو (ان شاء اللہ) شفا نصیب ہو گی۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں تھے۔ ہم نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا تو ایک لڑکی آئی اور اس نے کہا کہ اس قبیلے کے سردار کو بچھو نے ڈس لیا ہے۔ ہماری بستی کے لوگ غائب ہیں تو کیا تم میں سے کوئی دم کرنے والا ہے؟ ہم میں سے ایک آدمی اٹھ کر اس کے ساتھ ہو لیا۔ اس کے بارے میں ہمیں گمان نہیں تھا کہ وہ دم جانتا ہے مگر اس نے دم کیا اور وہ سردار صحت یاب ہو گیا۔ اور اس نے حکم دیا کہ ہمیں تیس بکریاں دے دی جائیں۔ اس نے ہمیں دودھ بھی پلایا۔ جب وہ واپس آیا تو ہم نے پوچھا، کیا تم دم کرنا جانتے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ میں نے تو صرف اُم الکتاب (سورۂ فاتحہ) پڑھ کر دم کیا ہے۔ ہم نے کہا کہ اب کوئی بات نہ کرو حتی کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں یا اس کے بارے میں پوچھیں، پس جب ہم مدینہ واپس آئے اور اس واقعے کا ذکر ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا ﴿وَ مَا كَانَ يُدْرِيْهِ اَنَّهَا رُقْيَةٌ ؟ اِقْسِمُوْا وَ اضْرِبُوْا لِيْ بِسَهْمٍ﴾ ''کیا اسے معلوم تھا کہ یہ (سورت) دم ہے؟ (بہر حال تم نے درست کیا) ان بکریوں کو تقسیم کر لو اور مجھے بھی حصہ دو۔''(۳)

---

(۱) [احمد (۲۱۱/٤) بخاری (٤٤٧٤) کتاب التفسیر : باب ما جا فی فاتحة الکتاب ، ابو داود (۱٤۵۸)]

(۲) [مسلم (۳۹۵) کتاب الصلاة : باب وجوب قراء ة الفاتحة فی کل رکعة ، ابو داود (۸۲۱)]

(۳) [بخاری (۵۰۰۷) کتاب فضائل القرآن : باب فضل فاتحة الکتاب ، مسلم (۲۲۰۱) ترمذی (۲۰٦۳)]

○ سورۂ فاتحہ کا دم جادو اور آسیب زدہ کے لئے بھی نفع مند ہے۔ حضرت خارجہ بن صلت رضی اللہ عنہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کے بعد عرب کے ایک محلے میں پہنچے۔ اس محلے کے لوگوں نے کہا، ہمیں بتایا گیا ہے کہ تم اس شخص (یعنی محمد ﷺ) سے خیر و برکت کے ساتھ آئے ہو، کیا تمہارے پاس کوئی دواء یا دم ہے کیونکہ ہمارے پاس ایک آسیب زدہ شخص زنجیروں کے ساتھ جکڑا ہوا ہے؟ ہم نے کہا ہاں ہے۔ چنانچہ وہ اس شخص کو لے کر آئے جو زنجیروں کے ساتھ جکڑا ہوا تھا۔

(خارجہ کے چچا کہتے ہیں کہ) ﴿فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ غُدْوَةً وَ عَشِيَّةً أَجْمَعُ بُزَاقِي ثُمَّ أَتْفُلُ قَالَ: فَكَأَنَّمَا أُنْشِطَ مِنْ عِقَالٍ﴾ ''میں نے تین دن اس پر سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا، میں اپنے تھوک کو اکٹھا کر کے اس پر تھوکتا رہا گویا کہ وہ پہلے بندھا ہوا تھا جس سے اس کو آزادی حاصل ہوگئی۔'' ان لوگوں نے مجھے مزدوری دی۔ میں نے (لینے سے) انکار کر دیا جب تک کہ میں نبی ﷺ سے دریافت نہ کرلوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، تو اسے اپنے مصرف میں لا، مجھے اپنی زندگی کی قسم! کچھ وہ لوگ ہیں جو غلط دم کر کے کھاتے ہیں لیکن تو نے صحیح دم کر کے کھایا ہے۔ (۱)

سُورۂ بقرہ

○ سورۂ بقرہ کی تلاوت گھر کو جادو، آسیب اور شیطان مردود کے حملے سے محفوظ بنا دیتی ہے۔ چنانچہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِي تُقْرَأُ فِيهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ﴾ ''جس گھر میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کی جاتی ہے شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے۔'' (۲)

ایک دوسری روایت میں بھی اس طرح کی فضیلت بیان ہوئی ہے اور مزید اس میں اس سورت کے پڑھنے کا حکم بھی موجود ہے جیسا کہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿اقْرَءُوا سُورَةَ الْبَقَرَةِ فِي بُيُوتِكُمْ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَدْخُلُ بَيْتًا يُقْرَأُ فِيهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ﴾ ''اپنے گھروں میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کیا کرو کیونکہ شیطان اس گھر میں داخل نہیں ہوسکتا جس میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کی جاتی ہے۔'' (۳)

○ سورۂ بقرہ کو پڑھتے رہنا باعثِ برکت اور اسے چھوڑ دینا باعثِ حسرت ہے۔ چنانچہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿اقْرَأُوا الْبَقَرَةَ فَإِنَّ أَخْذَهَا بَرَكَةٌ وَ تَرْكَهَا حَسْرَةٌ وَلَا يَسْتَطِيعُهَا الْبَطَلَةُ﴾ ''سورۂ بقرہ پڑھا کرو کیونکہ اس کو پکڑنا باعثِ برکت اور اس کا چھوڑنا باعثِ حسرت ہے اور باطل والے (یعنی جادوگر اور کاہن قسم کے لوگ)

---

(۱) [**صحیح**: صحیح ابو داود، ابو داود (۳۹۰۱) کتاب الطب: باب کیف الرقی، مشکاۃ (۲۹۸۶)]

(۲) [مسلم (۷۸۰) کتاب صلاۃ المسافرین وقصرها: باب استحباب صلاۃ النافلة فی بیته، ترمذی (۲۸۷۷)]

(۳) [**حسن**: السلسلة الصحیحة (۱۵۲۱) صحیح الجامع الصغیر (۱۱۷۰) مستدرك حاکم (۵۶۱/۱)]

اس (کے توڑ) کی طاقت نہیں رکھتے۔''(۱)

○ سورۂ بقرہ کی تلاوت سننے کے لئے آسمان سے فرشتے اُتر پڑے۔ چنانچہ حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ رات کے وقت سورۂ بقرہ کی تلاوت کر رہے تھے اور ان کا گھوڑا ان کے قریب بندھا ہوا تھا۔ اچانک گھوڑا کودنے لگا۔ جب وہ خاموش ہو گئے تو گھوڑا بھی رُک گیا۔ پھر انہوں نے تلاوت شروع کی تو دوبارہ گھوڑا کودنے لگا۔ جب وہ خاموش ہو گئے تو گھوڑا بھی رک گیا۔ پھر انہوں نے تلاوت شروع کی تو گھوڑا کودنے لگا چنانچہ حضرت اُسید رضی اللہ عنہ نفل نماز سے فارغ ہوئے اور ان کا بیٹا یحییٰ گھوڑے کے قریب تھا۔ وہ خوفزدہ ہو گیا کہ (گھوڑے کے کودنے کی وجہ سے) بچے کو کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے۔ جب انہوں نے بچے کو گھوڑے سے دور ہٹا دیا تو انہوں نے آسمان کی طرف اپنا سر اٹھایا تو وہاں سائبان سا نظر آیا جس میں چراغ سے دکھائی دے رہے تھے۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا۔ آپ نے فرمایا: اے حضیر! تم پڑھتے رہتے۔ اس نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول! مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں گھوڑا یحییٰ کو نہ روند ڈالے اور وہ بالکل اس کے قریب تھا۔ چنانچہ میں اس کی طرف گیا اور میں نے آسمان کی جانب سر اٹھایا تو وہاں سائبان سا نظر آیا جس میں روشنیاں سی دکھائی دے رہی تھیں۔ جب میں گھر سے باہر نکلا تو پھر مجھے وہ روشنیاں نظر نہ آئیں۔ آپ نے دریافت کیا' تجھے معلوم ہے یہ روشنیاں کیا تھیں؟ انہوں نے کہا نہیں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ تِلْكَ الْمَلَائِكَةُ دَنَتْ لِصَوْتِكَ وَ لَوْ قَرَأْتَ لَأَصْبَحَتْ يَنْظُرُ النَّاسُ إِلَيْهَا لَا تَتَوَارَى مِنْهُمْ ﴾ ''وہ فرشتے تھے' جو تیری تلاوت سننے کے لیے اترے تھے اور اگر تم اپنی تلاوت جاری رکھتے تو صبح ہونے پر لوگ بھی انہیں دیکھتے اور وہ لوگوں سے کچھ نہ چھپتے۔''(۲)

سُورۂ آل عِمران

سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران روز قیامت اپنے پڑھنے والوں کی سفارش کریں گی۔ چنانچہ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ اقْرَأُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ شَافِعٌ لِأَصْحَابِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ أَوْ كَأَنَّهُمَا غَيَايَتَانِ أَوْ كَأَنَّهُمَا فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ يُحَاجَّانِ عَنْ أَهْلِهِمَا ﴾ ''قرآن پڑھو کہ یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لئے سفارش کرے گا، دو نورانی سورتوں' بقرہ و آل عمران' کو پڑھتے رہا کرو، یہ دونوں قیامت کے دن اس طرح آئیں گی جیسے دو سائبان یا دو بادل، یا پر کھولے ہوئے

---

(۱) [صحیح : صحیح الترغیب (۱۴۶۰) السلسلة الصحیحة (۳۹۹۲) مسند احمد (۲۴۹/۵) شیخ شعیب ارناؤوط نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (۲۲۲۰۰)]

(۲) [بخاری (۵۰۱۸) کتاب فضائل القرآن : باب نزول السکینة والملائکة عند قراءة القرآن]

پرندوں کے دو ڈاروں کی طرح ہوں گی، اپنے پڑھنے والوں کی قیامت کے دن سفارش کریں گی۔"(۱)

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ يُؤْتَى بِالْقُرْآنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ اَهْلِهِ الَّذِيْنَ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ بِهِ ، تَقْدُمُهُمْ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَ آلِ عِمْرَانَ وَضَرَبَ لَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثَةَ اَمْثَالٍ مَّا نَسِيْتُهُنَّ بَعْدُ ، قَالَ : كَاَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ اَوْ ظُلَّتَانِ سَوْدَاوَانِ بَيْنَهُمَا شَرْقٌ اَوْ كَاَنَّهُمَا فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ يُحَاجَّانِ عَنْ صَاحِبِهِمَا ﴾ "قیامت کے دن قرآن اور اس پر عمل کرنے والوں کو لایا جائے گا، سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران سب سے آگے آگے ہوں گی ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے تین مثالیں بھی بیان فرمائیں جنہیں میں کبھی نہیں بھولا۔ آپ نے فرمایا، گویا یہ دونوں سورتیں دو بادل یا دو گھنے سائبان ہوں جن میں چمک دمک ہو یا پر کھولے ہوئے پرندوں کے دو جھرمٹ ہوں، اپنے پڑھنے والوں کی یہ سفارش کریں گی۔"(۲)

سُوْرَۃُ ھُوْد

سورۂ ہود فکر آخرت پیدا کرنے والی سورت ہے۔ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ شَيَّبَتْنِيْ هُوْدٌ وَ الْوَاقِعَةُ وَ الْمُرْسَلَاتُ وَ عَمَّ يَتَسَاءَلُوْنَ وَ إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ﴾ "مجھے (قیامت کے مناظر اور اہوال وشدائد پر مشتمل سورتوں یعنی) سورۂ ہود، سورۂ واقعہ، سورۂ مرسلات، سورۂ نباء اور سورۂ تکویر نے بوڑھا کر دیا ہے۔"(۳)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ﴿ شَيَّبَتْنِيْ هُوْدٌ وَ اَخَوَاتُهَا ﴾ "مجھے سورۂ ہود اور اس جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔"(۴)

علامہ عبد الرؤف مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "مجھے سورۂ ہود اور اس جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے" کیونکہ ان میں قیامت کی ہولناکیوں، عذابوں اور غمگین وفکر مند کر دینے والی باتوں کا ذکر ہے۔(۵)

سُوْرَۃُ بَنِیْ اِسْرَائِیْل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ﴿ كَانَ يَقْرَأُ كُلَّ لَيْلَةٍ بِبَنِيْ اِسْرَائِيْلَ وَ الزُّمَرِ ﴾ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر

(۱) [مسلم (۸۰۴) کتاب صلاۃ المسافرین : باب فضل قراءۃ القرآن وسورۃ البقرۃ ، مسند احمد (۲۴۹/۵)]

(۲) [مسلم (۸۰۵) کتاب صلاۃ المسافرین : باب فضل قراءۃ القرآن وسورۃ البقرۃ ، ترمذی (۲۸۸۳)]

(۳) [صحیح : السلسلۃ الصحیحۃ (۹۵۵) ترمذی (۳۲۹۷) کتاب التفسیر : باب ومن سورۃ الواقعۃ]

(۴) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۳۷۲۰) طبرانی کبیر (۵۸۰۴) شرح السنۃ للبغوی (۲۹۴/۷) مسند بزار (۱۹/۱) مصنف عبد الرزاق (۵۹۹۷)] حافظ بوصیری فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [اتحاف الخیرۃ المہرۃ (۲۱۹/۶)]

(۵) [فیض القدیر (۲۲۱/۴)]

رات سورۂ بنی اسرائیل اور زمر کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔"(۱)

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورۂ بنی اسرائیل، کہف اور مریم کے بارے میں فرمایا: ان کا تعلق میرے پہلے اور قدیم مال سے ہے۔(۲)

سُوْرَۃُ کَہف

○ سورۂ کہف کی ابتدائی دس آیات حفظ کرنے والا دجال کے فتنے سے محفوظ رہے گا۔ چنانچہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ مَنْ حَفِظَ عَشْرَ آيَاتٍ مِنْ اَوَّلِ سُوْرَةِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ ﴾ "جس نے سورۂ کہف کی ابتدائی دس آیات حفظ کرلیں اسے فتنہ دجال سے بچالیا جائے گا۔"(۳)

ایک اور روایت میں ہے کہ ﴿ فَمَنْ اَدْرَكَهُ مِنْكُمْ فَلْيَقْرَأْ عَلَيْهِ فَوَاتِحَ سُوْرَةِ الْكَهْفِ فَإِنَّهَا جِوَارُكُمْ مِنْ فِتْنَتِهِ ﴾ "تم میں سے جو بھی دجال کو پالے تو اس پر سورۂ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے کیونکہ یہ آیات تمہیں اس کے فتنے سے بچانے کا ذریعہ ہوں گی۔"(٤)

○ بروز جمعہ سورۂ کہف پڑھنے والے کے لئے یہ سورت باعثِ نور ہوگی۔ چنانچہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْكَهْفِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَضَاءَ لَهُ مِنَ النُّوْرِ مَا بَيْنَ الْجُمُعَتَيْنِ ﴾ "جو شخص جمعے کے دن سورۂ کہف پڑھے تو یہ سورت دونوں جمعوں کے درمیان اس کے لئے نور کا باعث ہوگی۔"(٥)

○ سورۂ کہف اپنے پڑھنے والے کے لئے روزِ قیامت نور ہوگی۔ چنانچہ ایک موقوف روایت میں ہے کہ ﴿ مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْكَهْفِ كَمَا نَزَلَتْ كَانَتْ لَهُ نُوْرًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴾ "جس نے سورۂ کہف کو اس طرح پڑھا جس طرح یہ نازل ہوئی ہے تو قیامت کے دن یہ اس کے لئے نور ہوگی۔"(٦)

سُوْرَۃُ سَجْدَہ

○ بروز جمعہ نماز فجر میں رسول اللہ ﷺ سورۂ سجدہ کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا

---

(۱) [حسن: مسند احمد (۱۸۹/٦) شیخ شعیب ارناؤوط نے اسے حسن کہا ہے۔[الموسوعة الحديثية (۲٤۹۰۸)]

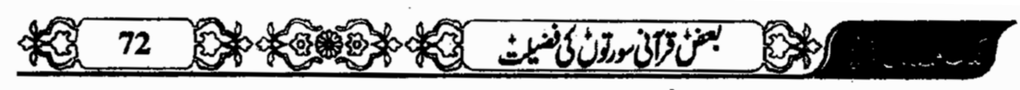
(۲) [بخاری (٤۷۰۸) کتاب التفسير: باب سورة بنی اسرائيل]

(۳) [مسلم (۸۰۹) کتاب صلاة المسافرين: باب فضل سورة الكهف وآية الكرسی، ابو داود (٤۳۲۳)]

(٤) [صحیح: السلسلة الصحيحة (٥۸۲) قصة المسيح الدجال (ص: ٥٦) صحيح ابو داود، ابو داود (٤۳۲۱)]

(٥) [صحیح: صحيح الجامع الصغير (٦٤۷۰) صحيح الترغيب (۷۳٦) ارواء الغليل (٦۲٦) بيهقی (۲٤۹/۳) مستدرك حاكم (۳٦۸/۲)]

(٦) [موقوف: طبرانی اوسط (۱٤۷۸) مستدرك حاكم (٥٦٤/۱) بيهقی فی شعب الايمان (۲٤٤٦) مجمع الزوائد (۲۳۹/۱) شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے موقوف کہا ہے۔[ارواء الغليل (۹٤/۳)]



بیان ہے کہ ﴿ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ [الٓمّ تَنْزِيْل] السَّجْدَة و [هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَان] ﴾ ''نبی ﷺ جمعہ کے دن نماز فجر میں الٓمّ، تَنْزِيْلُ السجدة اور هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ (الدھر) کی قراءت فرمایا کرتے تھے۔''(۱)

○ نبی ﷺ سوتے وقت بھی سورۂ سجدہ کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ﴿ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَنَامُ حَتّٰى يَقْرَأَ [الٓمّ تَنْزِيْلُ] السجدة و [تَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ] ﴾ ''نبی ﷺ سورۂ سجدہ اور سورۂ ملک پڑھے بغیر نہیں سویا کرتے تھے۔''(۲)

سُورۂ زُمَر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ﴿ كَانَ يَقْرَأُ كُلَّ لَيْلَةٍ بِبَنِيْ اِسْرَائِيْلَ وَ الزُّمَرِ ﴾ ''نبی کریم ﷺ ہر رات سورۂ بنی اسرائیل اور زمر کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔''(۳)

سُورۂ فتح

○ سورۂ فتح نبی ﷺ کو کائنات کی ہر چیز سے عزیز تھی۔ چنانچہ زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک سفر میں جا رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ رات کا وقت تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا لیکن آپ ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا۔ انہوں نے پھر سوال کیا لیکن اس بار بھی آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ انہوں نے تیسری مرتبہ سوال کیا تب بھی آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عمر کی ماں اسے روئے، تم نے نبی ﷺ سے تین مرتبہ سوال کیا لیکن آپ نے تمہیں کسی مرتبہ بھی جواب نہیں دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر میں نے اپنے اونٹ کو حرکت دی اور لوگوں سے آگے بڑھ گیا۔ مجھے خوف تھا کہ کہیں میرے بارے میں قرآن مجید کی کوئی آیت نہ نازل ہو جائے۔ ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ میں نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی جو مجھے ہی پکار رہا تھا۔ میں نے کہا مجھے تو خوف تھا ہی کہ میرے بارے میں کوئی آیت نہ نازل ہو جائے۔ بہرحال میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کیا۔ آپ نے فرمایا:

﴿ لَقَدْ اُنْزِلَتْ عَلَيَّ اللَّيْلَةَ سُوْرَةٌ لَهِيَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ ، ثُمَّ قَرَأَ: " اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا " ﴾ ''مجھ پر آج رات ایک سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے اُس ساری کائنات سے زیادہ

---

(۱) [بخاری (۸۹۱) کتاب الجمعة : باب ما یقرأ فی صلاة الفجر یوم الجمعة]

(۲) [صحیح : السلسلة الصحیحة (۵۸۵) مسند احمد (۳۴۰/۳) مستدرک حاکم (۴۱۲/۲) ترمذی (۳۴۰۴) کتاب الدعوات ، امام حاکم اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

(۳) [حسن : مسند احمد (۱۸۹/۶) شیخ شعیب ارناؤوط نے اسے حسن کہا ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (۲۴۹۰۸)]

عزیز ہے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے، پھر آپ نے سورۂ فتح کی تلاوت فرمائی۔‘‘(۱)

○ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے سورۂ فتح خوب خوش الحانی سے پڑھی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ﴿ قَرَأَ النَّبِیُّ ﷺ یَوْمَ فَتْحِ مَکَّةَ سُوْرَةَ الْفَتْحِ فَرَجَّعَ فِیْهَا ، قَالَ مُعَاوِیَةُ لَوْ شِئْتُ اَنْ اُحْکِیَ لَکُمْ قِرَاءَةَ النَّبِیِّ ﷺ لَفَعَلْتُ ﴾ ’’رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن سورۂ فتح خوش الحانی سے پڑھی۔ معاویہ بن قرہ (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ اگر میں چاہوں کہ تمہارے سامنے نبی ﷺ کی اس موقع پر طرزِ قراءت کی نقل کروں تو کر سکتا ہوں۔‘‘(۲)

سُوْرَۂ طُوْر

○ نبی ﷺ نے نماز مغرب میں سورۂ طور کی تلاوت فرمائی۔ چنانچہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ﴿ سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقْرَأُ فِی الْمَغْرِبِ بِالطُّوْرِ فَمَا سَمِعْتُ اَحَدًا اَحْسَنَ صَوْتًا اَوْ قِرَاءَةً مِنْهُ ﴾ ’’میں نے نماز مغرب میں نبی کریم ﷺ کو سورۂ طور کی تلاوت فرماتے ہوئے سنا، میں نے کسی اور کو نہیں سنا جس کی آواز یا قراءت آپ سے زیادہ اچھی ہو۔‘‘(۳)

○ نبی ﷺ نے بیت اللہ کے قریب نماز پڑھائی اور سورۂ طور کی تلاوت فرمائی۔ چنانچہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ﴿ شَکَوْتُ اِلَی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنِّیْ اَشْتَکِیَ فَقَالَ : طُوْفِیْ مِنْ وَّرَاءِ النَّاسِ وَ اَنْتِ رَاکِبَةٌ ، فَطُفْتُ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یُصَلِّیْ اِلَی جَنْبِ الْبَیْتِ یَقْرَأُ بِالطُّوْرِ وَ کِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ ﴾ ’’میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ میں بیمار ہوں، آپ نے فرمایا: تم لوگوں کے پیچھے پیچھے سواری پر سوار ہو کر طواف کر لو۔ میں نے طواف کیا اور رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کے پاس نماز پڑھائی جس میں آپ نے سورۂ طور کی تلاوت فرمائی۔‘‘(۴)

سُوْرَۂ وَاقِعَه

سورۂ واقعہ فکر آخرت پیدا کرنے والی سورت ہے۔(۵)

---

(۱) [بخاری (۴۸۳۳) کتاب التفسیر : باب قوله : اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا]

(۲) [بخاری (۴۸۳۵) کتاب التفسیر : باب قوله : اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا]

(۳) [موطا (۲۵/۱) ، (۱۷۵) کتاب الصلاة : باب القراءة فی المغرب والعشاء ، بخاری (۷۶۵ ، ...) کتاب الاذان : باب الجهر فی المغرب ، مسلم (۴۶۳)]

(۴) [بخاری (۴۶۴) کتاب الصلاة : باب ادخال البعیر فی المسجد للعلة ، مسلم (۱۲۷۶)]

نیز حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نمازیں اسی طرح پڑھا کرتے تھے جیسے آج تم پڑھتے ہو، البتہ آپ کی نماز ہلکی ہوتی تھی، وہ تمہاری نسبت ہلکی نماز پڑھا کرتے تھے ﴿ وَكَانَ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ الْوَاقِعَةَ وَنَحْوَهَا مِنَ السُّوَرِ ﴾ ''آپ نماز فجر میں سورۂ واقعہ اور اس جیسی سورتوں کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔''(۱)

سُوْرَةُ صَف

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿ تَذَاكَرْنَا اَيُّكُمْ يَأْتِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَيَسْأَلَهُ اَيُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ تَعَالَى فَلَمْ يَقُمْ اَحَدٌ مِنَّا فَاَرْسَلَ اِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَجُلًا فَجَمَعَنَا فَقَرَأَ عَلَيْنَا هٰذِهِ السُّوْرَةَ يَعْنِيْ سُوْرَةَ الصَّفِّ كُلَّهَا ﴾ ''ہم نے اس موضوع پر بات کی کہ کون ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ پوچھے کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟ لیکن ہم میں سے کوئی بھی نہ اٹھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف ایک شخص کو بھیجا، اس نے ہمیں جمع کیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ سورۂ مبارکہ، یعنی ساری سورۂ صف پڑھ کر سنادی۔''(۲)

سُوْرَةُ جُمُعَه

حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ ﴿ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ فِيْ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ بِسُوْرَةِ الْجُمُعَةِ وَالْمُنَافِقِيْنَ ﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ میں سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقون کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔''(۳)

سُوْرَةُ مُنَافِقُوْن

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ میں سورۂ منافقون کی تلاوت فرمایا کرتے تھے (جیسا کہ درج بالا حدیث میں ہے)۔

سُوْرَةُ مُلْك

- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے وقت ہمیشہ سورۂ ملک کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔(۴)

---

(۱) [صحیح لغیرہ: مسند احمد (۱۰۴/۵) شیخ شعیب ارناؤوط نے اسے صحیح لغیرہ کہا ہے۔[الموسوعۃ الحدیثیۃ (۲۰۹۹۵)]

(۲) [صحیح: مسند احمد (۴۵۲/۵) دارمی (۲۳۹۰) ابو یعلی (۷۴۹۹) ابن حبان (۴۵۹۴) بیہقی (۱۵۹/۹) شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔[الموسوعۃ الحدیثیۃ (۲۳۷۸۸)]

(۳) [مسلم (۸۷۷)، (۸۷۹) کتاب الجمعۃ: باب ما یقرأ فی صلاۃ الجمعۃ]

(۴) [صحیح: السلسلۃ الصحیحۃ (۵۸۵) مسند احمد (۳۴۰/۳) مستدرک حاکم (۴۱۲/۲) ترمذی (۳۴۰۴) کتاب الدعوات، امام حاکم اور امام ذہبی رحمہما اللہ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

○ روزانہ سورۂ ملک کی تلاوت کرنے سے آدمی عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿ سُوْرَةُ تَبَارَكَ هِيَ الْمَانِعَةُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ﴾ ''سورۂ تبارک یعنی سورۃ الملک عذاب قبر سے روکنے والی ہے۔''(۱)

○ سورۂ ملک اپنے پڑھنے والے کی روزِ قیامت سفارش کرے گی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إِنَّ سُوْرَةً فِي الْقُرْآنِ ثَلَاثُوْنَ آيَةً شَفَعَتْ لِصَاحِبِهَا حَتَّى غُفِرَ لَهُ : تَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ﴾ ''قرآن مجید میں تیس آیات پر مشتمل ایک سورت ہے جو اپنے ساتھی (یعنی پڑھنے والے) کی سفارش کرے گی حتی کہ اسے بخش دیا جائے گا اور وہ سورت تَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ہے۔''(۲)

○ سورۂ ملک اپنے پڑھنے والے کے حق میں روزِ قیامت جھگڑا کرے گی حتی کہ اسے جنت میں داخل کرائے گی۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ سُوْرَةٌ (فِي) الْقُرْآنِ ... خَاصَمَتْ عَنْ صَاحِبِهَا حَتَّى اَدْخَلَتْهُ الْجَنَّةَ : تَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ﴾ ''قرآن مجید میں ایک ایسی سورت ہے جو اپنے ساتھی (یعنی پڑھنے والے) کی مغفرت کے لئے (روزِ قیامت) جھگڑا کرے گی حتی کہ اسے جنت میں داخل کرائے گی اور وہ سورت تَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ہے۔''(۳)

سُوْرۂ دَھر

بروز جمعہ نماز فجر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ دہر کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ﴿ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ [الٓمٓ تَنْزِيْل] السَّجْدَة و [هَلْ اَتٰى عَلَى الْإِنْسَان] ﴾ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن نماز فجر میں الٓمٓ، تَنْزِيْلُ السجدۃ اور هَلْ اَتٰى عَلَى الْإِنْسَانِ (الدھر) کی قراءت فرمایا کرتے تھے۔''(۴)

سُوْرۂ مُرْسَلَات

○ سورۂ مرسلات فکر آخرت پیدا کرنے والی سورت ہے۔(۵)

---

(۱) [حسن : السلسلة الصحيحة (۱۱٤۰) رواه الحاكم]

(۲) [صحيح : صحيح ابن ماجه، ابن ماجه (۳۷۸٦) كتاب الادب : باب ثواب القرآن، صحيح ابو داود (۱۲٦۵) ابو داود (۱٤۰۰) ترمذی (۲۸۹۱) السنن الكبرى للنسائي (٦/٤۹٦)]

(۳) [حسن : صحيح الجامع الصغير (۳٦٤٤) طبرانی اوسط (٤/۷٦) الاحاديث المختارة (۱۷۳۸)]

(٤) [بخاری (۸۹۱) كتاب الجمعة : باب ما يقرأ في صلاة الفجر يوم الجمعة]

(۵) [صحيح : السلسلة الصحيحة (۹۵۵) ترمذی (۳۲۹۷) كتاب التفسير : باب ومن سورة الواقعة]

○ نبی ﷺ نماز مغرب میں سورۂ مرسلات کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ﴿ إِنَّ أُمَّ الْفَضْلِ سَمِعَتْهُ وَ هُوَ يَقْرَأُ : " وَ الْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا " فَقَالَتْ : يَا بُنَيَّ لَقَدْ ذَكَّرْتَنِي بِقِرَائَتِكَ هٰذِهِ السُّوْرَةَ إِنَّهَا لَآخِرُ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَقْرَأُ بِهَا فِي الْمَغْرِبِ ﴾ ''ام فضل رضی اللہ عنہا (ان کی والدہ) نے انہیں سورۂ مرسلات پڑھتے ہوئے سنا تو کہا: بیٹا تم نے یہ سورت پڑھ کے مجھے یاد دلا دیا کہ یہ آخری سورت ہے جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی، آپ اسے نماز مغرب میں تلاوت فرمایا کرتے تھے۔''(۱)

سُوْرَۂ نَبَاء

سورۂ نباء فکر آخرت پیدا کرنے والی سورت ہے۔(۲)

سُوْرَۂ تَکْوِیْر، سُوْرَۂ اِنْفِطَار، سُوْرَۂ اِنْشِقَاق

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُ رَأْيُ عَيْنٍ فَلْيَقْرَأْ : " إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ " وَ " إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ " وَ " إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ " ﴾ ''جسے یہ پسند ہو کہ وہ روز قیامت کو اس طرح دیکھے گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو تو وہ یہ تین سورتیں پڑھ لے؛ إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ (التکویر)، إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ (الانفطار)، إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ (الانشقاق)۔(۳)

سُوْرَۂ طَارِق

رسول اللہ ﷺ نے نماز مغرب میں سورۂ طارق پڑھنے کی ترغیب دی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ صَلَّى مُعَاذٌ الْمَغْرِبَ فَقَرَأَ الْبَقَرَةَ وَ النِّسَاءَ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : أَفَتَّانٌ يَا مُعَاذُ ! مَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَقْرَأَ بِالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ وَ الشَّمْسِ وَ ضُحَاهَا (وَنَحْوِهَا) ؟ ﴾ ''حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے مغرب کی نماز پڑھائی اور اس میں سورۂ بقرہ اور سورۂ نساء پڑھی تو نبی ﷺ نے فرمایا: معاذ! کیا فتنے میں ڈالتے ہو؟ کیا تمہیں یہ کافی نہ تھا کہ سورۂ طارق اور سورۂ شمس اور اس طرح کی دیگر سورتیں پڑھ لو؟''(۴)

---

(۱) [بخاری (۷۶۳) کتاب الاذان : باب القراءۃ فی المغرب ، مسلم (۴۶۲) مؤطا (۱۷۶) احمد (۳۳۸/۶)]

(۲) [صحیح : السلسلة الصحیحة (۹۵۵) ترمذی (۳۲۹۷) کتاب التفسیر : باب ومن سورة الواقعة]

(۳) [صحیح : السلسلة الصحیحة (۱۰۸۱) هدایة الرواة (۵۴۸۰) ترمذی (۳۳۳۳) کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة اذا الشمس کورت]

(۴) [السنن الکبری للنسائی (۱۶۶۴) ، (۱۱۶۷۴) کتاب التفسیر : باب سورة الطارق ، شیخ عبدالرزاق مہدی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔[التعلیق علی تفسیر ابن کثیر (۴۳۵/۶)]]



سُوْرَۃُ اَعْلیٰ ، سُوْرَۃُ غَاشِیَہ

○ نبی کریم ﷺ نے نماز مغرب میں سورۂ اعلیٰ پڑھنے کی ترغیب دلائی ہے۔(۱)

○ نبی کریم ﷺ نماز جمعہ اور عیدین میں سورۂ اعلیٰ اور سورۂ غاشیہ پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ﴿ كَانَ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْعِيْدَيْنِ وَ يَوْمِ الْجُمُعَةِ بِـ " سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى " وَ " هَلْ اَتَاكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ " وَ رُبَّمَا اجْتَمَعَا فِيْ يَوْمٍ وَاحِدٍ فَقَرَأَهُمَا ﴾ "نبی ﷺ عیدین اور جمعہ کے دن سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى اور هَلْ اَتَاكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ پڑھا کرتے تھے اور بعض اوقات اگر عیدین اور جمعہ یکجا ہو جاتے (یعنی ایک ہی دن آ جاتے) تو پھر بھی آپ دونوں نمازوں میں انہی دونوں سورتوں کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔"(۲)

○ نبی ﷺ نماز وتر میں بھی سورۂ اعلیٰ پڑھا کرتے تھے۔ حضرت عبد الرحمٰن بن ابزی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ﴿ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْوِتْرِ بِـ " سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى " وَ " قُلْ يٰاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ " وَ " قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ " ﴾ "رسول اللہ ﷺ نماز وتر میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ، قُلْ يٰاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کی قراءت فرمایا کرتے تھے۔"(۳)

سُوْرَۃُ کَوْثَر

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان مسجد میں تشریف فرما تھے کہ آپ پر ہلکی سی اُونگھ طاری ہو گئی، پھر آپ نے مسکراتے ہوئے سر مبارک اٹھایا تو ہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! آپ کیوں مسکرا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا "مجھ پر ابھی ابھی ایک سورت نازل ہوئی ہے" اور پھر آپ نے پڑھا ﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ... الخ ﴾ پھر آپ نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ کوثر کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا، اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں، آپ نے فرمایا ﴿ فَاِنَّهُ نَهْرٌ وَعَدَنِيْهِ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ ، عَلَيْهِ خَيْرٌ كَثِيْرٌ ، وَ هُوَ حَوْضٌ تَرِدُ عَلَيْهِ اُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، آنِيَتُهُ عَدَدُ النُّجُوْمِ ﴾ "یہ ایک نہر ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے، اس میں خیر کثیر ہے، درحقیقت یہ ایک حوض ہے جس پر میری امت

---

(۱) [بخاری (۷۰۵) کتاب الاذان : باب من شکا امامه اذا طول ، مسلم (۱۷۹)]

(۲) [مسلم (۸۷۸) کتاب الجمعة : باب ما یقرأ فی صلاۃ الجمعة ، ابوداود (۱۱۲۲) ترمذی (۵۳۳)]

(۳) [**صحیح** : صحیح نسائی ، نسائی (۱۷۳۱) احمد (۴۰۶/۳) شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۱۵۳۵۴)]

قیامت کے دن آئے گی، اس کے برتنوں کی تعداد آسمان کے ستاروں جتنی ہوگی۔"(۱)

سُورۂ کافِرُون

○ سورۂ کافرون ایک چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ چنانچہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ "قُلْ یٰاَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ" تَعْدِلُ رُبْعَ الْقُرْآنِ ﴾ "قُلْ یٰاَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ ایک چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔"(۲)

○ سورۂ کافرون شرک سے بچانے والی سورت ہے۔ حضرت فروہ بن نوفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ﴿ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ! عَلِّمْنِیْ شَیْئًا اَقُوْلُهٗ اِذَا آوَیْتُ اِلٰی فِرَاشِیْ فَقَالَ : اِقْرَاْ " قُلْ یٰاَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ " فَاِنَّھَا بَرَاءَةٌ مِّنَ الشِّرْكِ ﴾ "اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی چیز سکھائیے جو میں اپنے بستر پر لیٹتے وقت پڑھوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قُلْ یٰاَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ پڑھا کرو، یقیناً یہ شرک سے براءت کا ذریعہ ہے۔"(۳)

○ سورۂ کافرون اور معوذتین سورتیں موذی جانور کے کاٹنے کا علاج ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ﴿لَدَغَتِ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم عَقْرَبٌ وَ ھُوَ یُصَلِّیْ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ : لَعَنَ اللّٰہُ الْعَقْرَبَ لَا تَدَعُ مُصَلِّیًا وَ لَا غَیْرَہٗ ، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ وَ مِلْحٍ وَجَعَلَ یَمْسَحُ عَلَیْھَا وَیَقْرَاُ " قُلْ یٰاَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ " وَ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ " وَ " قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ " ﴾ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک بچھو نے آپ کو کاٹ لیا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا "اللہ تعالیٰ بچھو پر لعنت کرے! یہ نمازی کو چھوڑتا ہے نہ غیر نمازی کو۔" پھر آپ نے پانی اور نمک منگوایا اور (دونوں کو ملا کر زخم پر) ملا اور سورۂ کافرون، سورۂ فلق اور سورۂ ناس پڑھ کر دم کیا۔"(۴)

○ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کی دوسنتوں میں سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص پڑھا کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح روایت میں مذکور ہے۔(۵)

○ نماز وتر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ اعلیٰ (پہلی رکعت میں)، سورۂ کافرون (دوسری رکعت میں) اور سورۂ اخلاص

---

(۱) [مسلم (۴۰۰) کتاب الصلاة : باب حجة من قال البسملة آية من اول کل سورة ، ابو داود (۷۸٤) نسائی (۹۰۵) مسند احمد (۱۰۲/۳)]

(۲) [حسن : السلسلة الصحيحة (۵۸٦) صحيح الترغيب (۵۸۳)]

(۳) [صحيح : صحيح ترمذی ، ترمذی (۳٤۰۳) ابواب الدعوات : باب ما جاء فيمن يقرأ القرآن عند المنام ومنه ، صحيح ابن حبان (۱۸٦/۲) ابو داود (۵۰۵۵)]

(٤) [صحيح : السلسلة الصحيحة (۵٤۸)]

(۵) [مسلم (۷۲٦) کتاب صلاة المسافرين : باب استحباب رکعتی سنة الفجر ...]



(تیسری رکعت میں) پڑھا کرتے تھے۔(۱)

○ طواف کی رکعتوں میں بھی سورۂ کافرون پڑھنا مسنون ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَرَاَ فِیْ رَكْعَتَیِ الطَّوَافِ بِسُوْرَتَیِ الْاِخْلَاصِ " قُلْ یٰاَیُّهَا الْكَافِرُوْنَ " و " قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ " ﴾ ''رسول اللہ ﷺ نے طواف کی دو رکعتوں میں سے ایک (پہلی) میں سورۂ کافرون اور دوسری میں سورۂ اخلاص کی تلاوت فرمائی۔''(۲)

سُوْرۂ نَصر

عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے دریافت کیا کہ ﴿ اَتَعْلَمُ آخِرَ سُوْرَةٍ مِّنَ الْقُرْآنِ نَزَلَتْ ؟ قُلْتُ : نَعَمْ " اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ " قَالَ : صَدَقْتَ ﴾ ''کیا تمہیں معلوم ہے کہ قرآن مجید کی کون سی سورت سب سے آخر میں نازل ہوئی تھی؟ میں نے عرض کی: جی ہاں مجھے معلوم ہے، اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ سب سے آخر میں نازل ہوئی تھی تو انہوں نے فرمایا: آپ سچ کہتے ہیں۔''(۳)

سُوْرۂ اِخلاص

○ سورۂ اخلاص ثواب میں ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔ چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو سنا کہ وہ سورۂ اخلاص پڑھ رہا ہے اور اسے بار بار پڑھ رہا ہے، جب صبح ہوئی تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے اس بات کا ذکر کیا، اس نے گویا محض اس سورت کی تلاوت کو کم جانا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا ﴿ وَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ اِنَّهَا لَتَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ ﴾ ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ سورت قرآن مجید کے ثلث (تہائی) کے برابر ہے۔''(٤)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا ﴿ اَیَعْجِزُ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّقْرَاَ ثُلُثَ الْقُرْآنِ فِیْ لَیْلَةٍ ؟ ﴾ ''کیا تم میں سے کوئی اس بات سے عاجز ہے کہ ایک

---

(۱) [صحیح : صحیح نسائی ، نسائی (۱۷۳۱) احمد (۴۰۶/۳) شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۱۵۳۵٤)]

(۲) [صحیح : صحیح ترمذی ، ترمذی (۸٦۹) کتاب الحج : باب ما یقرأ فی رکعتی الطواف]

(۳) [مسلم (۳۰۲٤) کتاب التفسیر ، السنن الکبری للنسائی (۱۱۷۱۳) کتاب التفسیر : باب سورة النصر]

(٤) [بخاری (۵۰۱۳) کتاب فضائل القرآن : باب فضل "قل هو الله احد"، ابوداود (۱٤٦۱) کتاب الوتر : باب فی سورة الصمد ، السنن الکبری للنسائی (۸۰۲۹) کتاب فضائل القرآن : باب سورة الاخلاص]

رات میں قرآن مجید کا ایک تہائی حصہ پڑھے؟'' صحابہ کرام کو یہ کام بہت دشوار محسوس ہوا اور انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کسے اس بات کی طاقت ہے؟ تو آپ نے فرمایا ﴿ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ ، ثُلُثُ الْقُرْآنِ ﴾ ''اللّٰهُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ (والی سورت یعنی سورۂ اخلاص) ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔''(۱)

○ سورۂ اخلاص سے محبت اللہ کی محبت کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ﴿ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بعثَ رَجُلًا عَلٰی سَرِیَّةٍ وَ کَانَ یَقْرَأُ لِاَصْحَابِهٖ فِیْ صَلَاتِهِمْ فَیَخْتِمُ بِـ '' قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ '' فَلَمَّا رَجَعُوْا ذُکِرَ ذَالِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ : سَلُوْهُ ، لِاَیِّ شَیْءٍ یَصْنَعُ ذَالِكَ ، فَسَاَلُوْهُ ، فَقَالَ لِاَنَّهَا صِفَةُ الرَّحْمٰنِ فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَقْرَاَ بِهَا ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اَخْبِرُوْهُ اَنَّ اللّٰهَ یُحِبُّهُ ﴾ ''نبی ﷺ نے ایک شخص کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا، وہ اپنے ساتھیوں کو جب نماز پڑھاتا تو قراءت کے اختتام پر قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ضرور پڑھتا، جب یہ لوگ واپس آئے تو انہوں نے اس بات کا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ذکر کیا تو آپ نے فرمایا، اس سے پوچھو کہ وہ ایسا کیوں کرتا ہے؟ انہوں نے پوچھا تو اس نے بتایا کہ اس سورۂ مبارکہ میں رحمٰن کی صفت بیان کی گئی ہے، اس لئے مجھے اس سورت کے پڑھنے سے بہت محبت ہے، یہ سن کر نبی ﷺ نے فرمایا، اسے بتادو کہ اللہ تعالیٰ کو بھی اس سے محبت ہے۔''(۲)

○ سورۂ اخلاص سے محبت اور کثرت سے اس کی تلاوت جنت میں داخلے کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک انصاری مسجد قباء میں نماز کی امامت کے فرائض سرانجام دیا کرتا تھا تو وہ نماز میں جس سورت کی بھی قراءت کرنا چاہتا تو اس سے پہلے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ضرور پڑھتا حتی کہ اس سورت کی قراءت سے فارغ ہو کر پھر کوئی دوسری سورت پڑھتا اور ہر رکعت میں اسی طرح کیا کرتا تھا، اس کے ساتھیوں نے اس سلسلے میں اس سے بات کی کہ تم اس سورت کو شروع کر لیتے ہو اور پھر سمجھتے ہو کہ شاید یہ کافی نہیں جس کی وجہ سے تم دوسری سورت بھی پڑھتے ہو۔ لہٰذا یا تو اسی سورت پر اکتفا کرو یا پھر اسے چھوڑ دو اور اس کے بجائے کوئی دوسری سورت پڑھ لیا کرو۔ اس نے جواب دیا کہ میں اس سورت کو ضرور پڑھوں گا اور اگر تم میری امامت کو پسند کرتے ہو کہ میں تمہیں نماز پڑھاتا رہوں تو میں اس سورت کو ضرور پڑھوں گا اور اگر تم میری امامت کو پسند نہیں کرتے تو میں نماز پڑھانا چھوڑ دیتا ہوں۔ لوگ اسے اپنے میں سے افضل سمجھتے تھے، لہٰذا انہوں نے یہ پسند نہ کیا کہ اس کے سوا کوئی اور نماز پڑھائے۔ جب نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے آپ سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ ﴿ یَا فُلَانُ ! مَا یَمْنَعُكَ اَنْ تَفْعَلَ مَا یَاْمُرُكَ بِهٖ اَصْحَابُكَ ؟ وَ مَا یَحْمِلُكَ عَلٰی

---

(۱) [بخاری (۵۰۱۵) کتاب فضائل القرآن : باب فضل '' قل هو الله احد '']

(۲) [بخاری (۷۳۷۵) کتاب التوحید : باب ما جاء فی دعاء النبی امته ... ، مسلم (۸۱۳)]

لُزُوْمِ هٰذِهِ السُّوْرَةِ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ ؟ ﴾ ''اے فلاں! تمہارے ساتھی جو کچھ کہتے ہیں، تم اس کے مطابق عمل کیوں نہیں کرتے اور ہر رکعت میں باقاعدگی کے ساتھ اس سورت کو کیوں پڑھتے ہو؟'' اس نے جواب دیا کہ اے اللہ کے رسول! بیشک مجھے اس سورت سے محبت ہے تو آپ نے فرمایا ﴿ حُبُّكَ اِيَّاهَا اَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ ﴾ ''اس سورت کی محبت تمہیں جنت میں لے جائے گی۔''(۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿ اَقْبَلْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَسَمِعَ رَجُلًا يَقْرَأُ : " قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ " فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : وَجَبَتْ ، قُلْتُ : وَمَا وَجَبَتْ ؟ قَالَ : الْجَنَّةَ ﴾ ''میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ آرہا تھا کہ آپ نے ایک شخص کو قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے ہوئے سنا تو فرمایا: واجب ہو گئی۔ میں نے عرض کیا کہ کیا واجب ہوگئی؟ آپ نے فرمایا ''جنت۔''(۲)

○ سورۂ اخلاص کے الفاظ دعا کی قبولیت کے موجب ہیں۔ چنانچہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک شخص نماز پڑھتے ہوئے یہ دعا کر رہا ہے ﴿ اَللّٰهُمَّ ! اِنِّيْ اَسْأَلُكَ بِاَنِّيْ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ، الْاَحَدُ الصَّمَدُ ، الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُوْلَدْ ، وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا اَحَدٌ ﴾ ''اے اللہ! بیشک میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں سوائے تیرے اور تو ہی ایک ہے، بے نیاز ہے، جو نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا اور نہ کوئی تیرا ہمسر ہی ہے۔'' آپ نے یہ سن کر فرمایا ﴿ وَ الَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ ! لَقَدْ سَاَلَ اللّٰهَ بِاسْمِهِ الْاَعْظَمِ الَّذِيْ اِذَا سُئِلَ بِهٖ اَعْطٰى وَ اِذَا دُعِيَ بِهٖ اَجَابَ ﴾ ''اس ذات اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس شخص نے اللہ تعالیٰ کے اس اسم اعظم کے واسطے سے دعا کی ہے کہ جس کے واسطے سے جب اس سے سوال کیا جائے تو وہ عطا فرما دیتا ہے اور اگر دعا کی جائے تو وہ شرفِ قبولیت سے سرفراز فرما دیتا ہے۔''(۳)

○ سورۂ اخلاص شیطانی وساوس کا بہترین علاج ہے۔ حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ﴿ يُوْشِكُ النَّاسَ يَتَسَاءَلُوْنَ بَيْنَهُمْ حَتّٰى يَقُوْلَ قَائِلُهُمْ هٰذَا اللّٰهُ خَلَقَ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ ؟ فَاِذَا قَالُوْا ذٰلِكَ فَقُوْلُوْا : " اَللّٰهُ اَحَدٌ ، اَللّٰهُ الصَّمَدُ ، لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ، وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا اَحَدٌ " ثُمَّ لْيَتْفُلْ اَحَدُكُمْ عَنْ يَسَارِهٖ ثَلَاثًا وَ

---

(۱) [بخاری (۷۷٤) کتاب الاذان : باب الجمع بین السورتین فی رکعة]

(۲) [**صحیح** : صحیح ترمذی ، ترمذی (۲۸۹۷) کتاب فضائل القرآن : باب ما جاء فی سورة الاخلاص ، نسائی (۷۰۷) مؤطا (٤۹۵) باب ما جاء فی قراءة " قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ "]

(۳) [**صحیح** : صحیح ترمذی ، ترمذی (۳٤۷۵) کتاب الدعوات : باب ما جاء فی جامع الدعوات عن رسول الله ، ابو داود (۱٤۹۳) ابن ماجه (۳۸۵۷)]

لَيَسْتَعِذْ مِنَ الشَّيْطَانِ ﴾ ''وہ وقت قریب ہے کہ لوگ ایک دوسرے سے (بہت زیادہ) سوال کریں گے حتیٰ کہ ان میں سے کوئی کہے گا کہ مخلوق کو تو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ جب لوگ ایسی باتیں کریں تو یہ الفاظ کہنا اَللّٰهُ الصَّمَدُ ، لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُوْلَدْ ، وَ لَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا اَحَدٌ (یعنی اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ اس نے کسی کو جنا، نہ وہ کسی سے جنا گیا اور اس کا کوئی ہمسر بھی نہیں)۔ پھر تین مرتبہ بائیں طرف تھوک کر شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنا۔''(۱)

- نبی کریم ﷺ نماز فجر کی دو سنتوں میں سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص پڑھا کرتے تھے۔(۲)
- نماز وتر کی تیسری رکعت میں نبی ﷺ سورۂ اخلاص پڑھا کرتے تھے۔(۳)
- طواف کی دو رکعتوں میں سے دوسری رکعت میں رسول اللہ ﷺ سورۂ اخلاص کی تلاوت کیا کرتے تھے۔(٤)

سُوْرۂ فَلَق ، سُوْرۂ نَاس

ان دونوں سورتوں کو معوذتین سورتیں کہا جاتا ہے۔

- معوذتین سورتوں جیسی اور کوئی سورتیں نہیں۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ﴿ اَلَمْ تَرَ آيَاتٍ اُنْزِلَتْ (هٰذِهِ) اللَّيْلَةَ لَمْ يُرَ مِثْلُهُنَّ قَطُّ ؟ " قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ " وَ " قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ " ﴾ ''کیا تم نے دیکھا نہیں کہ آج رات ایسی آیات نازل ہوئی ہیں کہ ان جیسی آیات کبھی نہیں دیکھی گئی اور وہ ہیں قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔''(٥)
- اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے کے لئے معوذتین سورتوں سے بہتر اور کوئی سورتیں نہیں ۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ يَا ابْنَ عَابِسٍ اَلَا اُخْبِرُكَ بِاَفْضَلِ مَا تَعَوَّذَ بِهِ الْمُتَعَوِّذُوْنَ ﴾ ''اے ابن عابس! کیا میں تمہیں سب سے افضل سورتوں کے متعلق نہ بتاؤں جن کے ساتھ پناہ مانگنے والے پناہ مانگتے ہیں۔'' انہوں نے عرض کی، ضرور اے اللہ کے رسول! تو آپ ﷺ نے سورۃ الفلق اور سورۃ الناس سکھائی۔(٦)

---

(۱) [حسن : السلسلة الصحيحة (۱۱۸) صحيح الجامع الصغير (۸۱۸۲) صحيح ابو داود ، ابو داود (٤٧٢٢) كتاب السنة : باب في الجهمية]

(۲) [مسلم (٧٢٦) كتاب صلاة المسافرين : باب استحباب ركعتي سنة الفجر ...]

(۳) [صحيح : صحيح نسائي ، نسائي (۱۷۳۱) احمد (٤٠٦/٣) شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (١٥٣٥٤)]

(٤) [صحيح : صحيح ترمذي ، ترمذي (٨٦٩) كتاب الحج : باب ما يقرأ في ركعتي الطواف]

(٥) [مسلم (٨١٤) كتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب فضل قراءة المعوذتين]

(٦) [صحيح : السلسلة الصحيحة (١١٠٤) نسائي (٣١٢/٢) مسند احمد (١٥٣/٤)]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا کہ آپ نے فرمایا ﴿يَا عُقْبَةُ ! قُلْ﴾ ''اے عقبہ! کہو'' میں نے عرض کی کہ کیا کہوں؟ تو آپ نے خاموشی اختیار فرمالی، پھر آپ نے فرمایا ''اے عقبہ! کہو'' میں نے عرض کی کہ کیا کہوں؟ تو آپ نے پھر خاموشی اختیار فرمالی تو میں نے کہا کہ اے اللہ! انہیں مجھ پر لوٹا دے (کہ آپ مجھ سے دوبارہ یہی فرمائیں) چنانچہ آپ نے فرمایا ''اے عقبہ! کہو'' میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا: '' قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ''۔ میں نے اسے پڑھا حتی کہ یہ سورت پوری ہوگئی، پھر آپ نے فرمایا'' کہو''۔ میں نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا: '' قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ''۔ میں نے اسے پڑھا حتی کہ پوری سورت پڑھ لی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر فرمایا ﴿مَا سَاَلَ سَائِلٌ بِمِثْلِهِمَا وَلَا اسْتَعَاذَ مُسْتَعِيْذٌ بِمِثْلِهِمَا﴾ ''کسی سوال کرنے والے نے ان کی طرح کا سوال نہیں کیا اور کسی پناہ مانگنے والے نے ان کی طرح پناہ نہیں مانگی۔''(۱)

○ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معوذتین سورتوں کو بہترین سورتیں کہا اور سوتے اور جاگتے وقت انہیں پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ جیسا کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں ان وادیوں میں سے ایک وادی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے چل رہا تھا کہ آپ نے مجھ سے فرمایا ﴿يَا عُقْبَةُ ! اَلَا تَرْكَبُ ؟﴾ ''اے عقبہ! تم بھی سوار کیوں نہیں ہو جاتے؟'' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے پیش نظر آپ کی سواری پر سوار نہ ہوا، پھر آپ نے فرمایا'' اے عقبہ! تم سوار کیوں نہیں ہو جاتے؟'' مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ آپ کی نافرمانی نہ ہو جائے، اس لئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری سے نیچے تشریف لے آئے تو آپ کے فرمان کی اطاعت بجالاتے ہوئے میں تھوڑی دیر کے لئے سوار ہو گیا اور پھر میں اترا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو گئے تو آپ نے فرمایا ﴿يَا عُقْبَةُ ! اَلَا اُعَلِّمُكَ سُوْرَتَيْنِ مِنْ خَيْرِ سُوْرَتَيْنِ قَرَاَ بِهِمَا النَّاسُ﴾ ''اے عقبہ! کیا میں تمہیں دو ایسی بہترین سورتیں نہ سکھاؤں جنہیں لوگوں نے پڑھا ہے؟'' میں نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! ضرور سکھائیں تو آپ نے مجھے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھائیں۔ پھر نماز قائم کی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت کے فرائض سرانجام دیئے اور نماز میں انہی دو سورتوں کی قراءت فرمائی، پھر آپ کا میرے پاس سے گزر ہوا تو فرمایا ﴿كَيْفَ رَاَيْتَ يَا عُقَيْبُ ! اقْرَاْ بِهِمَا كُلَّمَا نِمْتَ وَ كُلَّمَا قُمْتَ﴾ ''عقیب! ان دو سورتوں کے بارے میں کیا خیال ہے؟ جب بھی تم سونے لگو اور اٹھو تو ان دونوں سورتوں کو پڑھ لیا کرو۔''(۲)

---

(۱) [**حسن صحیح** : صحیح ابو داود (۱۳۱۶) صحیح نسائی ، نسائی (۵۴۳۸) کتاب الاستعاذۃ]

(۲) [**صحیح** : السلسلۃ الصحیحۃ (تحت الحدیث : ۳۴۹۹) مسند احمد (۱۴۴/۴) ابو داود (۱۴۶۲) نسائی (۵۴۳۹) شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۱۷۲۹۲)]]

○ جنات اور نظر بد سے بچاؤ کے لئے نبی ﷺ معوذتین سورتیں پڑھا کرتے تھے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ﴿كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَتَعَوَّذُ مِنَ الْجَانِّ وَعَيْنِ الْاِنْسَانِ حَتّٰى نَزَلَتِ الْمُعَوِّذَتَانِ فَلَمَّا نَزَلَتَا اَخَذَ بِهِمَا وَتَرَكَ مَا سِوَاهُمَا﴾ "رسول اللہ ﷺ جنات اور انسانوں کی نظر سے پناہ مانگا کرتے تھے یہاں تک کہ معوذتین سورتیں (الفلق اور الناس) نازل ہوئیں، پس جب وہ نازل ہوئیں تو آپ نے ان کے ساتھ دم کرنا شروع کر دیا اور ان کے علاوہ تمام دموں کو چھوڑ دیا۔"(۱)

○ نبی کریم ﷺ پر ہونے والے جادو کے اثر کو زائل کرنے کے لئے معوذتین سورتیں نازل کی گئیں۔ چنانچہ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿فَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ فَنَزَلَ عَلَيْهِ بِالْمُعَوِّذَتَيْنِ﴾ "پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام معوذتین سورتیں لے کر آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے (اور آپ سے کہا کہ فلاں یہودی نے آپ پر جادو کیا ہے)۔"(۲)

○ سورۂ فلق سے بہتر کوئی سورت نہیں۔ چنانچہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ (اونٹنی پر) سوار تھے۔ میں نے اپنا ہاتھ آپ کے قدم مبارک پر رکھ دیا اور عرض کیا کہ مجھے سورۂ ہود اور سورۂ یوسف پڑھائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿لَنْ تَقْرَاَ شَيْئًا اَبْلَغَ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مِنْ "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ"﴾ "تم ہرگز کوئی ایسی سورت نہیں پڑھ سکتے جو اللہ کے نزدیک قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ سے بہتر ہو۔"(۳)

سُوْرۂ اِخْلاص، سُوْرۂ فَلَق، سُوْرۂ نَاس (اکٹھی فضیلت)

ان تینوں سورتوں کو معوذات سورتیں بھی کہا جاتا ہے۔ ان تینوں کی اکٹھی فضیلت کا کچھ بیان حسب ذیل ہے:

○ ان تینوں سورتوں کو صبح و شام تین تین مرتبہ پڑھنا ہر مصیبت سے کفایت کر جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شدید بارش اور سخت اندھیری رات میں ہم رسول اللہ ﷺ کو تلاش کرنے کے لئے نکلے تاکہ آپ ہمیں نماز پڑھائیں۔ ہم نے آپ کو تلاش کر لیا۔ آپ نے پوچھا کہ "کیا تم نے نماز پڑھ لی ہے؟" میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ آپ نے فرمایا "کہہ"۔ میں نے کچھ نہ کہا۔ آپ نے پھر فرمایا کہ "کہہ"۔ میں

---

(۱) [صحیح: هداية الرواة (۲۸۲/٤) ترمذی (۲۰۵۸) نسائی (٥٤٩٤) ابن ماجه (۳٥۱۱)]

(۲) [صحیح: السلسلة الصحيحة (۲۷٦۱) طبرانی کبیر (۲۰۱/٥) حاکم (۳٦۰/٤)]

(۳) [صحیح: صحيح الجامع الصغير (٥۲۱۷) السلسلة الصحيحة (تحت الحديث: ۳٤۹۹) صحيح نسائی، نسائی (۹٥۳) كتاب الافتتاح: باب الفضل في قراءة المعوذتين، ابن حبان (۷۹۲) احمد (۱٤۹/٤) شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۷۳٤۱)]

نے پھر کچھ نہ کہا۔ پھر تیسری مرتبہ آپ نے فرمایا ''کہہ''۔ تو میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ! کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَ الْمُعَوِّذَتَيْنِ حِيْنَ تُمْسِيْ وَ حِيْنَ تُصْبِحُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ تَكْفِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ﴾ ''سورۂ اخلاص اور معوذتین سورتیں (الفلق ،الناس) صبح وشام تین تین مرتبہ پڑھو، یہ تمہیں ہر چیز (رنج وغم، تکلیف و پریشانی، مصیبت وآفت وغیرہ) سے کفایت کر جائیں گی۔''(۱)

○ ان تینوں سورتوں سے افضل سورتیں نہ تورات وانجیل اور زبور میں ہیں اور نہ ہی قرآن میں۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا ﴿ يَا عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ صِلْ مَنْ قَطَعَكَ وَ اَعْطِ مَنْ حَرَمَكَ وَ اعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ ﴾ ''اے عقبہ بن عامر! جو تجھ سے قطع تعلقی کرے اس سے صلہ رحمی کر، جو تجھے محروم رکھے اسے عطا کر اور جو تجھ پر ظلم کرے اسے معاف کر۔'' عقبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے مجھ سے فرمایا ﴿ اَمْلِكْ لِسَانَكَ وَ ابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ ﴾ ''اپنی زبان کو روکے رکھ، اپنے گناہوں پر رویا کر اور اپنے گھر میں رہ۔'' عقبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے فرمایا ﴿ اَلَا اُعَلِّمُكَ سُوَرًا مَا اُنْزِلَتْ فِي التَّوْرَاةِ وَلَا فِي الزَّبُوْرِ وَلَا فِي الْاِنْجِيْلِ وَلَا فِي الْفُرْقَانِ مِثْلُهُنَّ لَا يَاْتِيَنَّ عَلَيْكَ لَيْلَةٌ اِلَّا قَرَاْتَهُنَّ فِيْهَا "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" وَ "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ" وَ "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ" ﴾ ''کیا میں تمہیں ایسی سورتیں نہ سکھاؤں کہ ان جیسی سورتیں نہ تورات وزبور اور انجیل میں نازل کی گئی ہیں اور نہ ہی قرآن کریم میں۔ (خبردار!) تجھ پر کوئی ایسی رات نہ گزرے جس میں تو یہ سورتیں نہ پڑھے: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۔''(۲)

○ یہ تینوں سورتیں سوتے وقت پڑھنا مسنون ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ﴿ كَانَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ كُلَّ لَيْلَةٍ جَمَعَ كَفَّيْهِ ثُمَّ نَفَثَ فِيْهِمَا فَقَرَاَ فِيْهِمَا "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" وَ "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ" وَ "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ" ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهٖ يَبْدَاُ بِهِمَا عَلٰى رَاْسِهٖ وَوَجْهِهٖ وَمَا اَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهٖ يَفْعَلُ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ﴾ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات جب بستر پر آرام فرماتے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو ملا کر سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس (تینوں مکمل) پڑھ کر

---

(۱) [حسن : صحیح ابو داود ، ابو داود (۵۰۸۲) کتاب الادب : باب ما یقول اذا اصبح ، ترمذی (۳۵۷۵) نسائی (۵۴۳۰) مسند احمد (۳۱۲/۵)]

(۲) [صحیح : السلسلة الصحیحة (۸۹۱) مسند احمد (۱۵۸/٤) شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۱۷٤۵۲)]

ان پر پھونکتے اور پھر دونوں ہتھیلیوں کو جہاں تک ممکن ہوتا اپنے جسم پر پھیرتے تھے۔ پہلے سر اور چہرے اور سامنے کے بدن پر ہاتھ پھیرتے۔ یہ عمل تین مرتبہ کرتے۔"(۱)

- حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں سورتوں کو آخر تک پڑھا اور پھر ان کے متعلق فرمایا کہ ﴿ مَا تَعَوَّذَ بِمِثْلِهِنَّ اَحَدٌ ﴾ "کسی نے بھی ان جیسی سورتوں کے ساتھ پناہ نہیں پکڑی (یعنی پناہ مانگنے کے لئے ان سورتوں سے افضل اور کوئی سورتیں نہیں)۔"(۲)
- ہر نماز کے بعد معوذات سورتیں پڑھنے کا حکم ہے۔ چنانچہ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ﴿ اَمَرَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ اَقْرَاَ بِالْمُعَوِّذَاتِ دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ ﴾ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں ہر نماز کے بعد معوذات (سورۂ اخلاص، فلق اور ناس) سورتیں پڑھوں۔"(۳)
- مریض یا قریب المرگ شخص کو معوذات سورتوں کے ذریعے دم کرنا مفید ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ﴿ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اِذَا اشْتَكٰى يَقْرَاُ عَلٰى نَفْسِهٖ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَ يَنْفُثُ ، فَلَمَّا اشْتَدَّ وَجَعُهُ كُنْتُ اَقْرَاُ عَلَيْهِ وَ اَمْسَحُ بِيَدِهٖ رَجَاءَ بَرَكَتِهَا ﴾ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت جب ناساز ہوتی تو آپ معوذات سورتیں پڑھ کر اپنے اوپر دم فرمایا کرتے تھے اور جب (مرض الموت میں) آپ کی تکلیف بڑھ گئی تو میں ان سورتوں کو پڑھ کر آپ کے جسمِ اطہر پر آپ ہی کے دستِ مبارک کو برکت کی امید سے پھیر دیتی۔"(٤)



---

(۱) [بخاری (۵۰۱۷) کتاب فضائل القرآن : باب فضل المعوذات]

(۲) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۷۹۵۰) صحیح ابو داود (۱۳۱۵) صحیح نسائی ، نسائی (۵٤۳۰) کتاب الاستعاذة : باب ما جاء فی سورتی المعوذتین ، السنن الکبری للنسائی (۷۸٤٦)]

(۳) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۳٦۳) ابو داود (۱۵۲۳) کتاب الصلاة : باب فی الاستغفار ، مسند احمد (۲۰۱/٤) شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (۱۷۷۹۲)]

(٤) [بخاری (۵۰۱٦) کتاب فضائل القرآن : باب فضل المعوذات]

باب فضل بعض آیات القرآن و کلماته — قرآن کریم کی بعض آیات اور کلمات کی فضیلت

بعض قرآنی آیات کی فضیلت

وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ...

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ﴿ اسْمُ اللّٰهِ الْاَعْظَمُ فِیْ هَاتَیْنِ الْاٰیَتَیْنِ : " وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ " وَ فَاتِحَةِ آلِ عِمْرَانَ " الٓمّٓ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ " ﴾ ''اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہے: ① وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ [البقرة : ۱۶۳] ''اور تمہارا معبود ایک ہی ہے، اس کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں، وہ نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔ اور ② الٓمّٓ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ [آل عمران : ۱، ۲] ''الم۔ وہ اللہ ہے، اس کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں، وہ زندہ ہے، سب کو سنبھالنے والا ہے۔''(۱)

معلوم ہوا کہ درج بالا آیات میں اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم مذکور ہے اور دیگر مختلف احادیث میں یہ بات مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم کے واسطے سے کی جانے والی دعا قبول کی جاتی ہے۔(۲)

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً ...

یہ آیت دراصل ایک دعا ہے جس کے مکمل الفاظ یہ ہیں:

﴿ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ ﴾ [البقرة : ۲۰۱]

''اے ہمارے رب! ہم کو دنیا میں بھی نعمت و بھلائی (یعنی ہر مطلوب و مقصود، مثلاً: صحت و عافیت، وسیع و کشادہ رہائش، خوبصورت بیوی، وسیع رزق، علم نافع، عمل صالح، عمدہ سواری اور اچھی تعریف وغیرہ) عطا فرما اور آخرت میں بھی نعمت و بھلائی دے (یعنی میدانِ حشر کے خوف سے نجات، حساب میں آسانی، دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ کا حصول اور بالآخر جنت میں داخلہ) اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔''

اس دعا کی جامعیت کی وجہ سے احادیث میں اس کی بہت ترغیب وارد ہوئی ہے۔

---

(۱) [حسن : صحیح ابو داود، ابو داود (۱۴۹۶) کتاب الوتر : باب الدعاء، ابن ماجه (۳۸۵۵) ترمذی (۳۴۷۸) صحیح الترغیب (۱۶۴۲) صحیح الجامع الصغیر (۹۸۰)]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود، ابو داود (۱۴۹۵) کتاب الوتر : باب الدعاء، نسائی (۱۳۰۰) ترمذی (۳۵۴۴) ابن ماجه (۳۸۵۶) السلسلة الصحیحة (۳۴۱۱) صحیح ابن حبان (۸۹۰) احمد (۱۲۰/۳)]

○ نبی ﷺ اکثر اوقات میں یہی دعا پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ﴿ كَانَ أَكْثَرُ دُعَاءِ النَّبِيِّ ﷺ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾ ''نبی کریم ﷺ کثرت سے یہ دعا کیا کرتے تھے'' اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا وآخرت میں خیر وبھلائی عطا فرما اور ہمیں عذاب جہنم سے محفوظ رکھ۔''(۱)

○ اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے سخت مریض کو شفا عطا فرمادی۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مریض کی عیادت فرمائی جو پرندے کے ننھے بچے کی طرح (ہڈیوں کا ڈھانچہ) ہوگیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا ﴿ هَلْ كُنْتَ تَدْعُو بِشَيْءٍ اَوْ تَسْأَلُهُ اِيَّاهُ ؟ قَالَ : نَعَمْ ، كُنْتُ اَقُوْلُ : اَللّٰهُمَّ ! مَا كُنْتَ مُعَاقِبِيْ بِهِ فِي الْآخِرَةِ فَعَجِّلْهُ لِيْ فِي الدُّنْيَا ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : سُبْحَانَ اللّٰهِ ! لَا تُطِيْقُهُ اَوْ لَا تَسْتَطِيْعُهُ ، فَهَلَّا قُلْتَ : اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾ ''کیا تم اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا یا سوال کیا کرتے تھے؟ اس نے جواب دیا: ہاں، میں یہ دعا کیا کرتا تھا: اے اللہ! تو نے مجھے جو آخرت میں سزا دینی ہے وہ دنیا ہی میں دے دے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ! تمہیں اس کی طاقت واستطاعت کہاں؟ تم نے یہ دعا کیوں نہ کرلی اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ''اے اللہ! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔'' اس نے یہ دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے شفا عطا فرمادی۔''(۲)

آیت الکرسی

آیت الکرسی کے الفاظ یہ ہیں:

﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـــُٔـوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴾

[البقرة : ۲۵۵] ''وہ اللہ ہے، اس کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں، زندہ ہے، سب کو سنبھالے ہوئے ہے، اسے اونگھ آتی ہے نہ نیند۔ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے، سب اسی کا ہے۔ کون ہے جو اس کے سامنے اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرسکے؟ وہ جانتا ہے جو کچھ لوگوں کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے

(۱) [بخاری (۴۵۲۲) کتاب تفسیر القرآن : باب ومنهم من یقول ربنا آتنا فی الدنیا حسنة ، مسلم (۲۶۹۰)]

(۲) [مسلم (۲۶۸۸) کتاب الذکر والدعاء : باب کراهة الدعاء بتعجیل العقوبة فی الدنیا]

علم میں سے کسی چیز کو اپنے احاطے میں نہیں لا سکتے، سوائے اس بات کے جو وہ چاہے۔ اس کی کرسی نے آسمانوں اور زمین کو گھیر رکھا ہے اور اسے ان دونوں کی حفاظت تھکاتی نہیں اور وہ بلند تر، نہایت عظمت والا ہے۔''

○ قرآن کریم کی سب سے عظیم آیت ''آیت الکرسی ہے۔ چنانچہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ يَا اَبَا الْمُنْذِرِ ! اَتَدْرِیْ اَیُّ آيَاتٍ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ مَعَكَ اَعْظَمُ ؟ قَالَ : قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ ! قَالَ : يَا اَبَا الْمُنْذِرِ ! اَتَدْرِیْ اَیُّ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ مَعَكَ اَعْظَمُ ؟ قَالَ : قُلْتُ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَيُّوْمُ ، قَالَ : فَضَرَبَ فِیْ صَدْرِیْ وَقَالَ : لِيَهْنِكَ الْعِلْمُ يَا اَبَا الْمُنْذِرِ ﴾ ''اے ابو منذر! کیا تمہیں علم ہے کہ تمہارے پاس کتاب اللہ میں سے کون سی آیت سب سے عظیم ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پوچھا کہ اے ابو منذر! کیا تجھے علم ہے کہ تمہارے پاس کتاب اللہ میں سے کون سی آیت سب سے عظیم ہے؟ میں نے عرض کیا کہ (آیت الکرسی، یعنی) اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَيُّوْمُ ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ تمہیں علم مبارک ہو۔''(۱)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی آدمی نے سوال کیا ﴿ اَیُّ آيَةٍ فِی الْقُرْآنِ اَعْظَمُ ؟ ﴾ ''قرآن کریم میں کون سی آیت سب سے عظیم ہے؟'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهُ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۔''(۲)

○ ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھنا جنت میں داخلے کا موجب ہے۔ چنانچہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ مَنْ قَرَاَ آيَةَ الْكُرْسِیِّ دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ لَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ اِلَّا اَنْ يَّمُوْتَ ﴾ ''جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی اسے جنت میں داخلے سے صرف موت نے روک رکھا ہے۔''(۳)

○ آیت الکرسی جنات وشیاطین، جادو اور آسیب وغیرہ سے بچاؤ کے لئے بہت مفید ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿ وَكَّلَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِحِفْظِ زَكَاةِ رَمَضَانَ فَاَتَانِیْ آتٍ فَجَعَلَ يَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُهُ .. ﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے رمضان کی زکوٰۃ (صدقۂ فطر) کی حفاظت کے لیے مقرر فرمایا تو رات کو ایک آنے والا آیا اور اس نے (اپنے کپڑے میں) کھانے کی چیزیں بھرنا شروع کر دیں تو میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کروں گا۔ اس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو،

---

(۱) [مسلم (۸۱۰) کتاب صلاة المسافرین : باب فضل سورة الکهف وآیة الکرسی ، احمد (۱۴۱/۵)]

(۲) [**صحیح** : صحیح ابو داود ، ابو داود (۴۰۰۳) کتاب الحروف والقراءات]

(۳) [**صحیح** : صحیح الترغیب (۱۵۹۵) صحیح الجامع الصغیر (۶۴۶۴)]

میں محتاج عیالدار اور سخت حاجت مند ہوں تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔

صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابو ہریرہ! اپنے رات کے قیدی کا حال سناؤ؟ میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول! اس نے کہا کہ وہ بہت سخت حاجت منداور عیالدار ہے تو میں نے رحم کرتے ہوئے اسے چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے، وہ پھر بھی آئے گا۔ اس سے مجھے یقین ہو گیا کہ وہ واقعی دوبارہ آئے گا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرما دیا تھا کہ وہ دوبارہ آئے گا، اس لیے میں چوکنا رہا، چنانچہ وہ آیا اور اس نے (اپنے کپڑے میں) کھانے کی چیزیں ڈالنا شروع کر دیں تو میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ کہنے لگا، مجھے چھوڑ دو میں بہت محتاج ہوں اور مجھ پر اہل وعیال کی ذمہ داری کا بوجھ ہے، میں آئندہ نہیں آؤں گا۔ میں نے رحم کرتے ہوئے اسے چھوڑ دیا۔

صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابو ہریرہ! اپنے رات کے قیدی کا حال سناؤ؟ میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول! اس نے اپنی سخت حاجت اور اہل وعیال کی ذمہ داری کے بوجھ کا ذکر کیا تو میں نے ترس کھاتے ہوئے اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا، اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے، وہ پھر آئے گا۔

میں نے تیسری بار اس کی گھات لگائی تو وہ پھر آیا اور اس نے (اپنے کپڑے میں) کھانے کی اشیاء ڈالنا شروع کر دیں، میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا اب میں تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ بس یہ تیسری اور آخری دفعہ ہے، تو روز کہتا ہے کہ اب نہیں آئے گا لیکن وعدہ کرنے کے باوجود پھر آجاتا ہے۔ اس نے کہا، مجھے چھوڑ دو میں تمہیں کچھ ایسے کلمات سکھا دیتا ہوں جن سے اللہ تعالیٰ تمہیں نفع دے گا۔ میں نے کہا، وہ کلمات کیا ہیں؟ کہنے لگا جب (سونے کے لیے) بستر پر آؤ تو آیت الکرسی ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ...﴾ پڑھا کرو۔ اس کا یہ فائدہ ہوگا کہ ساری رات اللہ کی طرف سے ایک محافظ تمہاری حفاظت کرتا رہے گا اور صبح تک کوئی شیطان تمہارے قریب نہ آ سکے گا۔ چنانچہ میں نے پھر اسے چھوڑ دیا۔

صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اپنے رات کے قیدی کا حال سناؤ؟ میں نے عرض کی ﴿ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! زَعَمَ اَنَّهُ یُعَلِّمُنِیْ کَلِمَاتٍ یَنْفَعُنِی اللّٰهُ بِهَا فَخَلَّیْتُ سَبِیْلَهُ ، قَالَ مَا هِیَ ؟ قُلْتُ قَالَ لِیْ : اِذَا اَوَیْتَ اِلَی فِرَاشِكَ فَاقْرَاْ آیَةَ الْکُرْسِیِّ مِنْ اَوَّلِهَا حَتّٰی تَخْتِمَ الْآیَةَ " اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ " وَقَالَ لِیْ لَنْ یَزَالَ عَلَیْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ وَلَا یَقْرَبُكَ شَیْطَانٌ حَتّٰی تُصْبِحَ ﴾ "اے اللہ کے رسول! اس نے کہا تھا کہ وہ مجھے کچھ ایسے کلمات سکھائے گا جن سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع دے گا تو (یہ سن کر) میں نے پھر اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا، وہ کیا ہیں؟ میں نے عرض کی، اس نے مجھ سے کہا کہ جب بستر پر آؤ تو اول سے لے کر آخر تک مکمل آیت الکرسی پڑھ لیا کرو تو اس سے ساری رات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک محافظ تمہاری

حفاظت کرے گا اور صبح تک کوئی شیطان تمہارے قریب نہ آسکے گا۔"

یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا ﴿ اَمَا اِنَّهُ قَدْ صَدَقَكَ وَ هُوَ كَذُوْبٌ ﴾ "اس نے تم سے بات سچی کی ہے، حالانکہ وہ خود جھوٹا ہے۔" "ابوہریرہ! تمہیں یہ معلوم ہے کہ تین راتیں کس سے باتیں کرتے رہے ہو؟ عرض کی، نہیں تو آپ نے فرمایا "یہ شیطان تھا"۔ (۱)

سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات

○ سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات ہر آفت ومصیبت اور مشکل کے لئے کافی ہیں۔ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ مَنْ قَرَأَ الْآيَتَيْنِ مِنْ آخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فِيْ لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ ﴾ "جو شخص رات کے وقت سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات پڑھ لیتا ہے، اسے یہ آیات (ہر مشکل سے) کافی ہو جاتی ہیں۔" (۲)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "کافی ہو جائیں گی" کا ایک مفہوم تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ آیتیں قیام اللیل سے کفایت کر جائیں گی، دوسرا مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے کہ شیطان سے بچاؤ کے لیے کافی ہو جائیں گی اور تیسرا مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہر قسم کی آفت ومصیبت سے بچاؤ کے لیے کافی ہو جائیں گی اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ تمام مفہوم ہی مراد ہوں۔ (۳)

○ جس گھر میں سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات تلاوت کی جاتی ہیں اس میں شیطان نہیں آتا۔ چنانچہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ كِتَابًا قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ السَّمٰوَاتِ وَ الْاَرْضَ بِاَلْفَيْ عَامٍ اَنْزَلَ مِنْهُ آيَتَيْنِ خُتِمَ بِهِمَا سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَ لَا يُقْرَآنِ فِيْ دَارٍ ثَلَاثَ لَيَالٍ فَيَقْرَبُهَا شَيْطَانٌ ﴾ "بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے ایک کتاب تحریر فرمائی، اس میں سے دو آیتیں نازل فرمائیں جن کے ساتھ سورۂ بقرہ کو ختم کیا گیا ہے اور جس گھر میں بھی تین رات ان دونوں آیتوں کی تلاوت کی جائے گی شیطان اس کے قریب بھی نہیں آئے گا۔" (٤)

○ ایک روایت میں سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات کو اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ نور کہا گیا ہے اور اُس میں یہ بھی مذکور ہے کہ جو شخص ان دو آیات کو پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگے گا تو اسے وہ چیز ضرور عطا کی جائے گی۔ (٥)

○ ایک اور روایت میں ہے کہ شب معراج رسول اللہ ﷺ کو پانچ نمازوں کے ساتھ سورۂ بقرہ کی آخری آیات

---

(۱) [بخاری (۲۳۱۱)، (۳۲۷۵)، (۵۰۱۰) کتاب الوکالة: باب اذا وکل رجلا فترك الوکیل شیئا]

(۲) [مسلم (۸۰۷) کتاب صلاة المسافرین: باب فضل الفاتحة وخواتیم سورة البقرة، بخاری (٤٠٠٨)]

(۳) [حواشی علی صحیح مسلم (۲/٤٠٢)]

(٤) [صحیح: صحیح ترمذی، ترمذی (۲۸۸۲) کتاب فضائل القرآن: باب ما جاء فی آخر سورة البقرة]

(٥) [مسلم (۸۰٦) کتاب فضائل القرآن: باب فضل سورة الفاتحة وخواتیم سورة البقرة]

کا بھی تحفہ ملا تھا۔ چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی اور آپ کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس لے جایا گیا جو کہ چھٹے آسمان میں ہے اور زمین سے اوپر جانے والی چیزیں یہیں پہنچتی ہیں ، پھر ان کو قبضے میں لے لیا جاتا ہے اور اوپر سے جو کچھ زمین پر آتا ہے وہ بھی یہاں تک پہنچتا ہے ، پھر اس کو وہاں سے لے لیا جاتا ہے ، فرمایا ﴿ إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَى ﴾ [النجم : ١٦] ''جبکہ اس بیری پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا'' فرمایا یہ سونے کے پتنگے تھے ۔ فرمایا : اس مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین چیزیں عطا فرمائی گئیں : ① پانچ نمازیں ۔ ② سورۂ بقرہ کی آخری آیات ۔ ③ اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے جو شخص شرک نہ کرے اس کے ہلاک کرنے والے گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا ۔(١)

سورۂ آل عمران کی آخری دس آیات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو نماز تہجد کے لیے بیدار ہوتے تو سورۂ آل عمران کی آخری دس آیات ﴿ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ وَ اخْتِلَافِ اللَّيْلِ ... ﴾ کی تلاوت فرمایا کرتے تھے ۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں ایک رات اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں سو گیا ، ارادہ یہ تھا کہ آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز دیکھوں گا ۔ میری خالہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے گدا بچھا دیا اور آپ اس کے طول میں لیٹ گئے پھر (جب رات کے آخری حصے میں بیدار ہوئے تو) چہرہ مبارک پر ہاتھ پھیر کر نیند کے آثار دور کیے ﴿ ثُمَّ قَرَأَ الْآيَاتِ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ آلِ عِمْرَانَ حَتَّى خَتَمَ ﴾ ''پھر سورۂ آل عمران کی آخری دس آیات پڑھیں ۔'' اس کے بعد آپ ایک مشکیزے کے پاس آئے اور اس سے پانی لے کر وضوء کیا اور نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو گئے ۔ میں بھی کھڑا ہو گیا اور جو کچھ آپ نے کیا تھا وہی سب کچھ میں نے بھی کیا ۔(٢)

حضرت یونس علیہ السلام کی دعا

حضرت یونس علیہ السلام جب مچھلی کے پیٹ میں تھے تو انہوں نے ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنا شروع کر دی ﴿ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ﴾ ''تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں ، تو پاک ہے (اور) بیشک میں قصوروار ہوں ۔'' اس تسبیح اور پکار کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں مچھلی کے پیٹ سے نجات دی اور فرمایا کہ ''ہم اہل ایمان کو اسی طرح نجات دیا کرتے ہیں (جب وہ شدائد و مشکلات میں مبتلا ہوں اور ہماری طرف رجوع کر کے ہم سے دعا کریں ، خصوصاً جب مشکل حالات میں یہ دعا کریں)''۔

---

(١) [مسلم (١٧٣) كتاب الايمان : باب فی ذكر سدرة المنتهى]

(٢) [بخاری (٤٥٧٠) كتاب التفسير : باب قوله : الذين يذكرون الله قياما وقعودا ... ، مسلم (٧٦٣)]

نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق جو بھی حضرت یونس علیہ السلام کی مذکورہ دعا کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگے گا اللہ تعالیٰ اس کی دعا ضرور قبول فرمائیں گے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا ﴿دَعْوَةُ ذِي النُّوْنِ إِذْ دَعَا رَبَّهُ وَهُوَ فِيْ بَطْنِ الْحُوْتِ " لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ " فَإِنَّهُ لَمْ يَدْعُ بِهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ فِيْ شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا اسْتَجَابَ اللّٰهُ لَهُ﴾ ''مچھلی والے پیغمبر (حضرت یونس علیہ السلام) کی دعا جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں مانگی تھی: '' تیرے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، تو پاک ہے (اور) بیشک میں قصوروار ہوں۔'' جو مسلمان اپنے رب سے کسی بھی چیز کے بارے میں یہ دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا ضرور شرفِ قبولیت سے نوازتا ہے۔''(۱)

ایک دوسری روایت میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ دَعَا بِدُعَاءِ يُوْنُسَ اسْتُجِيْبَ لَهُ﴾ ''جو بھی یونس علیہ السلام کی دعا کے ساتھ دعا کرے گا اس کی دعا ضرور قبول کی جائے گی۔''(۲)

هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ ...

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق سورۂ حدید کی مذکورہ آیت نمبر ۳ دل میں پیدا ہونے والے شیطانی وساوس کا علاج ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا ﴿إِذَا وَجَدْتَ فِيْ نَفْسِكَ شَيْئًا فَقُلْ " هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ "﴾ ''جب تم اپنے دل میں کوئی کھٹکا (وسوسہ) محسوس کرو تو یہ آیت پڑھو هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ''وہی اول بھی ہے اور آخر بھی، اور ظاہر بھی اور باطن بھی، اور وہی ہر شے کو خوب جاننے والا ہے۔''(۳)

بعض قرآنی کلمات کی فضیلت

بسم اللہ

○ بسم اللہ (اللہ کے نام کے ساتھ) کی برکت سے شیطان انتہائی چھوٹا اور حقیر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت اسامہ بن عمیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ اونٹ پر آپ کے پیچھے سوار تھا، ہمارا اونٹ ذرا پھسلا تو میں نے کہا 'شیطان کا برا ہو' تب آپ ﷺ نے فرمایا ﴿لَا تَقُلْ تَعِسَ الشَّيْطَانُ فَإِنَّهُ يَعْظُمُ حَتّٰى يَصِيْرَ

---

(۱) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۳۳۸۳) صحیح الترغیب (۱۶۴۴) صحیح ترمذی، ترمذی (۳۵۰۵) کتاب الدعوات : باب فی دعوة ذی النون ...، مسند احمد (۱۷۰/۱)]

(۲) [مستدرك حاکم (۴۱۲۷) مسند ابو یعلی (۷۰۷) مسند ابویعلی کے محقق حسین سلیم اسد نے اس کے راویوں کو ثقہ کہا ہے۔[التعلیق علی مسند ابی یعلی (۶۵/۲)]

(۳) [حسن : صحیح الترغیب (۱۶۱۴) صحیح ابو داود، ابو داود (۵۱۱۰) کتاب الادب : باب رد الوسوسة]

مِثْلَ الْبَيْتِ وَيَقُوْلُ بِقُوَّتِي وَلٰكِنْ قُلْ : بِسْمِ اللّٰهِ فَإِنَّهُ يَصْغُرُ حَتّٰى يَصِيْرَ مِثْلَ الذُّبَابِ ﴾ ''یہ نہ کہو کہ شیطان کا برا ہو کیونکہ اس سے شیطان پھول کر مکان کی طرح (بڑا) ہو جاتا ہے اور کہتا ہے میں نے اپنی قوت سے (یہ کیا ہے) لیکن تم بسم اللہ کہو کیونکہ اس سے شیطان چھوٹا ہو کر مکھی کی طرح ہو جاتا ہے۔''(۱)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ بسم اللہ کی برکت کی وجہ سے ہے۔(۲)

○ بسم اللہ پڑھنے سے انسان شیطانی حملے سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ﴿ إِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَيْتَهُ فَذَكَرَ اللّٰهَ عِنْدَ دُخُوْلِهِ وَعِنْدَ طَعَامِهِ قَالَ الشَّيْطَانُ لَا مَبِيْتَ لَكُمْ وَ لَا عَشَاءَ وَ إِذَا دَخَلَ فَلَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ عِنْدَ دُخُوْلِهِ قَالَ الشَّيْطَانُ أَدْرَكْتُمُ الْمَبِيْتَ وَ إِذَا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ عِنْدَ طَعَامِهِ ، قَالَ : أَدْرَكْتُمُ الْمَبِيْتَ وَ الْعَشَاءَ ﴾ ''جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے اور داخل ہوتے وقت اللہ کا ذکر کرتا ہے (یعنی بِسْمِ اللّٰه پڑھتا ہے) اور کھانے کے وقت بھی اللہ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان (دوسرے اپنے ساتھیوں سے) کہتا ہے' نہ تو (یہاں) تمہارے لیے رات کا قیام ہے اور نہ ہی رات کا کھانا۔ لیکن جب انسان گھر میں داخل ہوتے وقت اللہ کا نام نہیں لیتا تو شیطان کہتا ہے تم نے (یہاں) رات کا قیام پالیا اور جب انسان کھانے کے وقت اللہ کا نام نہیں لیتا تو شیطان کہتا ہے تم نے رات کا قیام اور رات کا کھانا (دونوں کو) پالیا۔(۳)

ایک روایت میں ہے کہ ﴿ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ أَنْ لَا يُذْكَرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ ﴾ ''شیطان اس کھانے کو (اپنے لیے) حلال بنا لیتا ہے جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے۔''(۴)

○ ہم بستری کے وقت بسم اللہ پڑھنے سے اولاد شیطانی حملے سے محفوظ رہتی ہے۔ چنانچہ فرمانِ نبوی ہے کہ اگر تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جاتے وقت یہ دعا پڑھے:

﴿ بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا ﴾ ''اللہ کے نام کے ساتھ (ہم جماع کرتے ہیں)' اے اللہ! ہمیں شیطان سے محفوظ رکھ اور اس اولاد کو بھی شیطان سے محفوظ رکھ جو تو ہمیں عطا کرے۔'' ﴿ فَقُضِيَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ لَمْ يَضُرَّهُ الشَّيْطَانُ ﴾ ''تو یقیناً اس جماع سے ان کے مقدر میں

---

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود (۴۹۸۲) کتاب الادب ، مسند احمد (۵۹/۵) السنن الکبری للنسائی ، عمل الیوم واللیلة ، باب ما یقول اذا عثرت به دابته (۱۴۲/۶)]

(۲) [تفسیر ابن کثیر (۹۴/۱)]

(۳) [مسلم (۲۰۱۸) کتاب الأشربة : باب آداب الطعام والشراب وأحکامهما ' ابو داود (۳۷۶۵)]

(۴) [مسلم (۲۰۱۷) کتاب الأشربة : باب آداب الطعام والشراب وأحکامهما ' ابو داود (۳۷۶۶)]

اولاد ہوگی تو شیطان اسے کبھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔'' (۱)

○ گھر سے نکلتے وقت بسم اللہ پڑھنے سے اللہ تعالیٰ بندے کو ہر چیز سے کافی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جو شخص اپنے گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھتا ہے: ﴿بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ﴾ ''اللہ کے نام سے نکلتا ہوں' اللہ کی توفیق کے سوا نہ کچھ کرنے کی طاقت ہے اور نہ کسی چیز سے بچنے کی۔''

اس کے لیے کہا جاتا ہے ﴿كُفِيتَ وَ وُقِيتَ﴾ ''تجھے کفایت کی گئی اور تجھے بچا لیا گیا'' اور شیطان اس سے جدا ہو جاتا ہے۔ سنن ابوداود کی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ ﴿فَيَقُولُ لَهُ شَيْطَانٌ آخَرُ كَيْفَ لَكَ بِرَجُلٍ قَدْ هُدِيَ وَ كُفِيَ وَ وُقِيَ﴾ ''ایک دوسرا شیطان اس سے مل کر کہتا ہے کہ تو ایسے شخص پر کیسے قابو پا سکتا ہے جسے (اللہ کی طرف سے) ہدایت دے دی گئی، کفایت کی گئی اور بچا لیا گیا۔'' (۲)

شیخ عبد المحسن العباد اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ (مذکورہ دعا پڑھنے والے کو) اللہ تعالیٰ ہدایت سے نوازتے ہیں، جس کام کا وہ ارادہ رکھتا ہے اس کے لیے اسے خود ہی کافی ہو جاتے ہیں اور اسے دوسروں کی طرف سے پہنچنے والی تمام برائیوں سے بچا لیتے ہیں، بالفاظِ دیگر اسے سلامتی حاصل ہو جاتی ہے اور ایسا صرف اللہ تعالیٰ پر اس کے کامل توکل واعتماد اور اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرنے کی وجہ سے ہی ہوتا ہے (جیسا کہ اس دعا کا یہی مفہوم ہے)۔ (۳)

○ بیت الخلاء میں داخلے کے وقت بسم اللہ پڑھنے سے جنات وشیاطین اور اولادِ آدم کی شرمگاہوں کے درمیان پردہ حائل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿سَتْرُ مَا بَيْنَ أَعْيُنِ الْجِنِّ وَ عَوْرَاتِ بَنِي آدَمَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُهُمُ الْخَلَاءَ أَنْ يَقُولَ بِسْمِ اللّٰهِ﴾ ''جب کوئی بیت الخلاء میں داخلے کے وقت '' بِسْمِ اللّٰهِ '' کہہ لیتا ہے تو اولادِ آدم کی شرمگاہوں اور جنات کی آنکھوں کے درمیان پردہ حائل ہو جاتا ہے۔'' (۴)

○ رات کے وقت بسم اللہ پڑھ کر گھر کے دروازے بند کر لینا اور برتن وغیرہ ڈھک دینا مستحب ہے۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إِذَا كَانَ جُنْحُ اللَّيْلِ - أَوْ أَمْسَيْتُمْ - فَكُفُّوا صِبْيَانَكُمْ ، فَإِنَّ الشَّيَاطِينَ تَنْتَشِرُ حِينَئِذٍ فَإِذَا ذَهَبَتْ سَاعَةٌ مِنَ اللَّيْلِ فَحَلُّوهُمْ وَ أَغْلِقُوا

---

(۱) [بخاری (۱۴۱) کتاب الوضوء : باب التسمیة علی کل حال وعند الوقاع' مسلم (۱۴۳۴)]

(۲) [**صحیح** : صحیح ترمذی' ترمذی (۳۴۲۶) کتاب الدعوات : باب ما جاء ما یقول اذا خرج من بیته ، ابو داود (۵۰۹۵)]

(۳) [شرح سنن ابی داود (تحت الحدیث : ۵۰۹۵)]

(۴) [**صحیح** : صحیح الجامع الصغیر (۳۶۱۰) ترمذی (۶۰۶) مشکاۃ المصابیح (۳۵۸)]

الْاَبْوَابَ وَ اذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ بَابًا مُغْلَقًا ﴾ ''جب رات کا اندھیرا شروع ہو یا (آپ ﷺ نے فرمایا کہ) جب شام ہو جائے تو اپنے بچوں کو اپنے پاس روک لیا کرو، کیونکہ شیاطین اسی وقت پھیلتے ہیں۔ البتہ جب ایک گھڑی رات گزر جائے تو انہیں چھوڑ دو، اور اللہ کا نام لے کر دروازے بند کر لو، کیونکہ شیطان کسی بند دروازے کو نہیں کھول سکتا۔''(۱)

ایک دوسری روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿ وَ اَغْلِقْ بَابَكَ وَ اذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ وَ اَطْفِىءْ مِصْبَاحَكَ وَ اذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ وَ اَوْكِ سِقَائَكَ وَ اذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ وَ خَمِّرْ اِنَائَكَ وَ اذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ وَلَوْ تَعْرُضُ عَلَيْهِ شَيْئًا ﴾ ''پھر (رات کے وقت) اللہ کا نام لے کر (یعنی بسم اللہ پڑھ کے) اپنا دروازہ بند کر لو، اللہ کا نام لے کر اپنا چراغ بجھا دو، پانی کے برتن اللہ کا نام لے کر ڈھک دو اور دوسرے برتن بھی اللہ کا نام لے کر ڈھک دو (اور اگر ڈھکن نہ ہو) تو درمیان میں ہی کوئی چیز رکھ دو۔''(۲)

○ مصیبت وآفت کے موقع پر بسم اللہ پڑھی جائے تو اللہ تعالیٰ فرشتے نازل فرما دیتے ہیں۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ اُحد کے دن رسول اللہ ﷺ بارہ انصاری صحابہ کے ساتھ الگ رہ گئے۔ ان میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ مشرکین نے انہیں گھیر لیا۔ رسول اللہ ﷺ (اپنے ساتھیوں کی طرف پلٹے اور) فرمایا ان لوگوں سے کون نمٹے گا؟ اس پر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا، میں۔ چنانچہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اکیلے ہی گیارہ آدمیوں کے برابر لڑے حتی کہ (لڑتے لڑتے) ان کے ہاتھ پر (کسی مشرک کی تلوار کی) ضرب لگی جس سے ان کی انگلیاں کٹ گئیں اور ان کی زبان سے ''سی'' کی آواز نکلی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لَوْ قُلْتَ بِسْمِ اللّٰهِ لَرَفَعَتْكَ الْمَلَائِكَةُ وَ النَّاسُ يَنْظُرُوْنَ ثُمَّ رَدَّ اللّٰهُ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ ''اگر تم بسم اللہ کہتے تو فرشتے تمہیں اوپر اٹھا لیتے اور لوگ بھی دیکھ لیتے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو (ناکام ونامراد کر کے) پھیر دیا۔''(۳)

○ بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھایا جائے تو کھانے میں برکت ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا ﴿ اِنَّا نَاْكُلُ وَلَا نَشْبَعُ ﴾ ''ہم کھانا کھاتے ہیں لیکن سیر نہیں ہوتے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ فَلَعَلَّكُمْ تَاْكُلُوْنَ مُتَفَرِّقِيْنَ ؟ ﴾ ''شاید تم الگ الگ کھانا کھاتے ہو؟'' انہوں نے جواب دیا، جی ہاں اے اللہ کے رسول!۔ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ فَاجْتَمِعُوْا عَلٰى طَعَامِكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ

---

(۱) [بخاری (۳۳۰۴) کتاب بدء الخلق : باب صفة ابليس ، مسلم (۲۰۱۲)]

(۲) [بخاری (۳۲۸۰) کتاب بدء الخلق]

(۳) [حسن : صحیح الجامع الصغیر (۵۲۷٦) السلسلة الصحيحة (۲۱۷۱) صحیح نسائی، نسائی (۳۱۴۹) کتاب الجهاد : باب ما يقول من يطعنه العدو]

اللّٰہِ عَلَیْہِ یُبَارَكْ لَكُمْ فِیْهِ ﴾ ''اکٹھے کھانا کھایا کرو اور اس پر اللہ کا نام لیا کرو (یعنی بسم اللہ پڑھا کرو) تو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) تمہارے کھانے میں برکت ڈال دی جائے گی۔''(۱)

سبحان اللہ

○ سبحان اللہ (اللہ پاک ہے) کے ذریعے سمندر کی جھاگ کے برابر گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ مَنْ قَالَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ مِائَةَ مَرَّةٍ ، حُطَّتْ خَطَایَاهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ ﴾ ''جس نے سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهِ (پاک ہے اللہ اپنی تعریف کے ساتھ) کہا اس کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی ہوں۔''(۲)

○ سبحان اللہ کا ایک مختصر ذکر بہت سے طویل اذکار سے افضل ہے۔ چنانچہ حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا ﴿ لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ أَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ، لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ مُنْذُ الْیَوْمِ لَوَزَنَتْهُنَّ : سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِضَا نَفْسِهِ وَزِنَةَ عَرْشِهِ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ ﴾ ''میں نے تیرے بعد چار ایسے کلمے ادا کیے ہیں کہ اگر ان کا تیرے اب تک کہے گئے کلمات سے موازنہ کیا جائے تو ان کا وزن زیادہ ہو جائے (وہ کلمے یہ ہیں) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِضَا نَفْسِهِ وَ زِنَةَ عَرْشِهِ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ ''اللہ تعالیٰ پاک ہے اپنی تعریف کے ساتھ اپنی مخلوق کی تعداد، اپنے نفس کی رضا، اپنے عرش کے وزن اور اپنے کلمات کی سیاہی کے برابر۔''(۳)

○ سبحان اللہ کہنے سے جنت میں کھجور کا ایک درخت لگ جاتا ہے۔ چنانچہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ وَ بِحَمْدِهِ غُرِسَتْ لَهُ نَخْلَةٌ فِی الْجَنَّةِ ﴾ ''جس نے کہا سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ وَ بِحَمْدِهِ اس کے لئے جنت میں کھجور کا ایک درخت لگا دیا جاتا ہے۔''(۴)

○ صبح و شام سو مرتبہ سبحان اللہ کہنے والا قیامت کے روز سب سے افضل کلمات لائے گا۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ مَنْ قَالَ حِیْنَ یُصْبِحُ وَ حِیْنَ یُمْسِی سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهِ مِائَةَ مَرَّةٍ لَمْ یَأْتِ أَحَدٌ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِأَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهِ إِلَّا أَحَدٌ قَالَ مِثْلَ

---

(۱) [صحیح : صحیح الترغیب (۲۱۲۸) الکلم الطیب (۱۸۶) السلسلة الصحیحة (٦٦٤) صحیح ابن ماجه (۲٦٥٧) ابن ماجه (۳۲۸٦) کتاب الاطعمة : باب الاجتماع علی الطعام ، ابوداود (۳۷٦٤)]

(۲) [بخاری (٦٤٠٥) کتاب الدعوات : باب فضل التسبیح ، مسلم (۲٦۹۱) ترمذی (۳٤٦٦)]

(۳) [مسلم (۲۷۲٦) کتاب الشروط : باب ما یجوز من شروط المکاتب ، ابو داود (۱٥٠۳)]

(٤) [صحیح : السلسلة الصحیحة (٦٤) هدایة الرواة (۲۲٤٤) ، (٤۳٥/۲) ترمذی (۳٤٦٤) نسائی فی عمل الیوم واللیلة (۸۲۷) صحیح ابن حبان (۸۲٤) مستدرك حاکم (۱/٥٠۱)]

مَا قَالَ وَ زَادَ عَلَيْهِ ﴾ ''جس نے صبح کے وقت اور شام کے وقت سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ کہا تو قیامت کے دن کوئی بھی اس سے افضل کلمات نہیں لائے گا سوائے اس کے جس نے اس کی مثل اور اس سے زیادہ کلمات کہے۔''(۱)

○ باقی رہنے والے اچھے کلمات میں سبحان اللہ بھی شامل ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ اَلْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ' وَسُبْحَانَ اللّٰهِ ... ﴾ ''باقی رہنے والے اچھے کلمات (یہ ہیں) لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور سُبْحَانَ اللّٰہِ ۔''(۲)

○ ایک روایت میں ہے کہ چار کلمات اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں، ان میں سے ایک سُبْحَانَ اللّٰہِ ہے۔(۳)

○ وہ دو کلمے سبحان اللہ پر ہی مشتمل ہیں جنہیں زبان پر ہلکے اور میزان میں بہت وزنی کہا گیا ہے۔ چنانچہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ كَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ ' خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ' ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ : سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ ' سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ ﴾ ''دو کلمے ایسے ہیں جو رحمان کو بڑے محبوب' زبان پر بہت ہلکے اور میزان میں نہایت وزنی ہیں (اور وہ یہ ہیں:) سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ ' سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ یعنی اللہ تعالیٰ پاک ہے اپنی حمد کے ساتھ' اللہ پاک ہے عظمت والا۔''(۴)

○ روزانہ ایک ہزار نیکیاں کمانے اور ایک ہزار گناہ معاف کرانے کا نسخہ سبحان اللہ میں ہی مضمر ہے۔ چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ آپ نے فرمایا ﴿ أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَكْسِبَ كُلَّ يَوْمٍ أَلْفَ حَسَنَةٍ ؟ فَسَأَلَهُ سَائِلٌ مِنْ جُلَسَائِهِ ، كَيْفَ يَكْسِبُ أَحَدُنَا أَلْفَ حَسَنَةٍ ؟ قَالَ : يُسَبِّحُ مِائَةَ تَسْبِيحَةٍ فَيُكْتَبُ لَهُ أَلْفُ حَسَنَةٍ وَ يُحَطُّ عَنْهُ أَلْفُ خَطِيئَةٍ ﴾ ''کیا تم اس بات سے عاجز ہو کہ روزانہ ایک ہزار نیکیاں کماؤ؟ وہاں بیٹھے ہوئے کسی ایک صحابی نے دریافت کیا کہ ہم ایک ہزار نیکیاں کیسے کما سکتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سو مرتبہ سبحان اللہ کہنے سے ایک ہزار نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور ایک ہزار گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔''(۵)

---

(۱) [مسلم (۲۶۹۲) کتاب الذکر والدعاء : باب فضل التهليل والتسبيح والدعاء ' مسند احمد (۸۸۴٤) ابو داود (۵۰۹۱) ترمذی (۳٤٦۹) نسائی فی عمل اليوم والليلة (۵۷۳) وفی السنن الكبری (۱۰٦۰۳)]

(۲) [صحيح : السلسلة الصحيحة (۳۲٦٤) احمد (۷۵/۳) ابن حبان (۸٤۰) حاكم (۵۱۲/۱)]

(۳) [مسلم (۲۱۳۷) کتاب الآداب : باب کراهة التسمية بالأسماء القبيحة ' ابن ماجه (۳۸۱۱)]

(٤) [بخاری (٦٤۰٦-۷۵٦۳) کتاب الدعوات : باب فضل التسبيح ' مسلم (۲٦۹٤) ترمذی (۳٤٦۷) ابن ماجه (۳۸۰٦) احمد (۲۳۲/۲) ابن حبان (۸۳۱)]

(۵) [مسلم (۲٦۹۸) کتاب الذکر والدعاء : باب فضل التهليل والتسبيح والدعاء]

○ اگر سبحان اللہ کو الحمد للہ کے ساتھ کہا جائے تو یہ دونوں کلمے زمین وآسمان کے درمیان ساری جگہ کو نیکیوں سے بھر دیتے ہیں۔ چنانچہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ وَ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ تَمْلَآنِ مَا بَیْنَ السَّمٰوَاتِ وَ الْاَرْضِ ﴾ ”سُبْحَانَ اللّٰہِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنا زمین وآسمان کے درمیان ساری جگہ کو (نیکیوں سے) بھر دیتا ہے۔“(۱)

الحمد للہ

○ ایک مرتبہ الحمد للہ (سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں) کہنے سے میزان (ترازو) نیکیوں سے بھر جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ تَمْلَأُ الْمِیْزَانَ ﴾ ”اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ میزان کو نیکیوں سے بھر دیتا ہے۔“(۲)

○ افضل دعا الحمد للہ ہے۔ چنانچہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ اَفْضَلُ الدُّعَاءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ﴾ ”سب سے افضل دعا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہے۔“(۳)

○ شکر کا سب سے افضل کلمہ الحمد للہ ہے۔ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ اَفْضَلُ الشُّکْرِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ﴾ ”اور سب سے افضل شکر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہے۔“(۴)

○ کسی بھی نعمت کے حصول پر الحمد للہ کہنا اس نعمت سے بھی افضل ہے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ مَا اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَی عَبْدٍ نِّعْمَةً فَقَالَ : اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اِلَّا کَانَ الَّذِیْ اَعْطَاہُ اَفْضَلَ مِمَّا اَخَذَ ﴾ ”جس بندے کو اللہ تعالیٰ کسی نعمت سے سرفراز فرمائے اور وہ اس پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے تو اس کا یہ حمد کہنا اُس نعمت سے افضل ہے جو اس نے حاصل کی ہے۔“(۵)

○ نابالغ بچوں کی وفات پر الحمد للہ کہا جائے تو جنت میں ایک گھر تعمیر کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ اِذَا مَاتَ وَلَدُ الْعَبْدِ قَالَ اللّٰہُ تَعَالَی لِمَلَائِکَتِہٖ قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِیْ ؟ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ ! فَیَقُوْلُ قَبَضْتُمْ ثَمَرَةَ فُوَادِہٖ ؟ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَیَقُوْلُ مَا ذَا قَالَ عَبْدِیْ ، فَیَقُوْلُوْنَ حَمِدَکَ وَ اسْتَرْجَعَ ، فَیَقُوْلُ اللّٰہُ : ابْنُوْا لِعَبْدِیْ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ وَ سَمُّوْہُ بَیْتَ

---

(۱) [مسلم (۲۲۳) کتاب الطھارۃ : باب فضل الوضوء]

(۲) [مسلم (۲۲۳) کتاب الطھارۃ : باب فضل الوضوء]

(۳) [حسن : السلسلة الصحیحة (۱۴۹۷) المشکاۃ (۲۳۰۶) صحیح ترمذی ، ترمذی (۳۳۸۳) کتاب الدعوات : باب ما جاء ان دعوۃ المسلم مستجابة ، ابن ماجه (۳۸۰۰) صحیح ابن حبان (۸۴۳)]

(۴) [حسن : السلسلة الصحیحة (۱۴۹۷) ابن حبان (۲۳۲۶) شرح السنة (۱/۱۴۴)]

(۵) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۵۵۶۳) ابن ماجه (۳۸۰۵) کتاب الادب : باب فضل الحامدین]

الْحَمْدِ ﴾ ''جب کسی شخص کا بچہ فوت ہو جاتا ہے تو اللہ اپنے فرشتوں سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ کیا تم نے میرے بندے کی روح کو قبض کیا ہے؟ وہ اثبات میں جواب دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دریافت فرماتے ہیں کہ کیا تم نے اس کے دل کے پھل کو قبض کیا ہے؟ وہ اقرار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دریافت فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے کیا کہا؟ وہ جواب دیتے ہیں' اس نے تیری حمد وثناء کی (یعنی الحمد للہ کہا) اور انا للہ وانا الیہ راجعون کے کلمات پڑھے۔ اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہیں کہ میرے بندے کے لیے جنت میں گھر تعمیر کرو اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔''(۱)

○ باقی رہنے والے اچھے کلمات میں الحمد للہ بھی شامل ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ﴿ الْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ ... وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ﴾ ''باقی رہنے والے اچھے کلمات (یہ ہیں) ... اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۔''(۲)

○ اگر الحمد للہ کو سبحان اللہ کے ساتھ کہا جائے تو یہ دونوں کلمے زمین وآسمان کے درمیان ساری جگہ کو نیکیوں سے بھر دیتے ہیں۔(۳)

○ ایک روایت میں ہے کہ چار کلمات اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں، ان میں سے ایک اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ہے۔(۴)

○ الحمد للہ کہنے والے کے لئے اللہ کی رحمت لکھ دی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إِذَا قَالَ الْعَبْدُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى : اكْتُبُوْا لِعَبْدِيْ رَحْمَتِيْ كَثِيْرًا ﴾ ''جب بندہ کہتا ہے کہ بہت زیادہ اور ہر قسم کی تعریف صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے تو اللہ تعالیٰ (فرشتوں سے) کہتے ہیں: میرے بندے کے لئے بہت زیادہ میری رحمت لکھ دو۔''(۵)

لا الہ الا اللہ

○ افضل ذکر لا الہ الا اللہ (کوئی معبودِ برحق نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے) ہے۔ چنانچہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ أَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ﴾ ''سب سے افضل ذکر لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ہے۔''(۶)

○ سچے دل سے لا الہ الا اللہ کہا جائے تو عرش تک پہنچتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ مَا قَالَ عَبْدٌ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ قَطُّ مُخْلِصًا إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ

(۱) [حسن : الصحيحة (۱۴۰۸) ترمذی (۱۰۲۱) کتاب الجنائز : باب فضل المصيبة اذا احتسب]

(۲) [صحيح : السلسلة الصحيحة (۳۲۶۴) احمد (۷۵/۳) ابن حبان (۸۴۰) حاکم (۵۱۲/۱)]

(۳) [مسلم (۲۲۳) کتاب الطهارة : باب فضل الوضوء]

(۴) [مسلم (۲۱۳۷) کتاب الآداب : باب کراهة التسمية بالأسماء القبيحة ' ابن ماجة (۳۸۱۱)]

(۵) [حسن لغيره : صحيح الترغيب (۱۵۷۸) السلسلة الصحيحة (تحت الحديث : ۳۴۵۲)]

(۶) [حسن : السلسلة الصحيحة (۱۴۹۷) المشكاة (۲۳۰۶) صحيح ترمذی ، ترمذی (۳۳۸۳) کتاب الدعوات : باب ما جاء ان دعوة المسلم مستجابة ، ابن ماجه (۳۸۰۰) صحيح ابن حبان (۸۴۳)]

حَتَّى تُفْضِيَ إِلَى الْعَرْشِ مَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ ﴾ ''جب بندہ خلوصِ دل سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ کہتا ہے تو اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں حتی کہ وہ عرش تک پہنچ جاتا ہے، بشرطیکہ وہ شخص کبیرہ گناہوں سے بچے۔''(۱)

○ ایمان کا سب سے افضل شعبہ لا الہ الا اللہ کہنا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ اَلْإِيمَانُ بِضْعٌ وَّ سَبْعُونَ شُعْبَةً فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ ... ﴾ ''ایمان کی ستر کے قریب شاخیں ہیں اور ان میں سب سے افضل شاخ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ کہنا ہے۔''(۲)

○ سچے دل سے لا الہ الا اللہ کہنے والے کو روزِ قیامت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوگی۔ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ خَالِصًا مِّنْ قَلْبِهِ﴾ ''روزِ قیامت میری شفاعت سے وہ لوگ فیض یاب ہوں گے جنہوں نے خلوصِ دل سے کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ کہا۔''(۳)

○ کلمہ لا الہ الا اللہ کا اقرار جنت میں داخلے کا موجب ہے۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ ﴾ ''جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ اسے لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ کا یقینی علم تھا تو وہ جنت میں جائے گا۔''(٤)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ﴿ مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ ﴾ ''جس نے کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ کی گواہی دی اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔''(٥)

○ وفات کے قریب کلمہ لا الہ الا اللہ کہنے والا جنت میں جائے گا۔ چنانچہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ ﴾ ''جس کا آخری کلام لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔''(٦)

○ لا الہ الا اللہ کہنے سے جنت میں درخت لگ جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ ﴿ إِنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ عَذْبَةُ الْمَاءِ وَ أَنَّهَا قِيعَانٌ وَ أَنَّ غِرَاسَهَا سُبْحَانَ اللهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَ اللهُ أَكْبَرُ ﴾ ''جنت کی مٹی زرخیز اور پانی میٹھا ہے البتہ اس کی جگہ خالی ہے اور اس میں

---

(۱) [حسن : صحيح الجامع الصغير (٥٦٤٨) ترمذی (٣٥٩٠) كتاب الدعوات : باب دعاء ام سلمة]

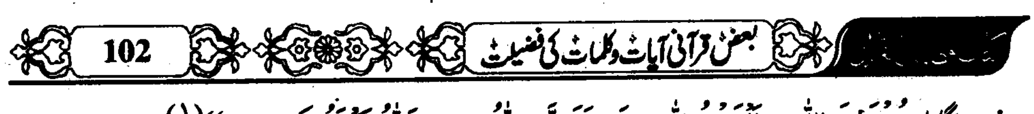
(۲) [مسلم (٣٥) كتاب الايمان : باب شعب الايمان]

(۳) [بخاری (٩٩) كتاب العلم : باب الحرص على الحديث]

(٤) [مسلم (٢٦) كتاب الايمان : باب الدليل على ان من مات على التوحيد دخل الجنة]

(٥) [صحيح : السلسلة الصحيحة (١١٣٥)]

(٦) [صحيح : صحيح أبو داود (٢٦٧٣) كتاب الجنائز : باب في التلقين' أبو داود (٣١١٦)]



درخت لگانا سُبْحَانَ اللّٰهِ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا ہے۔''(۱)

○ لا الہ الا اللہ کہنے والے کسی شخص پر بھی قیامت قائم نہیں ہوگی۔ چنانچہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ عَلَى اَحَدٍ يَقُوْلُ : لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ ''کسی بھی ایسے شخص پر قیامت قائم نہیں ہوگی جو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتا ہو۔''(۲)

○ باقی رہنے والے اچھے کلمات میں لا الہ الا اللہ بھی شامل ہے ۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿اَلْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ : لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ... ﴾ ''باقی رہنے والے اچھے کلمات (یہ ہیں) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ...''(۳)

○ ایک روایت میں ہے کہ چار کلمات اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں، ان میں سے ایک لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔(۴)

حسبنا اللہ ونعم الوکیل

ہر طرح کی مشکل و پریشانی میں صرف اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کرنا چاہیے اور زبان پر یہ الفاظ لانے چاہییں ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾[آل عمران : ۱۷۳] ''ہمیں اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ﴿ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ، قَالَهَا اِبْرَاهِيْمُ عليه السلام حِيْنَ اُلْقِيَ فِي النَّارِ وَقَالَهَا مُحَمَّدٌ ﷺ حِيْنَ قَالُوْا : اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَقَالُوْا : حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴾ ''حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ'' کا کلمہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت کہا تھا جب انہیں آگ میں ڈالا گیا (تو اللہ تعالیٰ نے آگ کو ٹھنڈک اور سلامتی والی بنا دیا) اور (یہی کلمہ) حضرت محمد ﷺ نے اس وقت کہا تھا جب لوگوں نے کہا کہ کفار نے آپ کے مقابلے میں لشکر جرار تیار کیا ہے تو ان سے ڈرو مگر اس سے آپ کے ایمان میں اور بھی اضافہ ہوگیا اور آپ نے فرمایا کہ ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔''(۵)

---

(۱) [حسن : السلسلة الصحيحة (۱۰۵) صحيح الترغيب (۱۵۵۰) ترمذى (۳۴۶۲) ابواب الدعوات : باب ما جاء فى فضل التسبيح والتكبير والتهليل والتحميد]

(۲) [صحيح : السلسلة الصحيحة (۳۰۱۶) عبد بن حميد (۱۲۴۷) ابن حبان (۶۸۴۸) كنز العمال (۳۸۵۷۳) شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔[التعليق على صحيح ابن حبان (۲۶۲/۱۵)، (تحت الحديث : ۶۸۴۸)]

(۳) [صحيح : السلسلة الصحيحة (۳۲۶۴) احمد (۷۵/۳) ابن حبان (۸۴۰) حاكم (۵۱۲/۱)]

(۴) [مسلم (۲۱۳۷) كتاب الآداب : باب كراهة التسمية بالأسماء القبيحة ' ابن ماجه (۳۸۱۱)]

(۵) [بخارى (۴۵۶۳) كتاب التفسير : باب قوله : الذين قال لهم الناس ان الناس قد جمعوا ...]

دراصل جب رسول اللہ ﷺ اُحد سے مدینہ کی طرف واپس پلٹے تو آپ نے سنا کہ ابوسفیان (جو ابھی مسلمان نہیں ہوا تھا) اور اس کے ساتھی دوبارہ مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں تو آپ نے اپنے صحابہ کو دوبارہ جنگ کے لیے نکلنے کا حکم دیا۔ صحابہ سخت زخمی اور تھکاوٹ سے چور ہونے کے باوجود جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔ جب وہ حمراء الاسد کے مقام پر پہنچے تو مسلمانوں کے حوصلے پست کرنے کے لئے مشرکین کی طرف سے کسی نے یہ افواہ سنائی کہ ''لوگ تمہیں مٹانے کے لئے اکٹھے ہو رہے ہیں'' یہ بات سن کر صحابہ کرام کے حوصلے پست ہونے کی بجائے مزید بڑھ گئے، ان کے ایمان میں مزید اضافہ ہو گیا اور انہوں نے اس وقت کہا ﴿ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴾ ہمیں اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔(۱)

ذوالجلال والاکرام

'' ذُو الْجَلَالِ وَ الْاِكْرَام '' یہ کلمہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ رحمٰن [آیت : ۲۷] میں ذکر فرمایا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) عظمت و کبریائی کا مالک ہے۔ اپنی دعاؤں میں کثرت سے یہ کلمہ استعمال کرنا چاہیے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (دعا کرتے ہوئے) فرمایا ﴿ اَلِظُّوْا بِـ : يَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِكْرَامِ ﴾ ''(اپنی دعاؤں میں) يَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِكْرَامِ کے الفاظ لازم پکڑو۔''(۲)

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ) اس کلمے کو لازم پکڑو، اس پر ثابت رہو اور اپنی دعاؤں میں اسے بکثرت استعمال کرو۔(۳) شیخ ابن جبرین رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس نام کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے سوال کرو اور اس سے دعا مانگو۔(۴)

امام صنعانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک آدمی کے پاس سے گزرے وہ یہ الفاظ کہہ رہا تھا يَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِكْرَامِ تو آپ نے فرمایا ''تمہاری دعا کو شرفِ قبولیت سے نوازا گیا ہے۔''(۵)

اہل علم کا کہنا ہے کہ دعا میں یہ کلمہ اس طرح استعمال کیا جا سکتا ہے کہ ((يَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِكْرَامِ ! اشْفِنِيْ)) ''اے ذوالجلال والاکرام! مجھے شفا عطا فرما۔'' ((يَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِكْرَامِ ! اَغِثْنِيْ)) ''اے ذوالجلال والاکرام! میری مدد فرما۔'' وغیرہ وغیرہ۔

---

(۱) [ماخوذ از ، تفسیر السعدی (۱/۴۴۹)]

(۲) [صحیح : السلسلة الصحیحة (۱۵۳۶) ترمذی (۳۵۲۵) ابواب الدعوات : باب یا حی یا قیوم برحمتك استغیث ، شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (۱۷۵۹۶)]

(۳) [روح المعانی فی تفسیر القرآن (۲۰/۱۴۱)]

(۴) [فتاوی فی التوحید (ص : ۵۶)]

(۵) [سبل السلام (۱/۱۹۸)]

اناللہ وانا الیہ راجعون

کسی تکلیف و پریشانی اور مصیبت و آفت کے وقت یہ کلمات پڑھے جائیں تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں نازل فرماتے ہیں اور اگر درج ذیل حدیث میں مذکور دعا بھی ان الفاظ کے ساتھ پڑھ لی جائے تو اللہ تعالیٰ بدلے میں (فوت شدہ یا تلف شدہ چیز سے) بہتر چیز عطا فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ○ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ○﴾ [البقرة : ١٥٥۔١٥٧]

''اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجئے۔ وہ لوگ کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں: بیشک ہم اللہ ہی کے لئے ہیں (یعنی ہم اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں، اسی کے دست تدبیر اور اسی کے تصرف کے تحت ہیں، لہٰذا ہماری جانوں اور ہمارے مال میں ہمارا کوئی اختیار نہیں) اور بیشک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں (یعنی قیامت کے روز ہم نے لوٹ کر اللہ تعالیٰ کے پاس ہی حاضر ہونا ہے، لہٰذا اگر ہم صبر کریں اور اجر کی امید رکھیں تو ہمیں اس کے ہاں اجر وثواب ملے گا اور اگر ہم بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اللہ کی قضا وقدر پر ناراض ہوں گے تو ہمیں بھی سوائے ناراضی اور اجر وثواب سے محرومی کے کچھ نہیں ملے گا)۔ یہی لوگ ہیں جن کے لئے ان کے رب کی طرف سے بخشش اور رحمت ہے اور یہی ہدایت یافتہ ہیں۔''

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ مَا مِنْ مُسْلِمٍ تُصِیْبُهُ مُصِیْبَةٌ فَیَقُوْلُ مَا اَمَرَهُ اللّٰهُ "اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ" اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاَخْلِفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْهَا ، اِلَّا اَخْلَفَ اللّٰهُ لَهٗ خَیْرًا مِنْهَا ، قَالَتْ فَلَمَّا مَاتَ اَبُوْ سَلَمَةَ قُلْتُ اَیُّ الْمُسْلِمِیْنَ خَیْرٌ مِنْ اَبِیْ سَلَمَةَ اَوَّلُ بَیْتٍ هَاجَرَ اِلَی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ اِنِّیْ قُلْتُهَا فَاَخْلَفَ اللّٰهُ لِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ﴾ ''جس مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے پھر وہ یہ کہتا ہے کہ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ' اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاَخْلِفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْهَا ''ہم تو خود اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اے اللہ! مجھے میری مصیبت میں اجر عطا فرما اور مجھے بدلے میں اس سے بہتر عطا کر۔'' تو اللہ تعالیٰ اسے اس چیز کے بدلے میں اس سے بہتر عطا فرما دیتے ہیں۔ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب ابوسلمہ فوت ہوئے تو میں نے سوچا' ابوسلمہ سے کون مسلمان بہتر ہوسکتا ہے؟ وہ تو گھر کا پہلا شخص ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کی۔ پھر میں یہ کلمات کہتی رہی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے (اس کے) بدلے میں رسول اللہ ﷺ عطا فرما دیئے۔'' (١)

---

(١) [مسلم (٩١٨) كتاب الجنائز : باب ما يقال عند المصيبة]



باب فضل قراءة القرآن و سماعه قرآن کریم پڑھنے اور سننے کی فضیلت

تلاوتِ قرآن کی فضیلت

تلاوتِ قرآن اطمینانِ قلب کا ذریعہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ۭ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝﴾[الرعد : ٢٧] ''جولوگ ایمان لائے اوران کے دل اللہ کی یاد سے اطمینان پاتے ہیں (یعنی اللہ کی جانب مائل ہوتے اور اس سے خوشی محسوس کرتے ہیں اور اللہ کے ذکر کے وقت اطمینان وخوشی محسوس کرتے ہیں) خبردار! اللہ کی یاد ہی سے دل اطمینان پاتے ہیں (یعنی اللہ کا ذکر ہی ہے کہ اس سے دل اطمینان وسکون حاصل کرتے ہیں)۔''

امام خازن رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے کہ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ذکر سے مراد قرآن کریم ہے کیونکہ یہی مومنوں کے دلوں کے لئے اطمینان کا ذریعہ ہے۔(۱) سید طنطاوی فرماتے ہیں کہ یہاں زیادہ ظاہر بات یہ ہے کہ ذکر سے مراد قرآن کریم ہے۔(۲) علامہ آلوسی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ اللہ کے ذکر سے مراد اس کا وہ عاجز کر دینے والا کلام ہے جس کے نہ تو سامنے سے باطل آسکتا ہے اور نہ ہی پیچھے سے اور یہی بات مقاتل رحمہ اللہ سے مروی ہے۔(۳)

شیخ عبدالرحمٰن بن ناصر سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک قول کے مطابق ذکر سے مراد یہاں اپنے رب کا ذکر کرنا ہے مثلاً تسبیح اور تکبیر وتہلیل وغیرہ۔ البتہ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد کتاب اللہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی یاد دہانی کے لئے نازل فرمائی ہے۔ تب ذکر الٰہی کے ذریعے سے اطمینان قلب کے معنی یہ ہوں گے کہ دل جب قرآن کے معانی اور اس کے احکام کی معرفت حاصل کر لیتے ہیں تو اس پر مطمئن ہو جاتے ہیں کیونکہ قرآن کے معانی حق مبین پر دلالت کرتے ہیں اور دلائل وبراہین سے ان کی تائید ہوتی ہے اور اس پر دل مطمئن ہوتے ہیں کیونکہ علم اور یقین کے بغیر دلوں کو اطمینان حاصل نہیں ہوتا اور کتاب اللہ کامل ترین وجوہ کے ساتھ علم اور یقین کو متضمن ہے۔ کتاب اللہ کے سوا دیگر کتب علم ویقین کی طرف راجع نہیں ہوتیں اس لئے ان پر دل مطمئن نہیں ہوتے۔ بلکہ اس کے برعکس وہ دلائل کے تعارض اور احکام کے تضاد کی بنا پر ہمیشہ قلق کا شکار رہتے ہیں۔(٤)

---

(۱) [لباب التاویل فی معانی التنزیل "تفسیر الخازن" (٨٦/٤)]

(۲) [التفسیر الوسیط (٢٣٨٤/١)]

(۳) [روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی "تفسیر آلوسی" (٢٦٤/٩)]

(٤) [تفسیر السعدی (١٣٢٣/٢)]



مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ اللہ کا ذکر دو طرح سے ہے۔ ایک ہر وقت اللہ کو اپنے دل میں یاد رکھنا۔ دوسرے زبان سے اس کے نام کا ورد کرتے رہنا اور حدیث میں ہے کہ سب سے افضل ذکر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه ہے یا پھر یہ قرآن ہے جس کے متعلق فرمایا کہ ﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴾۔ ذکر کے بے شمار فوائد میں سے ایک یہ ہے کہ اس سے اللہ پر توکل پیدا ہوتا ہے اور جس شخص کو صحیح معنوں میں صرف اللہ پر توکل کی نعمت نصیب ہوگئی وہ مصائب و آلام میں کبھی نہیں گھبراتا، نہ اس کا دل ہی لذائذ دنیا پر ریجھتا ہے، وہ ہر حال میں اللہ پر نظر رکھتا ہے اور اسے ایسا قلبی سکون اور راحت نصیب ہوتی ہے جس کا اندازہ وہی لوگ لگا سکتے ہیں جنہیں اللہ نے اس نعمت سے نوازا ہو۔ (۱)

بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ اللہ کے ذکر سے مراد اس کی توحید کا بیان ہے جس سے مشرکوں کے دلوں میں انقباض پیدا ہو جاتا ہے یا اس کی عبادت، تلاوتِ قرآن، نوافل اور دعا و مناجات ہے جو اہل ایمان کے دلوں کی خوراک ہے یا اس کے احکام و فرامین کی اطاعت و بجا آوری ہے جس کے بغیر اہل ایمان و تقویٰ بے قرار رہتے ہیں۔ (۲)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ کے ذکر میں تلاوتِ قرآن بھی شامل ہے جو روحانی سکون اور دلوں کے اطمینان کا ذریعہ ہے اس لئے کثرت سے قرآن کریم کی تلاوت کرنی چاہیے۔

تلاوتِ قرآن ایک نفع مند تجارت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ○ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَ يَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ○ ﴾

[فاطر : ۲۹۔۳۰] ''بلاشبہ جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے (یعنی الفاظ کے ساتھ ساتھ اس کے معانی و مطالب میں بھی غور و خوض کرتے ہیں) اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے اس میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جو ہرگز تباہ نہ ہوگی (اور وہ تجارت ان کے رب کی رضا، اس کے بے پایاں ثواب کا حصول، اس کی ناراضی اور عذاب سے نجات ہے)۔ تاکہ وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) انہیں ان کے اجر پورے دے اور انہیں اپنے فضل سے زیادہ دے (یعنی ان کے عمل کا انہیں نہ صرف پورا پورا بدلہ دے گا بلکہ اس قدر زیادہ دے گا جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوگا)۔ بیشک وہ بہت بخشنے والا، نہایت قدر دان ہے (یعنی

---

(۱) تیسیر القرآن (۴۳۷/۲)]

(۲) [تفسیر احسن البیان (ص : ۶۸۷)]

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے گناہوں کو بخش دے گا اور ان کی ادنیٰ سی نیکی کو بھی شرف قبولیت سے نوازے گا۔"

"بیشک جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں" امام شوکانی رحمہ اللہ اور نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو ہمیشہ اس کی تلاوت کرتے رہتے ہیں اور اللہ کی کتاب سے مراد قرآن عظیم ہے۔ (١)

امام قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ قرآن کریم کا علم رکھنے والوں، اس پر عمل کرنے والوں اور اس کی قراءت کرنے والوں کی آیت ہے۔ (٢) علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے کہ مطرف بن عبداللہ بن شخیر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ قرآن کریم کی تلاوت کرنے والوں کی آیت ہے (یعنی اس میں تلاوت کرنے والوں کی تعریف وستائش کی گئی ہے اور جو لوگ تلاوتِ قرآن پر مواظبت ومداومت اختیار کرتے ہیں اور اس کے معانی کو سمجھنے کے لئے اس میں غور وفکر کرتے ہیں ان کے لئے اجر وثواب کی نوید سنائی گئی ہے)۔ (٣)

تلاوتِ قرآن سے سکینت، رحمت اور فرشتوں کا نزول

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ وَ مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِيْ بَيْتٍ مِنْ بُيُوْتِ اللّٰهِ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَ يَتَدَارَسُوْنَهٗ بَيْنَهُمْ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَ غَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَ حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَ ذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ ﴾ "جب لوگ اللہ کے گھروں (مساجد) میں سے کسی گھر (مسجد) میں اکٹھے ہو کر کتاب اللہ (قرآن کریم) کی تلاوت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو اس کا درس دیتے ہیں تو ان پر سکینت نازل ہوتی ہے (جس سے ان کا دل پوری طرح مطمئن ہو جاتا ہے اور انہیں وحشتوں سے سکون نصیب ہوتا ہے)، رحمت انہیں (ہر طرف سے) ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں (اس طرح کہ اُن تک پہنچنے کا شیطان کا ہر راستہ بند کر دیتے ہیں) اور اللہ ان (کمزور وناتواں نیک بندوں) کا تذکرہ ان فرشتوں کے سامنے کرتا ہے جو اس کے پاس موجود ہیں (اور نہایت مقرب ومعزز ہیں۔ یقیناً اس بات پر اہل قرآن کو خوش ہو جانا چاہیے کہ اُن کی تعریف وستائش بادشاہوں کے بادشاہ کی مجلس میں ہو رہی ہے)۔" (٤)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مسجد میں تلاوتِ قرآن کے لئے اکٹھے ہونے کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے۔ (٥)

---

(١) [فتح القدير للشوكاني (١٣٧/٦) فتح البيان في مقاصد القرآن (٢٤٦/١١)]

(٢) [الجامع لاحكام القرآن "تفسير قرطبي" (٣٤٥/١٤)]

(٣) [روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني (٣٩٥/١٦)]

(٤) [مسلم (٢٦٩٩) كتاب الذكر: باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن وعلى الذكر]

(٥) [شرح مسلم للنووي (٢١/١٧)]

(2) حضرت براء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ﴿ كَانَ رَجُلٌ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْكَهْفِ وَإِلَى جَانِبِهِ حِصَانٌ مَرْبُوْطٌ بِشَطَنَيْنِ ، فَتَغَشَّتْهُ سَحَابَةٌ ، فَجَعَلَتْ تَدْنُوْ وَ تَدْنُوْ وَ جَعَلَ فَرَسُهُ يَنْفِرُ ، فَلَمَّا أَصْبَحَ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَ ذَالِكَ لَهُ ، فَقَالَ : تِلْكَ السَّكِينَةُ تَنَزَّلَتْ بِالْقُرْآنِ ﴾ ''ایک آدمی سورۂ کہف کی تلاوت کر رہا تھا۔ اس کے ایک طرف ایک گھوڑا دو رسیوں سے بندھا ہوا تھا۔ اس وقت اوپر سے ایک بادل آیا اور نزدیک سے نزدیک تر ہونے لگا۔ اس کا گھوڑا اس کی وجہ سے بدکنے لگا۔ جب صبح ہوئی تو اس نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا (وہ بادل دراصل) سکینت تھی وہ قرآن کی وجہ سے نازل ہوئی تھی۔''(۱)

قرآن پڑھنے والا بہترین مومن

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ مَثَلُ الَّذِيْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَالْأُتْرُجَّةِ طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَ رِيْحُهَا طَيِّبٌ ، وَ الَّذِيْ لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَالتَّمْرَةِ طَعْمُهَا طَيِّبٌ لَا رِيْحَ لَهَا ، وَ مَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِيْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الرَّيْحَانَةِ رِيْحُهَا طَيِّبٌ وَ طَعْمُهَا مُرٌّ ، وَ مَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِيْ لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ طَعْمُهَا مُرٌّ وَ لَا رِيْحَ لَهَا ﴾ ''اس (مومن) کی مثال جو قرآن کی تلاوت کرتا ہے سنگترے کی سی ہے جس کا مزا بھی لذیذ ہوتا ہے اور جس کی خوشبو بھی بہترین ہوتی ہے اور جو (مومن) قرآن کی تلاوت نہیں کرتا اس کی مثال کھجور کی سی ہے جس کا مزا تو عمدہ ہوتا ہے لیکن اس میں خوشبو نہیں ہوتی اور اس بدکار (منافق) کی مثال جو قرآن کی تلاوت کرتا ہے ریحانہ کی سی ہے کہ اس کی خوشبو تو اچھی ہوتی ہے لیکن مزا کڑوا ہوتا ہے اور اس بدکار (منافق) کی مثال جو قرآن کی تلاوت بھی نہیں کرتا اندرائن کی سی ہے جس کا مزا بھی کڑوا ہوتا ہے اور اس میں کوئی خوشبو بھی نہیں ہوتی۔''(۲)

رات کے اوقات میں قرآن پڑھنے والا قابل رشک مومن

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لَا حَسَدَ إِلَّا عَلَى اثْنَتَيْنِ ؛ رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ الْكِتَابَ وَقَامَ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَ رَجُلٌ أَعْطَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يَتَصَدَّقُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَ النَّهَارِ ﴾ ''رشک تو بس دو ہی آدمیوں پر ہو سکتا ہے، ایک تو اس پر جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کا علم دیا اور وہ اس کے ساتھ رات کی گھڑیوں میں کھڑا ہو کر نماز پڑھتا رہا اور دوسرا آدمی وہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور وہ اسے محتاجوں پر رات دن خیرات کرتا رہا۔''(۳)

---

(۱) [بخاری (۵۰۱۱) کتاب فضائل القرآن : باب فضل سورة الکھف]

(۲) [بخاری (۵۰۲۰) کتاب فضائل القرآن : باب فضل القرآن علی سائر الکلام]

(۳) [بخاری (۵۰۲۵) کتاب فضائل القرآن : باب اغتباط صاحب القرآن]

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ ؛ رَجُلٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَتْلُوهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَ آنَاءَ النَّهَارِ ، فَسَمِعَهُ جَارٌ لَهُ فَقَالَ : لَيْتَنِي أُوتِيتُ مِثْلَ مَا أُوتِيَ فُلَانٌ فَعَمِلْتُ مِثْلَ مَا يَعْمَلُ ، وَ رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُهْلِكُهُ فِي الْحَقِّ فَقَالَ رَجُلٌ لَيْتَنِي أُوتِيتُ مِثْلَ مَا أُوتِيَ فُلَانٌ فَعَمِلْتُ مِثْلَ مَا يَعْمَلُ﴾ ''رشک تو بس دو ہی آدمیوں پر ہونا چاہیے؛ ایک اس پر جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا اور وہ رات دن اس کی تلاوت کرتا رہتا ہے کہ اس کا پڑوسی سن کر کہہ اٹھے کہ کاش مجھے بھی اس جیسا قرآن کا علم ہوتا اور میں بھی اس کی طرح عمل کرتا۔ اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور وہ اسے حق کے لئے لٹا رہا ہے (اس کو دیکھ کر) دوسرا شخص کہہ اٹھتا ہے کہ کاش میرے پاس بھی اس کے جتنا مال ہوتا اور میں بھی اس کی طرح خرچ کرتا۔''(۱)

قرآن کریم کا ایک حرف پڑھنے پر دس نیکیوں کا اجر

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ وَ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا لَا أَقُولُ الٓمٓ حَرْفٌ وَ لٰكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ وَ لَامٌ حَرْفٌ وَ مِيمٌ حَرْفٌ﴾ ''جس نے قرآن کے ایک حرف کی تلاوت کی اسے اس کے بدلے میں ایک نیکی ملے گی اور ایک نیکی کا ثواب دس گنا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ''الم'' ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف' لام دوسرا حرف اور میم تیسرا حرف ہے۔''(۲)

قرآن کریم کا ایک حرف پڑھنے والے کو اگر دس نیکیاں ملیں تو ایک سطر، ایک صفحہ یا ایک رکوع پڑھنے والے کو کتنا اجر ملے گا۔ یقیناً اس قدر اجر و ثواب والا دوسرا کوئی عمل نظر نہیں آتا۔ لیکن پھر بھی لوگوں کی اکثریت اس عظیم عمل سے محروم نظر آتی ہے جبکہ دنیوی ڈگری و روزگار وغیرہ کے حصول کے لئے سب ہی لوگ ایک سے زیادہ کتابیں نہ صرف پڑھتے ہیں بلکہ انہیں زبانی یاد بھی کرتے ہیں۔ بلاشبہ تلاوتِ قرآن کی بدولت ملنے والی کثیر نیکیوں کی اہمیت کا اندازہ اسی وقت ہوگا جب میدانِ حشر میں میزان قائم ہوگا اور لوگوں کے اعمال تولے جانے کا مرحلہ آئے گا تب ہر کسی کی یہ خواہش ہوگی کہ اس کی کوئی نیکی کم نہ ہو جائے کہ جس کے باعث اسے بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال لینا پڑ جائے۔ اس وقت کے آنے سے پہلے ڈرنا چاہیے اور بکثرت تلاوتِ قرآن کو اپنا معمول بنانا چاہیے۔

---

(۱) [بخاری (۵۰۲۶) کتاب فضائل القرآن : باب اغتباط صاحب القرآن]

(۲) [صحیح : الصحیحة (۶۶۰) صحیح ترمذی' ترمذی (۲۹۱۰) کتاب فضائل القرآن : باب ما جاء فیمن قرأ حرفا من القرآن ما له من الأجر]

قرآن کریم کی ایک آیت کی تلاوت دنیا کی کسی بڑی نعمت سے بھی قیمتی

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ إِذَا رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ أَنْ يَجِدَ فِيهِ ثَلَاثَ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ ؟ ﴾ ''کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ جب وہ اپنے گھر لوٹے تو اس میں تین موٹی صحت منداونٹنیاں پائے (جو موجودہ دور کی تین بہترین گاڑیوں کے برابر ہیں)؟'' ہم نے عرض کیا کہ جی ہاں اے اللہ کے رسول! تب آپ نے فرمایا ﴿ فَثَلَاثُ آيَاتٍ يَقْرَءُ بِهِنَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ ثَلَاثِ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ ﴾ ''تمہارے ایک کا اپنی نماز میں تین آیات تلاوت کرنا ان تین موٹی صحت منداونٹنیوں سے بہتر ہے۔''(۱)

(2) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم صفہ (مقام) میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ نے دریافت کیا، تم میں سے کون شخص پسند کرتا ہے کہ روزانہ بطحان یا وادیٔ عقیق میں جائے اور وہاں سے دو بلند کوہان والی اونٹنیاں بغیر چوری اور قطع رحمی کے لائے۔ ہم نے عرض کیا، ہم میں سے ہر شخص اس بات کو پسند کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا ﴿ أَفَلَا يَغْدُو أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَيُعَلِّمُ أَوْ يَقْرَأُ آيَتَيْنِ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ نَاقَتَيْنِ وَ ثَلَاثٌ خَيْرٌ لَهُ مِنْ ثَلَاثٍ وَ أَرْبَعٌ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَرْبَعٍ وَ مِنْ أَعْدَادِهِنَّ مِنَ الْإِبِلِ ﴾ ''تم میں سے جو صبح کے وقت مسجد کی جانب جائے، وہ اللہ کی کتاب (قرآن مجید) کی دو آیتیں سکھائے یا پڑھے، یہ اس کے لئے دو اونٹنیوں سے بہتر ہے اور تین آیات تین اونٹنیوں اور چار آیات چار اونٹنیوں سے بہتر ہیں اور چار آیات سے زیادہ علی ہذا القیاس شمار کرتے جائیں ان کی تعداد کے برابر اونٹنیوں سے بہتر ہیں۔''(۲)

قیام اللیل میں دس آیات پڑھنے کا ثواب دنیا کی ہر نعمت سے بڑھ کر

حضرت فضالہ بن عبید اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ مَنْ قَرَأَ عَشْرَ آيَاتٍ فِي لَيْلَةٍ كُتِبَ لَهُ قِنْطَارٌ مِنَ الْأَجْرِ وَ الْقِنْطَارُ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَ مَا فِيهَا فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ يَقُولُ رَبُّكَ عَزَّ وَجَلَّ اقْرَأْ وَ ارْقَ بِكُلِّ آيَةٍ دَرَجَةً حَتَّى يَنْتَهِي آخِرَ آيَةٍ مَعَهُ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لِلْعَبْدِ اقْبِضْ فَيَقُولُ الْعَبْدُ بِيَدِهِ يَا رَبِّ أَنْتَ أَعْلَمُ يَقُولُ بِهَذِهِ الْخُلْدِ وَ بِهَذِهِ النَّعِيمِ ﴾ ''جس آدمی نے رات کے وقت (قیام کرتے ہوئے) دس آیات تلاوت کیں اس کے لئے اجر وثواب کا خزانہ ہے اور یہ خزانہ دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہے۔ پھر جب قیامت کا دن ہو گا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ''پڑھتا جا اور ہر

---

(۱) [مسلم (۸۰۲) کتاب صلاة المسافرین : باب فضل قراءة القرآن فی الصلاة وتعلمه، احمد (۱۰۴۵۱)]

(۲) [مسلم (۸۰۳) کتاب صلاة المسافرین : باب فضل قراءة القرآن فی الصلاة وتعلمه، احمد (۱۷۴۱۳) ابو داود (۱۴۵۶) ابن ابی شیبة (۱۰/۵۰۳) ابن حبان (۱۱۵) طبرانی کبیر (۱۷/۷۹۹)]

آیت کے بدلے ایک درجہ چڑھتا جاتی کہ آخری آیت مکمل کر لے۔" اللہ تعالیٰ بندے سے فرمائیں گے" اپنا ہاتھ (میری نعمت) پکڑنے کے لئے کھول۔" بندہ اپنا ہاتھ کھول کر عرض کرے گا" اے میرے رب! (تو جو بھی مجھے عطا کرنا چاہے اسے) تو ہی بہتر جانتا ہے۔" اللہ تعالیٰ فرمائیں گے" ایک ہاتھ میں ہیشگی کی نعمت پکڑ لے اور دوسرے ہاتھ میں باقی ساری نعمتیں۔" (۱)

ایک رات میں سو آیات پڑھنے والے کے لئے ساری رات قیام کا ثواب

فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ مَنْ قَرَأَ بِمِائَةِ آيَةٍ فِي لَيْلَةٍ كُتِبَ لَهُ قُنُوتُ لَيْلَةٍ ﴾ "جس نے ایک رات میں سو آیات پڑھیں اس کے لئے ساری رات کے قیام کا ثواب لکھا جاتا ہے۔" (۲)

روزانہ ایک ہزار آیات کی تلاوت کرنے والا اجر و ثواب کے خزانوں کا مستحق

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ مَنْ قَامَ بِعَشْرِ آيَاتٍ لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ وَ مَنْ قَامَ بِمِائَةِ آيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْقَانِتِيْنَ وَ مَنْ قَامَ بِأَلْفِ آيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْمُقَنْطِرِيْنَ ﴾ "جس نے (روزانہ) دس آیات کے ساتھ قیام کیا وہ غافلوں میں سے نہیں لکھا جائے گا، جس نے سو آیات کے ساتھ قیام کیا اسے فرمانبرداروں میں لکھا جائے گا اور جس نے ہزار آیات کے ساتھ قیام کیا اس کا نام خزانہ پانے والوں میں لکھا جائے گا۔" (۳)

اٹک اٹک کر تلاوتِ قرآن کرنے والا دوہرے اجر کا مستحق

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَ الَّذِيْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَ يَتَتَعْتَعُ فِيْهِ وَ هُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهُ أَجْرَانِ ﴾ "قرآن کریم کا ماہر (قیامت کے دن) معزز اور نیکوکار فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور جو قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے اور اٹک اٹک کر اسے پڑھتا ہے اور اس وجہ سے اسے مشقت اٹھانی پڑتی ہے تو اس کے لیے دوہرا اجر ہے۔" (۴)

تلاوتِ قرآن اللہ اور اس کے رسول سے محبت کا ذریعہ

فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُحِبَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهُ فَلْيَقْرَأْ فِي الْمُصْحَفِ ﴾ "جسے پسند ہو کہ وہ

---

(۱) [حسن : صحيح الترغيب (٦٣٨) كتاب النوافل : باب الترغيب في قيام الليل ، طبراني (١٢٥٣)]

(۲) [صحيح : السلسلة الصحيحة (٦٤٤) صحيح الجامع الصغير (٦٤٦٨) مسند احمد (١٠٣/٤) دارمی (٣٤٥٠) شیخ شعیب ارناؤوط نے اس حدیث کو شواہد کی بنا پر حسن کہا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (١٦٩٥٨)]

(۳) [صحيح : السلسلة الصحيحة (٦٤٢) صحيح الجامع الصغير (٦٤٣٩) ابو داود (١٣٩٨)]

(۴) [مسلم (٧٩٨) كتاب صلاة المسافرين : باب الماهر بالقرآن ...]



اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرے تو اسے چاہیے کہ قرآن کریم کی تلاوت کرے۔"(۱)

تلاوتِ قرآن آسمان پر راحت اور زمین پر ذکرِ خیر کا ذریعہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ أُوصِيكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ فَإِنَّهُ رَأْسُ كُلِّ شَيْءٍ وَ عَلَيْكَ بِالْجِهَادِ فَإِنَّهُ رَهْبَانِيَّةُ الْإِسْلَامِ وَ عَلَيْكَ بِذِكْرِ اللّٰهِ وَ تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ فَإِنَّهُ رَوْحُكَ فِي السَّمَاءِ وَ ذِكْرُكَ فِي الْأَرْضِ ﴾ "میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ ہر چیز کی بنیاد ہے اور جہاد کا راستہ بھی لازماً اختیار کرو کیونکہ یہ اسلام کی رہبانیت ہے۔ اللہ کا ذکر اور تلاوتِ قرآن بھی کرتے رہو کیونکہ یہ تمہارے لئے آسمان پر راحت اور زمین میں ذکرِ خیر کا ذریعہ ہے۔"(۲)

تلاوتِ قرآن عذابِ قبر سے نجات کا ذریعہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ يُؤْتَى الرَّجُلُ فِي قَبْرِهِ فَإِذَا أُتِيَ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهِ دَفَعَتْهُ تِلَاوَةُ الْقُرْآنِ وَ إِذَا أُتِيَ مِنْ قِبَلِ يَدَيْهِ دَفَعَتْهُ الصَّدَقَةُ وَ إِذَا أُتِيَ مِنْ قِبَلِ رِجْلَيْهِ دَفَعَتْهُ مَشْيُهُ إِلَى الْمَسَاجِدِ ﴾ "قبر میں جب آدمی کو فرشتہ سر کی جانب سے عذاب دینے آتا ہے تو تلاوتِ قرآن اسے دور کر دیتی ہے، جب فرشتہ سامنے سے آتا ہے تو صدقہ اسے دور کر دیتا ہے اور جب قدموں کی جانب آتا ہے تو (آدمی کا) مساجد کی طرف چل کر جانا اسے دور کر دیتا ہے۔"(۳)

تلاوتِ قرآن (اور اس کی تفہیم) قبر میں فرشتوں کی باز پرس میں کامیابی کا ذریعہ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ يَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ لَهُ: مَنْ رَبُّكَ؟ فَيَقُولُ: رَبِّيَ اللّٰهُ، فَيَقُولَانِ لَهُ، مَا دِينُكَ؟ فَيَقُولُ: دِينِيَ الْإِسْلَامُ، فَيَقُولَانِ: مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ؟ فَيَقُولُ: هُوَ رَسُولُ اللّٰهِ، فَيَقُولَانِ: وَ مَا يُدْرِيكَ؟ فَيَقُولُ: قَرَأْتُ كِتَابَ اللّٰهِ فَآمَنْتُ بِهِ وَصَدَّقْتُ ... ﴾ "مومن آدمی کے پاس (قبر میں) دو فرشتے آتے ہیں۔ وہ اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے دریافت کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے' میرا رب اللہ ہے۔ پھر وہ اس سے دریافت کرتے ہیں' تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے' میرا دین اسلام ہے۔ پھر وہ دریافت کرتے ہیں کہ کون شخص تھا جو تم میں بھیجا گیا؟ وہ جواب دیتا ہے' وہ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر وہ اس سے دریافت

---

(۱) [حسن : السلسلة الصحيحة (۲۳۴۲) صحيح الجامع الصغير (۶۲۸۹) ابو نعيم فى الحلية (۲۰۹/۷) نتائج الافكار لابن حجر (۲۳۱/۱) شعب الايمان (۲۰۲۷) كنز العمال (۲۷۶۰)]

(۲) [صحيح : السلسلة الصحيحة (۵۵۵) صحيح الجامع الصغير (۲۵۴۳) مسند احمد (۸۲/۳)]

(۳) [حسن : صحيح الترغيب (۲۲۰/۳)، (۳۵۶۱) رواه الطبرانى]

کرتے ہیں کہ تجھے کیسے معلوم ہوا؟ وہ جواب دیتا ہے' میں نے اللہ کی کتاب کو پڑھا' اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ "جو لوگ ایمان لائے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ثابت قدمی عطا کرتا ہے" اس بات کی تصدیق کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا' پھر آسمان سے منادی اعلان کرتا ہے کہ میرا بندہ سچا ہے' جنت سے اس کے لیے بستر بچھادو اور جنت کا اسے لباس پہنادو اور جنت کی جانب اس کے لیے ایک دروازہ کھول دو۔"(۱)

تلاوتِ قرآن جنت میں تاج پوشی اور والدین کی عزت افزائی کا ذریعہ

فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ وَ اِنَّ الْقُرْآنَ يَلْقَى صَاحِبَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِيْنَ يَنْشَقُّ عَنْهُ قَبْرُهُ كَالرَّجُلِ الشَّاحِبِ ، فَيَقُوْلُ لَهُ : هَلْ تَعْرِفُنِيْ ؟ فَيَقُوْلُ : مَا اَعْرِفُكَ ، فَيَقُوْلُ : اَنَا صَاحِبُكَ الْقُرْآنُ الَّذِيْ اَظْمَأْتُكَ فِي الْهَوَاجِرِ وَ اَسْهَرْتُ لَيْلَكَ ، وَ اِنَّ كُلَّ تَاجِرٍ مِّنْ وَّرَاءِ تِجَارَتِهٖ وَ اِنَّكَ الْيَوْمَ مِنْ وَّرَاءِ كُلِّ تِجَارَةٍ ، فَيُعْطَى الْمُلْكَ بِيَمِيْنِهٖ وَ الْخُلْدَ بِشِمَالِهٖ وَ يُوْضَعُ عَلَى رَأْسِهٖ تَاجُ الْوَقَارِ وَ يُكْسَى وَالِدَاهُ حُلَّتَيْنِ لَا يَقُوْمُ لَهُمَا اَهْلُ الدُّنْيَا ، فَيَقُوْلَانِ : بِمَا كُسِيْنَا هٰذَا ؟ فَيُقَالُ : بِاَخْذِ وَلَدِكُمَا الْقُرْآنَ ، ثُمَّ يُقَالُ : اِقْرَأْ وَ اصْعَدْ فِيْ دَرَجِ الْجَنَّةِ وَ غُرَفِهَا ، فَهُوَ فِيْ صُعُوْدٍ مَّا دَامَ يَقْرَأُ هٰذًّا كَانَ اَوْ تَرْتِيْلًا ﴾ "قرآن پڑھنے والا جب قبر سے اٹھے گا تو قرآن اس سے ایک اجنبی شخص کی صورت میں ملے گا اور کہے گا: کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ وہ کہے گا نہیں میں آپ کو نہیں پہچانتا، تو قرآن کہے گا: میں تیرا ساتھی وہ قرآن ہوں جس نے دن کو تجھے بھوکا پیاسا رکھا اور رات کو بیدار رکھا۔ ہر تاجر اپنی تجارت کے پیچھے ہوتا تھا لیکن آج سب تجارتیں تیرے پیچھے ہیں۔ اب اسے ملک دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور خلد بائیں ہاتھ میں، اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جائے گا اور اس کے والدین کو ایسے قیمتی حُلّے (لباس) پہنائے جائیں گے کہ ساری دنیا والے مل کر بھی ان کی قیمت ادا نہ کر سکیں۔ وہ از راہ تعجب پوچھیں گے کہ یہ عمدہ اور قیمتی حُلّے ہمیں کس وجہ سے پہنائے گئے ہیں؟ تو جواب دیا جائے گا کہ تمہارے بچے کے قرآن پڑھنے کی وجہ سے، پھر کہا جائے گا کہ قرآن پڑھتا جا اور جنت کے درجے اور بالا خانے چڑھتا جا، چنانچہ وہ پڑھتا جائے گا اور جنت کے درجے چڑھتا جائے گا، خواہ جلدی جلدی پڑھے یا ترتیل سے۔"(۲)

تلاوتِ قرآن میراثِ رسول

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مدینہ کے ایک بازار سے گزرے تو وہاں ٹھہر کر لوگوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ

---

(۱) [صحیح : هداية الرواة (۱۱۶/۱) '(۱۲۷) ابو داود (۴۷۵۳) کتاب السنة ' نسائی (۷۸/٤)]

(۲) [صحیح : السلسلة الصحيحة (۲۸۲۹) طبرانی اوسط (۵۸۹٤) مسند احمد (۳٤۸/۵) شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔[الموسوعة الحديثية (۲۳۰۰۰)]

﴿يَا اَهْلَ السُّوْقِ ! مَا اَعْجَزَكُمْ ؟ ﴾ ''اے بازار والو! تمہیں کس چیز نے روک رکھا ہے؟''لوگوں نے پوچھا، اے ابو ہریرہ! کیا بات ہے؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ﴿ ذَاكَ مِيْرَاثُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يُقْسَمُ وَ اَنْتُمْ هَاهُنَا اَلَا تَذْهَبُوْنَ فَتَاْخُذُوْنَ نَصِيْبَكُمْ مِنْهُ ﴾ ''وہاں رسول اللہ ﷺ کی میراث تقسیم ہو رہی ہے اور تم یہاں بیٹھے ہو، وہاں کیوں نہیں جاتے اور اپنا حصہ کیوں نہیں حاصل کرتے؟''لوگوں نے پوچھا، میراث کہاں تقسیم ہو رہی ہے؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ﴿ فِى الْمَسْجِدِ ﴾ ''مسجد میں۔''لوگ دوڑ کر مسجد کی طرف گئے جبکہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہیں کھڑے رہے۔ لوگ مسجد سے واپس پلٹے تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا ﴿ مَا لَكُمْ ﴾ ''تمہیں کیا ہوا (واپس کیوں آئے ہو)؟''لوگوں نے کہا، ہم مسجد میں گئے وہاں تو کوئی چیز تقسیم ہوتی ہم نے نہیں دیکھی (اس لئے ہم واپس آ گئے ہیں)۔ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے پوچھا ﴿ وَ مَا رَاَيْتُمْ فِى الْمَسْجِدِ اَحَدًا ؟ ﴾ ''کیا تم نے مسجد میں کسی کو بھی نہیں دیکھا؟''لوگوں نے کہا ﴿ بَلٰى رَاَيْنَا قَوْمًا يُصَلُّوْنَ وَ قَوْمًا يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ وَ قَوْمًا يَتَذَاكَرُوْنَ الْحَلَالَ وَ الْحَرَامَ ﴾ ''ہاں! دیکھا ہے کچھ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں، کچھ قرآن کریم کی تلاوت کر رہے ہیں اور کچھ حلال و حرام کے مسائل بیان کر رہے ہیں۔'' یہ سن کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ﴿ وَيْحَكُمْ فَذَاكَ مِيْرَاثُ مُحَمَّدٍ ﷺ ﴾ ''تم پر افسوس! یہی تو محمد ﷺ کی میراث ہے۔''(۱)

قرآن سننے کی فضیلت

خاموشی اور غور سے قرآن سننا نزولِ رحمت کا ذریعہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ ﴾ [الاعراف : ۲۰۴]

''اور جب قرآن پڑھا جائے تو (کان لگا کر) غور سے اسے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔''

یہ ہر اُس شخص کے لیے ایک عام حکم ہے جو کتاب اللہ کی تلاوت سنتا ہے، وہ اسے غور سے سننے اور خاموش رہنے پر مامور ہے۔ استماع اور انصات کے درمیان فرق یہ ہے کہ اِنْصَات ''چپ رہنا'' ظاہر میں بات چیت اور ایسے اُمور میں مشغولیت کو ترک کرنے کا نام ہے، جن کی وجہ سے وہ غور سے سن نہیں سکتا اور اِسْتِمَاع ''سننا'' یہ ہے کہ سننے کے لئے پوری توجہ مبذول کی جائے، قلب حاضر ہو اور جو چیز سنے اس میں تدبر کرے۔ کتاب اللہ کی تلاوت کے وقت جو کوئی ان دونوں اُمور کا التزام کرتا ہے وہ خیر کثیر، بے انتہا علم، دائمی تجدید شدہ ایمان، بہت زیادہ

---

(۱) [حسن موقوف : صحيح الترغيب (۸۳) كتاب العلم : باب الترغيب فى العلم وطلبه وتعلمه وتعليمه وما جاء فى فضل العلماء، طبرانى اوسط (۲/۱۱۵)، (۱۴۲۹)]

ہدایت اور دین میں بصیرت سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے حصولِ رحمت کو ان دونوں اُمور پر مترتب قرار دیا ہے اور یہ امر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جس کے سامنے کتاب اللہ کی تلاوت کی جائے اور وہ اسے غور سے نہ سنے اور خاموش نہ رہے تو رحمت کے بہت بڑے حصے سے محروم ہو جاتا ہے۔ (۱)

حضرت لیث رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص پوری توجہ سے کان لگا کر قرآن کریم سنتا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت سب سے پہلے اس کی طرف لپکتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی ارشاد فرمایا ہے کہ ''اور جب قرآن پڑھا جائے تو (کان لگا کر) غور سے اسے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔'' (۲)

معلوم ہوا کہ جب بھی اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھا جا رہا ہو تو لوگوں کو چاہیے کہ اس کے ادب کے پیش نظر خاموش ہو جائیں اور اسے غور سے سنیں کیونکہ یہ رحمتِ الٰہی کے نزول کا ذریعہ ہے۔ لیکن اگر لوگ قرآن سننے کی بجائے شور مچائیں گے، بڑے بڑے سپیکرز پر موسیقی لگا کر سماعِ قرآن میں رکاوٹ بنیں گے (وغیرہ وغیرہ) تو انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ یہ اُن کفار کا طور طریقہ ہے جنہیں قرآن کریم میں آتشِ جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ

﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ ○ فَلَنُذِيقَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا عَذَابًا شَدِيدًا وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ○ ذَٰلِكَ جَزَاءُ أَعْدَاءِ اللَّهِ النَّارُ لَهُمْ فِيهَا دَارُ الْخُلْدِ﴾ [حم السجدة : ٢٦-٢٨] ''اور کافر (ایک دوسرے سے) کہتے ہیں اس قرآن کو نہ سنو (یعنی جب محمد ﷺ قرآن سنائیں تو اس کی طرف کوئی توجہ نہ دو اور جب یہ پڑھا جا رہا ہو تو) خوب شور کرو (سیٹیاں بجاؤ، تالیاں پیٹو، آوازے کسو، اعتراضات کی بوچھاڑ کرو اور اتنا غل غپاڑہ کرو کہ کسی کو بھی یہ قرآن نہ سنا جائے) تا کہ تم غالب آ جاؤ (بزعم خویش وہ یہ سمجھتے تھے کہ شور مچانے سے وہ محمد ﷺ پر غالب آ جائیں گے)۔ سو البتہ ضرور ہم کافروں کو سخت عذاب کے مزے چکھائیں گے (یعنی قرآن سننے کے بجائے انہوں نے جو روش اختیار کی اس کی وجہ سے انہیں عذاب شدید میں مبتلا کر دیں گے) اور ان کے ان برے عملوں کی ضرور سزا دیں گے جو وہ کرتے تھے۔ یہی آگ اللہ کے دشمنوں کی جزا ہے، ان کے لئے اسی میں ہمیشہ کا گھر ہے۔''

قرآن سننا جن وانس کی ہدایت کا ذریعہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ﴾ [الاسراء : ۹] ''بلاشبہ یہ قرآن اُس راستے کی رہنمائی کرتا ہے جو سب سے سیدھا ہے۔''

---

(۱) [ماخوذ از، تفسیر السعدی (۱/۹۶۵)]

(۲) [الجامع لاحکام القرآن ''تفسیر القرطبی'' (۱/۲۳)]

معلوم ہوا کہ قرآن کریم کو سننا، پڑھنا، سمجھنا، اس میں غور و فکر کرنا اور اس پر عمل کرنا انسانی ہدایت کا ذریعہ ہے اور جو شخص یہ اعمال بجالائے گا وہ کبھی گمراہ نہ ہوگا۔ ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو غور سے سننے اور پھر اس کی اتباع کرنے والوں کو نہ صرف بشارت دی ہے بلکہ انہیں عقل و شعور کے بھی مالک قرار دیا ہے۔ فرمایا:

﴿فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ ۝﴾ [الزمر: ۱۷-۱۸] ”آپ میرے (اُن) بندوں کو بشارت دے دیجئے۔ جو بات کو غور سے کان لگا کر سنتے ہیں اور اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں (بلاشبہ سب سے اچھی بات اللہ تعالیٰ کی ہے، پھر رسول ﷺ کی ہے)، یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی اور یہی عقل والے ہیں۔“

معلوم ہوا کہ قرآن سننے سے ہدایت نصیب ہوتی ہے، یہی باعث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عمل کو کفار کے قبولِ اسلام کا ایک سبب قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ﴾ [التوبة: ٦]

”اور (اے پیغمبر!) اگر مشرکوں میں سے کوئی آپ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دیں حتیٰ کہ وہ اللہ کا کلام سن لے۔“

قرآن کریم کا سماع نہ صرف انسانوں کے لئے بلکہ جنوں کے لئے بھی ہدایت کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ

﴿قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ۝ يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ ۖ وَلَن نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا ۝﴾ [الجن: ۱-۲] ”(اے محمد!) آپ کہہ دیجئے کہ مجھے وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے (قرآن) سنا اور کہا کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے (یعنی جو فصاحت و بلاغت یا برکت میں بہت عجیب ہے)۔ جو راہ راست کی طرف رہنمائی کرتا ہے، ہم اس پر ایمان لا چکے (اب) ہم ہرگز کسی کو بھی اپنے رب کا شریک نہیں بنائیں گے۔“

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

﴿وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنصِتُوا ۖ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَىٰ قَوْمِهِم مُّنذِرِينَ ۝ قَالُوا يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنزِلَ مِن بَعْدِ مُوسَىٰ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَىٰ طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ يَا قَوْمَنَا أَجِيبُوا دَاعِيَ اللَّهِ وَآمِنُوا بِهِ يَغْفِرْ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرْكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ۝﴾ [الاحقاف: ۲۹-۳۱] ”اور یاد کرو جبکہ ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو تیری طرف متوجہ کیا کہ وہ قرآن سنیں، پس جب (نبی کے) پاس پہنچ گئے تو (ایک دوسرے سے) کہنے لگے خاموش ہو جاؤ، پھر جب قرآن پڑھا جا چکا (انہوں نے اسے یاد کر لیا اور قرآن نے ان پر

اثر کیا) تو اپنی قوم کو خبردار کرنے کے لئے واپس لوٹ گئے۔ کہنے لگے اے ہماری قوم! ہم نے یقیناً وہ کتاب سنی ہے جو موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد نازل کی گئی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو سچے دین کی اور راہ راست کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اے ہماری قوم! اللہ کے بلانے والے کا کہا مانو، اس پر ایمان لاؤ تو اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں المناک عذاب سے پناہ دے گا۔"

قرآن سننا خشوع وخضوع اور رقتِ قلب کا ذریعہ

قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے کہ اگر اسے پوری توجہ سے سنا جائے تو بلاشبہ مومن کا دل گھبرا جاتا ہے، خشوع وخضوع بڑھ جاتا ہے، رقت طاری ہو جاتی ہے اور رب کی جانب رغبت وانابت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝﴾ [الانفال : ۲] "مومن تو صرف وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں (اور یہ ڈر خشیتِ الٰہی کا موجب بنتا ہے) اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو ان کو ایمان میں زیادہ کر دیتی ہیں (اور اس کا سبب یہ ہے کہ وہ آیاتِ الٰہی کو حضورِ قلب کے ساتھ غور سے سنتے ہیں جس کے نتیجے میں ان کے دل میں نیکیوں کی رغبت پیدا ہوتی ہے، اپنے رب کے اکرام وتکریم کے حصول کا شوق پیدا ہوتا ہے، عذاب سے خوف اور معاصی سے ڈر پیدا ہوتا ہے اور ان تمام اُمور سے بلاشبہ ایمان میں اضافہ ہوتا ہے) اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔"

امام ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ سچے مومن کی یہی نشانی ہے کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کا دل ڈر جاتا ہے اور وہ اللہ کا خوف محسوس کرتے ہوئے اس کے احکام کو بجالاتا ہے اور اس کے منع کردہ کاموں سے رک جاتا ہے۔ (۱) علامہ ابوبکر الجزائری فرماتے ہیں کہ یہ خوف اور ڈر بالخصوص اس وقت پیدا ہوتا ہے جب (دورانِ تلاوت) جنت کے وعدوں اور جہنم کے عذابوں کا ذکر ہوتا ہے۔ (۲)

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے اہل علم کا بھی یہی وصف بیان فرمایا ہے کہ جب وہ کلامِ الٰہی سنتے ہیں تو ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، وہ رونے لگتے ہیں، ان کا خشوع خضوع مزید بڑھ جاتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مِن قَبْلِهِ إِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا ۝ وَيَقُولُونَ سُبْحَانَ رَبِّنَا إِن كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُولًا ۝ وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا ۝﴾

---

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۷۵۲/۲)] (۲) [ایسر التفاسیر (۲۹/۲)]

[الاسراء: ۱۰۷۔۱۰۹] ”بلاشبہ جنہیں اس سے پہلے علم دیا گیا جب ان کے سامنے تلاوت کی جاتی ہے تو وہ اپنی ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں (یعنی اس سے بہت متاثر ہوتے ہیں اور اس کے سامنے نہایت عاجزی سے سرافگندہ ہوتے ہیں) اور کہتے ہیں: پاک ہے ہمارا رب، یقیناً ہمارے رب کا وعدہ ضرور پورا ہوگا اور وہ روتے ہوئے ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں اور یہ (قرآن) انہیں خشوع میں زیادہ کر دیتا ہے۔“

امام قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ اہل علم کی صفت میں مبالغہ اور ان کی مدح سرائی ہے۔ اور جس پر بھی علم کا رنگ چڑھ جاتا ہے اس میں یہ خوبی اور استعداد پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ جب بھی قرآن کریم کی تلاوت سنے تو ڈر جائے اور اس میں تواضع اور انکسار پیدا ہو جائے۔ (۱) نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (اس سے معلوم ہوا کہ) تلاوتِ قرآن کے وقت رونا مستحب ہے۔ (۲)

انبیائے کرام کی بھی یہی سنت ہے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں سنتے تو رونے لگ جاتے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ مِن ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ وَمِن ذُرِّيَّةِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْرَائِيلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ۚ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَٰنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا ۩﴾ [مریم: ۵۸] ”یہ وہ (انبیاء) ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا جو اولادِ آدم میں سے ہیں اور ان لوگوں (کی نسل) میں سے جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ (کشتی میں) سوار کیا تھا اور ابراہیم اور اسرائیل کی اولاد سے اور ان لوگوں میں سے جنہیں ہم نے ہدایت دی اور چن لیا، جب ان پر رحمٰن کی آیات تلاوت کی جاتیں تو وہ گر جاتے سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے (یعنی وہ جب دلائل و براہین سے مزین کلامِ الٰہی کو سنتے تو اپنے رب تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو جاتے تھے اور اسی طرح خشوع و خضوع کا اظہار کرتے اور ان نعمتوں پر حمد و شکر بھی بجا لاتے تھے جن سے اللہ تعالیٰ نے انہیں نوازا تھا)۔“

ہمارے پیارے نبی محمد ﷺ کی بھی یہی حالت تھی کہ جب آپ تلاوتِ قرآن سنتے تو آپ کی آنکھیں اشکبار ہو جاتیں۔ چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ ﴿اِقْرَأْ عَلَيَّ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ؟ قَالَ: نَعَمْ فَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي، فَقَرَأْتُ سُورَةَ النِّسَاءِ حَتّٰى أَتَيْتُ عَلٰى هٰذِهِ الْآيَةِ: "فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيدًا" قَالَ: حَسْبُكَ الْآنَ فَالْتَفَتُّ إِلَيْهِ فَإِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ﴾ ”مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ، میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول! میں پڑھ کر سناؤں! حالانکہ آپ پر تو قرآن نازل کیا گیا ہے؟ آپ نے

---

(۱) [الجامع لاحکام القرآن ”تفسیر القرطبی“ (۳۴۱/۱۰)]

(۲) [فتح البیان فی مقاصد القرآن (۴۶۷/۷)]

فرمایا: ہاں میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ کسی دوسرے سے بھی قرآن سنوں، تو میں نے سورۂ نساء کی تلاوت شروع کردی اور جب اس آیت فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاءِ شَهِيْدًا تک پہنچا تو آپ نے فرمایا: اب بس کرو، میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے۔"(۱)

امام نووی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے کہ اس حدیث میں جو فوائد ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس سے تلاوتِ قرآن کو کان لگا کر غور سے سننے، تلاوت سنتے ہوئے رونے اور اس میں غور وفکر کرنے کا استحباب ثابت ہوتا ہے (یعنی یہ عمل مستحب ہے)۔ نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ توجہ سے قرآن سننے کے لئے کسی دوسرے سے اس کی تلاوت کا مطالبہ کرنا بھی مستحب ہے اور یہ عمل قرآن کو سمجھنے اور اس میں غور وفکر کرنے کے لئے خود پڑھنے کی نسبت زیادہ مؤثر ہے...۔(۲)

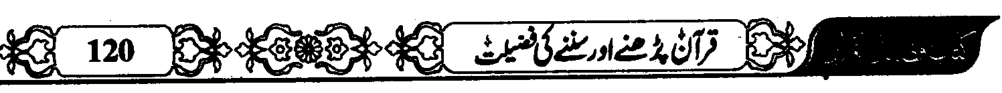
قرآن سننے کے لئے فرشتوں کا نزول

حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ رات کے وقت سورۂ بقرہ کی تلاوت کررہے تھے اور ان کا گھوڑا ان کے قریب بندھا ہوا تھا۔ اچانک گھوڑا کودنے لگا۔ جب وہ خاموش ہو گئے تو گھوڑا بھی رُک گیا۔ پھر انہوں نے تلاوت شروع کی تو دوبارہ گھوڑا کودنے لگا۔ جب وہ خاموش ہو گئے تو گھوڑا بھی رک گیا۔ پھر انہوں نے تلاوت شروع کی تو گھوڑا کودنے لگا چنانچہ حضرت اُسید رضی اللہ عنہ نفل نماز سے فارغ ہوئے اور ان کا بیٹا یحیٰ گھوڑے کے قریب تھا۔ وہ خوفزدہ ہو گیا کہ (کہیں گھوڑے کے کودنے کی وجہ سے) بچے کو کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے۔ جب انہوں نے بچے کو گھوڑے سے دور ہٹا دیا تو انہوں نے آسمان کی طرف اپنا سر اٹھایا تو وہاں سائبان سا نظر آیا جس میں چراغ سے دکھائی دے رہے تھے۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا۔ آپ نے فرمایا: اے حضیر! تم پڑھتے رہتے۔ اس نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول! مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں گھوڑا یحیٰ کو نہ روند ڈالے اور وہ بالکل اس کے قریب تھا۔ چنانچہ میں اس کی طرف گیا اور میں نے آسمان کی جانب سر اٹھایا تو وہاں سائبان سا نظر آیا جس میں روشنیاں سی دکھائی دے رہی تھیں۔ جب میں گھر سے باہر نکلا تو پھر مجھے وہ روشنیاں نظر نہ آئیں۔ آپ نے دریافت کیا' تجھے معلوم ہے یہ روشنیاں کیا تھیں؟ انہوں نے کہا نہیں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ تِلْكَ الْمَلَائِكَةُ دَنَتْ لِصَوْتِكَ وَلَوْ قَرَأْتَ لَأَصْبَحَتْ يَنْظُرُ النَّاسُ إِلَيْهَا لَا تَتَوَارَى مِنْهُمْ ﴾ "وہ فرشتے تھے' جو تیری تلاوت سننے کے لیے اترے تھے اور اگر تم اپنی تلاوت جاری رکھتے تو صبح

---

(۱) [بخاری (۵۰۵۰)، (۴۵۸۲) كتاب فضائل القرآن : باب قول المقرئ للقارئ : حسبك، مسلم (۸۰۰)]
(۲) [شرح مسلم للنووی (۱۱٦/٤)]



ہونے پر لوگ بھی انہیں دیکھتے اور وہ لوگوں سے کچھ نہ چھپتے۔"(۱)

چند آداب تلاوت

قرآن کریم پڑھنے سے پہلے تعوذ پڑھنا چاہیے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ﴾ [النحل : ۹۸] "پس جب آپ قرآن پڑھنے لگیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگیں۔"

امام ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ قرآن مجید کی تلاوت سے پہلے استعاذے (تعوذ پڑھنے) کا حکم اس لئے دیا گیا ہے تاکہ شیطان تلاوت میں خلل نہ ڈال سکے اور خلط ملط کر کے اسے تدبر اور تفکر سے روک نہ سکے یہی وجہ ہے کہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ استعاذہ تلاوت سے پہلے ہے۔(۲) ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ شیطان کے شر اور وسوسے سے بچنے کے لئے یہ کافی ہے کہ انسان " اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ " پڑھ لے۔(۳)

قرآن کریم ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا چاہیے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَقُرْآنًا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَىٰ مُكْثٍ وَنَزَّلْنَاهُ تَنْزِيلًا ﴾ [الاسراء : ۱۰۶] "اور قرآن کو ہم نے جدا جدا (کر کے یعنی الگ الگ حصوں میں نازل) کیا، تاکہ آپ اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں (تاکہ لوگ اس کے معانی و مطالب میں تدبر کریں اور اس میں سے مختلف علوم کا استخراج کریں)، اور ہم نے اسے (تھوڑا تھوڑا) نازل کیا ہے (یعنی ۲۳ سال کے عرصے میں تھوڑا تھوڑا نازل کیا ہے)۔"

(2) ایک دوسرا ارشاد یوں ہے ﴿ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ﴾ [المزمل : ٤] "اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھئے۔" اس حکم کی تعمیل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خوب ٹھہر ٹھہر کر ہی قرآن کریم کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

(3) چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر ٹھہر ٹھہر کر تلاوت فرماتے کہ ایک سورت اپنے سے طویل سورت سے بھی طویل تر معلوم ہوتی۔(٤)

(4) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا﴿ كَانَتْ مَدًّا

---

(۱) [بخاری (۵۰۱۸) کتاب فضائل القرآن : باب نزول السکینة والملائکة عند قراءة القرآن]

(۲) [تفسیر ابن کثیر (۵۹۳/۳)]

(۳) [تفسیر ابن کثیر (۸۷/۱)]

(٤) [مسلم (۷۳۳) کتاب صلاة المسافرین : باب جواز النافلة قائما وقاعدا ، نسائی (۱۶۵۹)]

، ثُمَّ قَرَأَ "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" يَمُدُّ بِسْمِ اللّٰهِ وَ يَمُدُّ بِالرَّحْمٰنِ وَ يَمُدُّ بِالرَّحِيْمِ ﴾ ''آپ ﷺ خوب کھینچ کر (لمبی لمبی) قراءت فرمایا کرتے تھے، پھر انہوں نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کی قراءت کر کے بتائی اور بِسْمِ اللّٰهِ کو کھینچ کر پڑھا، پھر الرَّحْمٰنِ کو اور پھر الرَّحِيْمِ کو بھی خوب کھینچ کر پڑھا۔''(۱)

(5) حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب تلاوت فرماتے تو ﴿ يَقْطَعُ قِرَاءَ تَهُ ﴾ ''ہر آیت علیحدہ علیحدہ پڑھتے'' آپ ﷺ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھتے پھر ٹھہر جاتے پھر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ پڑھتے پھر ٹھہر جاتے، پھر الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھتے پھر ٹھہر جاتے۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿ كَانَ يَقْطَعُ قِرَاءَ تَهُ آيَةً آيَةً ﴾ ''آپ ﷺ اپنی تلاوت میں ہر آیت کو الگ الگ پڑھتے تھے۔''(۲)

(6) قراء کرام اور علماء عظام کے نزدیک قراءت کا یہی طریقہ افضل و مستحب ہے۔(۳)

قرآن کریم خوبصورت آواز سے پڑھنا چاہیے

(1) فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ ﴾ ''قرآن کو اپنی آوازوں کے ساتھ مزین کرو۔''(٤)

(2) ایک روایت میں ہے کہ ﴿ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ ﴾ ''جو اچھی آواز سے قرآن نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔''(٥)

(3) ایک مرتبہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ قرآن کریم کی تلاوت فرما رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں سنا تو ان کے متعلق فرمایا ﴿ لَقَدْ أُوْتِيَ هٰذَا مِزْمَارًا مِّنْ مَزَامِيْرِ آلِ دَاوُدَ ﴾ ''اسے تو آل داود کا سا لحن عطا کیا گیا ہے۔''(٦) ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ آپ میری تلاوت سن رہے ہیں تو میں آپ کے لئے اور بھی بنا سنوار کر پڑھتا۔''(۷)

---

(۱) [بخاری (٥٠٤٦) کتاب فضائل القرآن : باب مد القراء ة]

(۲) [صحیح : المشکاة (٢٢٠٥) کتاب فضائل القرآن : باب آداب التلاوة و دروس القرآن ، صحیح ابوداود (٣٣٧٩) کتاب الحروف و القراء ات ، مسند احمد (٣٠٢/٦) ابوداود (٤٠٠١) ترمذی (٢٩٢٧)]

(۳) [الاتقان فی علوم القرآن (ص : ١٢٢) ارواء الغليل (٦٢/٢)]

(٤) [بخاری (قبل الحدیث : ٧٥٤٤) کتاب التوحید : باب قول النبی ﷺ : الماهر بالقرآن ... ، ابوداود (١٤٦٨) ابن ماجه (١٣٤٢) نسائی (١٠١٥) صحیح ابن حبان (١٦١/٢) ، (٧٤٦)]

(٥) [بخاری (٧٥٢٧) کتاب التوحید : باب قول الله تعالیٰ : واسروا قولکم او اجهروا به]

(٦) [بخاری (٥٠٤٨) کتاب فضائل القرآن : باب حسن الصوت بالقراء ة للقرآن ، مسلم (٧٩٣) کتاب صلاة المسافرین : باب استحباب تحسین الصوت بالقرآن ، نسائی (١٠٢٢)]

(۷) [السنن الکبری للبیهقی (١٢/٣) کتاب الصلاة : باب من جهر بها ...]

قرآن مجید کو (اشعار کی طرح) گانے کے انداز میں پڑھنا درست نہیں

(1) حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ اَخَافُ عَلَیْکُمْ سِتًّا : اِمَارَةَ السُّفَهَاءِ وَسَفْكَ الدَّمِ وَ بَیْعَ الْحُکْمِ وَ قَطِیْعَةَ الرَّحِمِ وَ نَشْوًا یَتَّخِذُوْنَ الْقُرْآنَ مَزَامِیْرَ وَ كَثْرَةَ الشُّرْطِ ﴾ ''میں تمہارے بارے میں چھ چیزوں سے ڈرتا ہوں؛ بے وقوفوں کی حکومت سے، خون ریزی سے، حکم کی بیع سے (یعنی احکامِ الٰہی کی خرید وفروخت)، قطع رحمی سے، قرآن کریم کو گانے کے انداز میں پڑھنے سے اور پولیس کی کثرت سے۔''(۱)

(2) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن کو ریت کی طرح نہ پھیلاؤ اور نہ اسے شعر کی طرح گاؤ بلکہ اس کے عجائبات کے پاس رک جاؤ، اس کے ساتھ دلوں کو حرکت دو اور یہ قصد نہ کرو کہ سورت کے آخری حصے پر جلد پہنچ جاؤ۔(۲)

تلاوتِ قرآن کے وقت قاری پر خشیت ورقت طاری رہنی چاہیے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ اِنَّ مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ صَوْتًا بِالْقُرْآنِ الَّذِیْ اِذَا سَمِعْتُمُوْهُ یَقْرَأُ حَسِبْتُمُوْهُ یَخْشَى اللّٰهَ ﴾ ''لوگوں میں قرآن کریم کو سب سے اچھی آواز میں پڑھنے والا وہ ہے جسے تم سنو تو یوں محسوس ہو کہ وہ اللہ سے ڈر رہا ہے۔''(۳)

دورانِ تلاوت آیتِ رحمت پر سوال اور آیتِ عذاب پر پناہ مانگنی چاہیے

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ﴿ وَ مَا مَرَّ بِآیَةِ رَحْمَةٍ اِلَّا وَقَفَ عِنْدَهَا فَسَاَلَ وَلَا آیَةِ عَذَابٍ اِلَّا تَعَوَّذَ مِنْهَا ﴾ ''جب ایسی آیت گزرتی جس میں رحمتِ الٰہی کا ذکر ہوتا تو آپ وہاں ٹھہر کر رحمت کا سوال کرتے اور جب عذاب کی آیت گزرتی تو وہاں ذرا ٹھہر کر اس سے پناہ مانگتے۔''(۴)

تلاوتِ قرآن اُس وقت تک کرنی چاہیے جب تک شوق ورغبت باقی رہے

حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ اِقْرَءُوا الْقُرْآنَ مَا ائْتَلَفَتْ

---

(۱) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۲۱٦) السلسلة الصحیحة (۹۷۹) طبرانی کبیر (۵۷/۱۸)]

(۲) [معالم التنزیل فی تفسیر القرآن "تفسیر البغوی" (۱٦٦/۵)]

(۳) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۲۲۰۲) صحیح الترغیب (۱٤۵۰) صحیح ابن ماجه (۱۱۰۱) ابن ماجه (۱۳۳۹) کتاب اقامة الصلاة والسنة فیها : باب فی حسن القنوت بالقرآن]

(٤) [صحیح : مسند احمد (۳۸۲/۵) مسلم (۷۷۲) کتاب صلاة المسافرین : باب استحباب تطویل القراءة فی صلاة اللیل ، دارمی (۱۳۰٦) ابو داود (۸۷۱) ارواء الغلیل (۳۹/۲) التعلیقات الحسان (۲۵۹۰)]

قُلُوبُكُمْ فَإِذَا اخْتَلَفْتُمْ فَقُومُوا عَنْهُ ﴾ ”قرآن کریم اس وقت تک پڑھو جب تک اس میں دل لگا رہے اور جب دل اُکتا جائے تو پڑھنا چھوڑ دو (بالفاظِ دیگر دورانِ تلاوت حضورِ قلب بھی مطلوب ہے)۔“(۱)

دورانِ تلاوت اگر جمائی آئے تو اسے روکنا چاہیے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ التَّثَاؤُبُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا تَثَاءَبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ ﴾ ”جمائی آنا شیطان کی طرف سے ہے، پس جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو حتی الوسع اسے روکنے کی کوشش کرے۔“ اور جامع ترمذی کی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ ﴿ فِي الصَّلَاةِ ﴾ ”نماز میں (جمائی روکے)۔“(۲)

چالیس دنوں میں ایک بار قرآن ختم کرنا چاہیے

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ اِقْرَاءِ الْقُرْآنَ فِي اَرْبَعِيْنَ ﴾ ”قرآن کریم کو چالیس دنوں میں پڑھو۔“(۳)

تین دنوں سے پہلے قرآن ختم نہیں کرنا چاہیے

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ ﴿ لَمْ يَفْقَهْ مَنْ قَرَاَ الْقُرْآنَ فِي اَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ ﴾ ”جس نے تین دن سے کم مدت میں قرآن ختم کیا اس نے قرآن کو نہیں سمجھا۔“(۴)

دورانِ تلاوت ایک ہی آیت بار بار دہرائی جاسکتی ہے

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ﴿ قَامَ النَّبِيُّ ﷺ بِآيَةٍ حَتَّى اَصْبَحَ يُرَدِّدُهَا وَ الْآيَةُ "اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ" ﴾ ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام اللیل کیا تو (اس میں) صبح تک ایک آیت بار بار دُہراتے رہے، وہ آیت یہ ہے اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ”(اے اللہ!) اگر تو انہیں عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو یقیناً تو غالب حکمت والا ہے۔“(۵)

---

(۱) [بخاری (۵۰۶۰) کتاب فضائل القرآن : باب اقرؤوا القرآن ما ائتلفت قلوبکم]

(۲) [مسلم (۲۹۹۴) کتاب الزهد والرقائق : باب تشمیت العاطس و کراهة التثاؤب ، ترمذی (۳۷۰)]

(۳) [حسن : صحیح الجامع الصغیر (۱۱۵۴) السلسلة الصحیحة (۱۵۱۲)]

(۴) [صحیح : السلسلة الصحیحة (۱۵۱۳) المشکاة (۲۲۰۱) صحیح ابوداود (۱۲۶۰) ترمذی (۲۹۴۹)]

(۵) [حسن : المشکاة (۱۲۰۵) صحیح ابن ماجه (۱۱۱۰) ابن ماجه (۱۳۵۰) کتاب اقامة الصلوات : باب ما جاء فی القراءة فی صلاة اللیل]



سواری پر تلاوت کی جا سکتی ہے

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ﴿ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ وَ هُوَ عَلَى نَاقَتِهِ أَوْ جَمَلِهِ وَهِيَ تَسِيرُ بِهِ وَ هُوَ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفَتْحِ أَوْ مِنْ سُورَةِ الْفَتْحِ قِرَاءَةً لَيِّنَةً يَقْرَأُ وَهُوَ يُرَجِّعُ ﴾ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ اپنی اونٹنی یا اونٹ پر سوار ہو کر تلاوت کر رہے تھے۔ سواری چل رہی تھی اور آپ سورۂ فتح پڑھ رہے تھے یا (راوی نے یہ بیان کیا کہ) سورۂ فتح میں سے پڑھ رہے تھے، نرمی اور آہستگی کے ساتھ قراءت کر رہے تھے اور آواز کو حلق میں دُہراتے تھے۔''(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ سواری پر اور چلتے پھرتے ہر حال میں تلاوت کی جا سکتی ہے۔

ہلکی آواز سے تلاوت کرنا اونچی آواز سے تلاوت کرنے سے افضل ہے

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ اَلْجَاهِرُ بِالْقُرْآنِ كَالْجَاهِرِ بِالصَّدَقَةِ وَ الْمُسِرُّ بِالْقُرْآنِ كَالْمُسِرِّ بِالصَّدَقَةِ ﴾ ''اونچی آواز سے قرآن پڑھنے والا اس شخص کی مانند ہے جو ظاہری طور پر صدقہ کرتا ہے اور ہلکی آواز سے قرآن پڑھنے والا اس شخص کی مانند ہے جو چھپا کر صدقہ کرتا ہے۔''(۲) یہ حدیث نقل کرنے کے بعد امام ترمذی رحمہ اللہ نے خود ہی ذکر فرمایا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہلکی آواز سے (یعنی چھپا کر) قرآن کریم کی تلاوت کرنا اونچی آواز سے تلاوت کرنے سے افضل ہے کیونکہ اہل علم کے نزدیک اعلانیہ صدقہ کرنے سے چھپا کر صدقہ کرنا افضل ہے۔

علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں کہ (اس حدیث سے معلوم ہوا کہ) جب چھپا کر صدقہ کرنا افضل ہے تو چھپا کر (یعنی ہلکی آواز سے) قرآن کریم کی تلاوت کرنا بھی افضل ہے کیونکہ یہ ریاکاری سے بعید تر ہے۔(۳) ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ لیکن اگر ریاکاری کا خدشہ نہ ہو تو اونچی آواز سے قرآن پڑھنا ہی افضل ہے بشرطیکہ اس سے کسی دوسرے کو تکلیف نہ ہو۔(۴)

امام طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں اونچی آواز سے قرآن پڑھنے کی فضیلت بیان ہوئی ہے اور بعض میں ہلکی آواز سے قرآن پڑھنے کی۔ اور ان میں جمع و تطبیق یوں ہے کہ ایسے شخص کے حق میں چھپا کر تلاوت

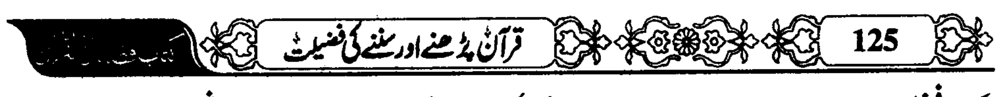
---

(۱) [بخاری (۵۰٤۷) كتاب فضائل القرآن : باب الترجيع]

(۲) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (۳۱۰۵) المشكاة (۲۲۰۲) ترمذی (۲۹۱۹) ابواب فضائل القرآن : باب من قرأ القرآن فليسأل الله به ، ابو داود (۱۳۳۳) نسائی (۲۵٦۱)]

(۳) [التيسير بشرح الجامع الصغير (۹۹۲/۱)]

(٤) [فيض القدير (٤٦٧/۳)]



کرنا افضل ہے جو ریا کاری سے خائف ہو اور جو ایسا کوئی خوف نہ رکھتا ہو اس کے حق میں اونچی آواز سے تلاوت کرنا افضل ہے بشرطیکہ اس سے کسی نمازی، سونے والے یا کسی اور کو تکلیف نہ پہنچے۔ یہ تطبیق اس لئے دی گئی ہے کیونکہ اونچی آواز سے تلاوت کا فائدہ دوسروں تک بھی پہنچتا ہے مثلاً ان کا کان لگا کر قرآن کو سننا (جو کہ باعثِ اجر ہے) دینی اُمور سیکھنا، ان میں تلاوت کا ذوق شوق پیدا ہونا اور اس تلاوت کا اُن کے لئے دینی شعار بننا وغیرہ۔ مزید برآں اونچی آواز سے پڑھنے کا فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے قاری کا دل جاگتا رہتا ہے، اس کی ہمت بندھی رہتی ہے، نیند بھاگ جاتی ہے اور وہ دوسروں کو بھی عبادت کے لئے چست بنا دیتا ہے تو جب اونچی آواز سے تلاوت کرنے والے کے پیشِ نظر ایسی کوئی نیت ہو تو اونچی آواز سے تلاوت کرنا ہی افضل ہے۔ (۱)

مسجد میں ہلکی آواز سے ہی تلاوت کرنی چاہیے تاکہ کوئی دوسرا تنگ نہ ہو

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ اعْتَكَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ فَسَمِعَهُمْ يَجْهَرُوْنَ بِالْقِرَاءَةِ فَكَشَفَ السِّتْرَ وَقَالَ أَلَا إِنَّ كُلَّكُمْ مُنَاجٍ رَبَّهُ فَلَا يُؤْذِيَنَّ بَعْضُكُمْ بَعْضًا وَلَا يَرْفَعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الْقِرَاءَةِ أَوْ قَالَ فِي الصَّلَاةِ ﴾ ''رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں اعتکاف فرمایا، آپ نے لوگوں کو سنا کہ اونچی آواز سے قرآن کریم کی تلاوت کر رہے ہیں تو پردہ ہٹا کر فرمایا خبردار! تم میں سے ہر کوئی اپنے رب سے مناجات کر رہا ہے اس لئے کوئی بھی دوسرے کو ہرگز تکلیف نہ دے اور نہ ہی تلاوت میں اپنی آواز دوسرے پر بلند کرے۔ یا فرمایا کہ نماز میں (اپنی آواز بلند نہ کرے)۔'' (۲)

شیخ عبد المحسن العباد رقمطراز ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انسان اگر اونچی آواز سے تلاوت کرے گا اور وہاں کچھ دوسرے لوگ بھی تلاوت کر رہے ہوں گے تو انہیں پریشانی ہوگی اور وہ تلاوت نہیں کر سکیں گے، لیکن اگر سب لوگ ہلکی آواز سے تلاوت کریں گے تو کسی کو بھی پریشانی نہیں ہوگی اور سب ہی بآسانی تلاوت کر سکیں گے۔ ''نماز میں (آواز بلند نہ کریں)'' اس کا مطلب یہ ہے کہ خواہ انسان نماز میں تلاوت کر رہا ہو یا نماز کے بغیر اسے اونچی آواز سے تلاوت نہیں کرنی چاہیے کہ جس سے کسی دوسرے کو تکلیف ہو۔ (۳)

اس سے ضمناً یہ بھی معلوم ہوا کہ مساجد میں بغیر کسی معقول وجہ کے لاؤڈ سپیکر کا استعمال بھی درست نہیں، اسی طرح گھروں میں ٹیپ ریکارڈر یا ٹی وی وغیرہ کی آواز اونچی کر کے ہمسایوں کو اذیت دینا بھی قطعاً ناجائز ہے۔

---

(۱) [كما في تحفة الاحوذي (۱۹۱/۸)]

(۲) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (٤٤٠٤) صحيح ابو داود (۱۲۰۳) ابو داود (۱۳۳۲) كتاب التطوع : باب قيام الليل ، مسند احمد (۹٤/۳) عبد الرزاق (٤٢١٦) ابن خزيمه (۱۱٦۲)]

(۳) [شرح سنن ابو داود (۳٦۳/۷)]

دورانِ تلاوت رونا مستحب ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا﴾[الاسراء : ۱۰۷]
''(اہلِ علم جب یہ قرآن سنتے ہیں تو) وہ روتے ہوئے ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں اور یہ (قرآن) انہیں خشوع میں زیادہ کر دیتا ہے۔''

دورانِ تلاوت سجدہ کرنا مستحب ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إِذَا قَرَأَ ابْنُ آدَمَ السَّجْدَةَ فَسَجَدَ اعْتَزَلَ الشَّيْطَانُ يَبْكِي يَقُولُ يَا وَيْلَهُ أُمِرَ ابْنُ آدَمَ بِالسُّجُودِ فَسَجَدَ فَلَهُ الْجَنَّةُ وَ أُمِرْتُ بِالسُّجُودِ فَأَبَيْتُ فَلِيَ النَّارُ﴾ ''جب ابن آدم کوئی سجدہ کی آیت تلاوت کرتا ہے اور (وہاں) سجدہ کرتا ہے تو شیطان الگ ہو جاتا ہے اور روتے ہوئے کہتا ہے کہ ہائے افسوس! ابن آدم کو سجدے کا حکم دیا گیا، اس نے سجدہ کیا تو اس کے لئے جنت ہے جبکہ مجھے سجدے کا حکم دیا گیا، میں نے انکار کیا تو میرے لئے جہنم ہے۔''(۱)

- سجدۂ تلاوت کی مشروعیت پر اجماع ہے۔(۲) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سورۂ انشقاق اور سورۂ علق میں سجدہ کیا۔(۳)
- سجدہ تلاوت سنت ہے واجب نہیں۔ جیسا کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سورۂ نجم کی تلاوت کی اور آپ نے اس میں سجدہ نہ کیا۔(٤) معلوم ہوا کہ سجدہ تلاوت فرض نہیں اور اگر یہ فرض ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے کبھی نہ چھوڑتے۔ نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ انہوں نے جمعہ کے دن منبر پر سورۂ نحل کی تلاوت کی حتی کہ سجدہ کی آیت آئی تو نیچے اترے اور سجدہ کیا اور لوگوں نے بھی سجدہ کیا۔ پھر جب اگلا جمعہ آیا تو انہوں نے دوبارہ وہی سورت تلاوت کی حتی کہ جب سجدے کی آیت آئی تو کہا ''اے لوگو! یقیناً ہمیں ان سجدوں کا حکم نہیں دیا گیا لہٰذا جو شخص یہ سجدے کرے گا اسے اجر و ثواب ملے گا اور جو یہ سجدے نہیں کرے گا اس پر کوئی گناہ نہیں۔''(۵) اس حدیث سے بھی سجدۂ تلاوت کے عدمِ وجوب کی ہی وضاحت ہوتی ہے۔

دورانِ تلاوت سورتوں کی ترتیب ملحوظ رکھنا ضروری نہیں

چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نماز میں پہلے سورۂ بقرہ، پھر سورۂ نساء اور پھر سورۂ

---

(۱) [مسلم (۱۱۵) كتاب الايمان : باب اطلاق اسم الكفر على من ترك الصلاة، ابن ماجه (۱۰۵۲)]
(۲) [سبل السلام (٤٨١/١) نيل الأوطار (٣٣٠/٢)]
(۳) [مسلم (٥٧٨) كتاب المساجد ومواضع الصلاة : باب سجود التلاوة]
(٤) [بخاری (۱۰۷۲) كتاب الجمعة : باب من قرأ السجدة ولم يسجد، مسلم (٥٧٧) أبو داود (١٤٠٤)]
(٥) [بخاری (۱۰۷۷) كتاب الجمعة : باب من رأى أن الله عزو جل لم يوجب السجود]

آل عمران کی تلاوت فرمائی (حالانکہ سورۂ نساء، سورۂ آل عمران کے بعد ہے)۔ (۱)

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم کیا ہے کہ ((بَابُ الْجَمْعِ بَیْنَ السُّوْرَتَیْنِ فِی الرَّکْعَةِ وَ الْقِرَاءَةِ بِالْخَوَاتِیْمِ وَ بِسُوْرَةٍ قَبْلَ سُوْرَةٍ وَ بِأَوَّلِ سُوْرَةٍ)) ''دو سورتیں ایک رکعت میں پڑھنا یا سورتوں کی آخری آیات یا سورتوں کو تقدیم و تاخیر سے پڑھنا یا سورتوں کی پہلی آیات پڑھنے کا بیان۔'' (۲) اور اس عنوان کے تحت انہوں نے کچھ آثار و روایات نقل کی ہیں جو اس مسئلے کے اثبات کے لئے کافی ہیں۔

قرآن پکڑنے کے لئے وضوء مستحب ہے

حدیث نبوی ہے کہ ﴿ لَا یَمَسَّ الْقُرْآنَ إِلَّا طَاهِرٌ ﴾ ''قرآن کو صرف پاک ہی ہاتھ لگائے۔'' (۳)

قرآن پڑھنے کے لئے وضوء ضروری نہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک روز میں اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں سو گیا، ارادہ یہ تھا کہ آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز دیکھوں گا۔ میری خالہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے گدا بچھا دیا اور آپ اس کے طول میں لیٹ گئے پھر (جب رات کے آخری حصے میں بیدار ہوئے تو) چہرہ مبارک پر ہاتھ پھیر کر نیند کے آثار دور کئے ﴿ ثُمَّ قَرَأَ الْآیَاتِ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ آلِ عِمْرَانَ حَتّٰی خَتَمَ ﴾ ''پھر (وضو کرنے سے پہلے) سورۂ آل عمران کی آخری دس آیات پڑھیں۔'' اس کے بعد آپ ایک مشکیزے کے پاس آئے اور اس سے پانی لے کر وضوء کیا اور نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ (٤)

حائضہ اور جنبی قرآن پڑھ سکتے ہیں

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ﴿ أَنَّهُ لَمْ یَرَ فِی الْقِرَاءَةِ لِلْجُنُبِ بَأْسًا ﴾ ''وہ جنبی کے لیے قراءتِ (قرآن) میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔'' (٥)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ امام ابن بطال رحمہ اللہ وغیرہ نے کہا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث (یعنی غیر أن لا تطوفی بالبیت) کے ساتھ حائضہ اور جنبی کے لیے قرآن پڑھنے کے جواز پر استدلال کیا ہے کیونکہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مناسک حج میں سے صرف طواف کو ہی مستثنیٰ کیا ہے جبکہ

---

(۱) [مسلم (۷۷۲) کتاب صلاة المسافرین : باب استحباب تطویل القراءة فی صلاة اللیل، احمد (۳۸۲/۵)]

(۲) [بخاری : کتاب الاذان]

(۳) [صحیح : إرواء الغلیل (۱۲۲) موطا (٤۱۹) نسائی (۵۷/۸) دارمی (۱٦۱/۲) دار قطنی (۱۲۲/۱)]

(٤) [بخاری (٤۵۷۰) کتاب التفسیر : باب قوله : الذین یذکرون الله قیاما وقعودا ... ، مسلم (۷٦۳)]

(٥) [بخاری تعلیقا (٤۸۵/۱) کتاب الحیض : باب تقضی الحائض المناسك کلها إلا الطواف بالبیت]

طواف کے علاوہ مناسک حج میں ذکر، تلبیہ اور دعا وغیرہ سب شامل ہیں۔(۱)

⇦ جن روایات میں ہے کہ حائضہ اور جنبی کو قرآن نہیں پڑھنا چاہیے وہ ضعیف ہیں، چند ایک ملاحظہ فرمائیے:

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لَا تَقْرَأُ الْحَائِضُ وَلَا الْجُنُبُ شَيْئًا مِّنَ الْقُرْآنِ ﴾ ''حائضہ اور جنبی قرآن سے کچھ نہ پڑھیں۔''(۲)

(2) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يَحْجُزُهُ عَنِ الْقُرْآنِ شَيْئٌ سِوَى الْجَنَابَةِ ﴾ ''بیشک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن (پڑھنے) سے سوائے جنابت کے کوئی چیز نہیں روکتی تھی۔''(۳)

(3) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُقْرِئُنَا الْقُرْآنَ مَالَمْ يَكُنْ جُنُبًا ﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حالتِ جنابت کے علاوہ ہر حال میں قرآن پڑھادیا کرتے تھے۔''(٤)

حائضہ اور جنبی کو قرآن پکڑنے سے اجتناب کرنا چاہیے

فرمانِ نبوی ہے کہ ''قرآن کو صرف طاہر ہی ہاتھ لگائے۔''(٥)

ختم قرآن کی دعا ثابت نہیں

جس روایت میں ہے کہ جب کوئی قرآن ختم کرے تو یہ دعا پڑھے ﴿ اَللّٰهُمَّ آنِسْ وَحْشَتِيْ فِيْ قَبْرِيْ ... ﴾ وہ روایت ضعیف و من گھڑت ہے۔(٦) نیز ختم قرآن کی کوئی بھی دعا صحیح ثابت نہیں۔



---

(۱) [فتح الباری (٤٨٦/١)]

(۲) [منکر : ضعیف ترمذی (١٨) کتاب الطهارة : باب ما جآء فی الجنب والحائض أنهما لا یقرآن القرآن ' ترمذی (١٣١) شرح السنة (٤٢/٢) ابن ماجة (٥٩٥) العقیلی فی الضعفاء (٩٠/١)]

(۳) [ضعیف : إرواء الغلیل (٢٤٢/٢) تمام المنة (ص/١١٦) أبو داود (٢٢٩) ترمذی (١٤٦)]

(٤) [ضعیف : إرواء الغلیل (٢٤٢/١) ترمذی (١٤٦) نسائی (١٤٤/١) ابن حبان (٨٠/٣) أحمد (٨٣/١) ابن ماجة (٥٩٤)] امام نوویؒ نے بھی اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔]

(٥) [صحیح : إرواء الغلیل (١٢٢) موطا (٤١٩) نسائی (٥٧/٨) دارمی (١٦١/٢) دار قطنی (١٢٢/١)]

(٦) [موضوع : السلسلة الضعیفة (٢٠٤٨) ضعیف الجامع الصغیر (٤٦٨) رواه الدیلمی (١١/١/١)]



باب فضل تعليم القرآن و تعلمه قرآن کریم سیکھنے اور سکھانے کی فضیلت

قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرنے کی فضیلت

قرآن کریم سیکھنے والے لوگ بہترین ہیں

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ ﴾ ''تم میں بہترین شخص وہ ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو اس کی تعلیم دے۔''(۱)

ایک دوسری روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿ إِنَّ أَفْضَلَكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ ﴾ ''بلاشبہ تم میں سے افضل ترین شخص وہ ہے جو قرآن کریم سیکھے اور سکھائے۔''(۲)

قرآن کریم کی تعلیم (سکھانا) اور اس کا تعلم (سیکھنا) بلاشبہ ایک بہترین عمل ہے لیکن یہ واضح رہے کہ قرآن کریم کی تعلیم و تعلّم میں اس کے الفاظ کے ساتھ ساتھ اس کے معانی و مفاہیم کا علم حاصل کرنا بھی شامل ہے کیونکہ اصل مقصود تو معنی و مفہوم تک رسائی حاصل کر کے اس پر عمل کرنا ہی ہے، الفاظ تو محض اس کا ایک ذریعہ ہیں۔ چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ جب ہم قرآن کریم کی دس آیات سیکھ لیتے تو ان سے اس وقت تک تجاوز نہ کرتے جب تک ان کا معنی و مفہوم سیکھنے کے ساتھ ساتھ ان پر عمل نہ کر لیتے، بالفاظِ دیگر ہم علم اور عمل اکٹھا سیکھتے تھے۔(۳) معلوم ہوا کہ قرآن کریم سیکھنے سکھانے میں جہاں حفظ و ناظرۂ قرآن شامل ہے وہاں اس کے معنی و مفہوم، مشمولات اور احکامِ شریعت کی تعلیم بھی شامل ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درج بالا فرمان کو سلف صالحین نے بخوبی سمجھا اور پھر اس عظیم مقام کے حصول کے لئے بہت کوششیں بھی کیں۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ ابو عبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ نے لوگوں کو عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت سے حجاج بن یوسف کے عراق کے گورنر ہونے تک قرآن مجید کی تعلیم دی۔ وہ کہا کرتے تھے کہ یہی حدیث ہے جس نے مجھے اس مسند پر بٹھا رکھا ہے۔(۴) اسی طرح ابو منصور خیاط بغدادی رحمہ اللہ بھی طویل عرصہ لوگوں کو قرآن کریم کی تعلیم دیتے رہے۔(۵)

---

(۱) [بخاری (۵۰۲۷) کتاب فضائل القرآن : باب خیرکم من تعلم القرآن وعلمه]

(۲) [بخاری (۵۰۲۸) کتاب فضائل القرآن : باب خیرکم من تعلم القرآن وعلمه]

(۳) [شرح سنن ابو داود از عبد المحسن العباد (۳۱/٤)]

(٤) [بخاری (۵۰۲۷) کتاب فضائل القرآن : باب خیرکم من تعلم القرآن وعلمه]

(۵) [سیر اعلام النبلاء (۲۲۲/۱۹)]

قرآن کریم سیکھنے کے لئے مسجد کی طرف جانے والے کو ایک حج کا ثواب ملتا ہے

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ مَنْ غَدَا اِلَى الْمَسْجِدِ لَا يُرِيْدُ اِلَّا اَنْ يَتَعَلَّمَ خَيْرًا اَوْ يُعَلِّمَهُ كَانَ لَهُ كَاَجْرِ حَاجٍّ ، تَامًّا حَجَّتُهُ ﴾ ''جو صبح کے وقت مسجد جاتا ہے اور اس کا ارادہ صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ بھلائی اور خیر کی تعلیم حاصل کرے یا کسی کو اس کی تعلیم دے تو اس کے لیے اس حاجی کے برابر اجر ہے جس کا حج مکمل اور مقبول ہے۔''(۱)

قرآن کریم سیکھنے اور سکھانے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کے برابر ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ مَنْ جَاءَ مَسْجِدِيْ هٰذَا ، لَمْ يَاْتِهِ اِلَّا لِخَيْرٍ يَتَعَلَّمُهُ اَوْ يُعَلِّمُهُ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ مَنْ جَاءَ لِغَيْرِ ذَالِكَ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الرَّجُلِ يَنْظُرُ اِلَى مَتَاعِ غَيْرِهِ ﴾ ''جو شخص میری اس مسجد میں آئے اور صرف اس مقصد سے آئے کہ کسی بھلائی اور خیر کی تعلیم حاصل کرے یا اس کی تعلیم دے تو وہ شخص اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کے مقام ومرتبہ پر فائز ہے اور جو شخص اس کے علاوہ کسی اور مقصد سے آئے تو وہ اس آدمی کے مقام ومرتبہ پر ہے جو دوسروں کے سامان کی طرف نظریں دوڑاتا ہے (یعنی نہ کچھ خریدتا ہے نہ بیچتا ہے بس دوسروں کے سامان کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتا رہتا ہے کہ کاش اسے بھی ویسا سامان مل جائے یا اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص روزِ قیامت جب اُن لوگوں کے ثواب کو دیکھے گا جو مسجد میں خیر و بھلائی کا علم سیکھنے یا سکھانے آتے تھے، تو ایسے دیکھے گا جیسے کوئی کسی دوسرے کے سامان کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتا ہے)۔''(۲)

قرآن کریم کا علم حاصل کرنے والے کے لئے جنت کی راہ آسان بنا دی جاتی ہے

فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ بِهٖ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ ﴾ ''جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے کسی راستے پر چلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کے لئے جنت کا راستہ آسان بنا دیتے ہیں۔''(۳)

قرآن کریم سیکھنے والوں کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور اللہ کی رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' جب لوگ اللہ کے گھروں (مساجد)

(۱) [**حسن صحيح** : صحيح الترغيب (۸۶) صحيح الجامع الصغير (۶۳۹۹) طبراني كبير (۹۴/۸)]

(۲) [**صحيح** : صحيح ابن ماجه (۱۸۶) ابن ماجه (۲۲۷) مقدمة : باب فضل العلماء والحث على طلب العلم]

(۳) [مسلم (۲۶۹۹) كتاب الذكر والدعاء : باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن وعلى الذكر]

میں سے کسی گھر میں اکٹھے ہو کر کتاب اللہ (قرآن کریم) کی تلاوت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو اس کا درس دیتے ہیں تو ان پر سکینت نازل ہوتی ہے، رحمت انہیں (ہر طرف سے) ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اور اللہ ان کا تذکرہ ان فرشتوں کے سامنے کرتا ہے جو اس کے پاس موجود ہیں۔"(۱)

قرآن کریم سیکھنے والوں کے لئے فرشتے اپنے پر بچھا دیتے ہیں اور ہر چیز ان کے لئے استغفار کرتی ہے

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ وَ إِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضًا لِّطَالِبِ الْعِلْمِ وَ إِنَّ طَالِبَ الْعِلْمِ يَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَ الْأَرْضِ حَتَّى الْحِيتَانُ فِي الْمَاءِ﴾ "جو علم حاصل کرنے کے لئے کسی راستے پر چلا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان بنا دیتے ہیں اور بلاشبہ فرشتے طالب علم سے خوش ہو کر اپنے پر بچھا دیتے ہیں اور طالب علم کے لئے زمین و آسمان کی ہر چیز دعائے مغفرت کرتی ہے حتی کہ پانی میں مچھلیاں بھی۔"(۲)

قرآن کریم سیکھنے والوں سے دنیا میں رحمت و برکت ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿الدُّنْيَا مَلْعُونَةٌ ، مَلْعُونٌ مَا فِيهَا إِلَّا ذِكْرُ اللّٰهِ وَ مَا وَالَاهُ أَوْ عَالِمًا أَوْ مُتَعَلِّمًا﴾ "دنیا اور اس میں موجود ہر چیز ملعون ہے سوائے اللہ کے ذکر کے اور اس سے تعلق رکھنے والی اشیاء کے اور سوائے عالم دین اور علم سیکھنے والے کے۔"(۳)

لعنت سے مراد ہے اللہ کی رحمت سے دوری اور محرومی اور دنیا چونکہ اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہے اس لئے اسے ملعون کہا گیا ہے۔ لیکن جو لوگ اس دنیا میں رہتے ہوئے اللہ کی یاد سے غافل نہیں ہوتے اور تعلیم و تعلم یا کسی بھی دوسرے طریقے سے دینی علم کے ساتھ منسلک رہتے ہیں وہ اللہ کی لعنت سے محفوظ اور اللہ کی رحمت کے مستحق بن جاتے ہیں۔

قرآن کریم سیکھنے کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی ہے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿سَيَأْتِيكُمْ أَقْوَامٌ يَطْلُبُونَ

---

(۱) [مسلم (۲۶۹۹) کتاب الذکر : باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن وعلی الذکر]

(۲) [**صحیح** : صحیح ابن ماجه (۱۸۲) ابن ماجه (۲۲۳) کتاب السنة : باب فضل العلماء والحث علی طالب العلم . ترمذی (۲۶۸۲) صحیح الترغیب (۷۰)]

(۳) [حسن : السلسلة الصحیحة (۲۷۹۷) صحیح ابن ماجه (۳۳۲۰) ابن ماجه (۴۱۱۲) کتاب الزهد : باب مثل الدنیا ، ترمذی (۲۳۲۳) شعب الایمان (۱۵۸۰)]

الْعِلْمَ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمْ فَقُولُوا لَهُمْ مَرْحَبًا مَرْحَبًا بِوَصِيَّةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَ اقْنُوهُمْ ﴾ ''تمہارے پاس لوگ علم کی تلاش میں آئیں گے۔ جب تم انہیں دیکھو تو انہیں اللہ کے رسول کی وصیت پر عمل کرنے کی وجہ سے 'مرحبا' خوش آمدید کہو۔ اور انہیں وہ چیز دو جو ذخیرہ کیے جانے کے قابل ہے (یعنی انہیں علم سکھاؤ)۔''(۱)

قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرنا نفلی عبادت سے افضل ہے

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ فَضْلُ الْعِلْمِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ فَضْلِ الْعِبَادَةِ ﴾ ''مجھے علم کی زیادتی عبادت کی زیادتی سے زیادہ پسند ہے۔''(۲)

علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں رقمطراز ہیں کہ (ان الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ) نفلی علم نفلی عبادت سے افضل ہے۔(۳)

قرآن کریم کی تعلیم دینے کی فضیلت

قرآن کریم کی تعلیم دینے والے لوگ بہترین ہیں

فرمانِ نبوی ہے کہ ''تم میں بہترین شخص وہ ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو اس کی تعلیم دے۔''(۴)

قرآن کریم سکھانے والوں کے لئے فرشتے رحمت کی دعا کرتے ہیں

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَاكُمْ ... إِنَّ اللهَ وَ مَلَائِكَتَهُ وَ أَهْلَ السَّمٰوَاتِ وَ الْأَرَضِينَ حَتَّى النَّمْلَةَ فِي جُحْرِهَا وَحَتَّى الْحُوتَ لَيُصَلُّونَ عَلَى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ ﴾ ''عالم کو عبادت گزار پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسے مجھے تم میں سے کسی عام آدمی پر فضیلت حاصل ہے... بلاشبہ اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور زمین و آسمان کی تمام مخلوقات حتی کہ چیونٹی اپنے بل میں اور مچھلیاں (پانی میں) لوگوں کو خیر و بھلائی کی تعلیم دینے والے کے لئے رحمت کی دعا کرتی ہیں۔''(۵)

قرآن کریم کی دو آیات سکھانا کسی بڑی نعمت سے بھی قیمتی ہے

فرمانِ نبوی ہے کہ ''تم میں سے جو صبح کے وقت مسجد کی جانب جائے، وہ اللہ کی کتاب (قرآن مجید) کی دو

---

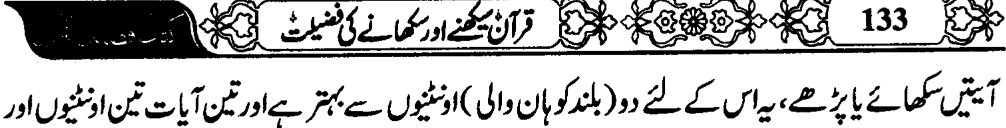
(۱) [حسن: السلسلة الصحيحة (۲۸۰) ابن ماجه (۲۴۷) كتاب السنة: باب الوصاة بطلبة العلم]

(۲) [صحيح: صحيح الجامع الصغير (۴۲۱۴) كتاب العلم از حافظ ابو خيثمة ـ بتحقيق الباني (ص ۱۲)]

(۳) [فيض القدير (۴/ ۵۷)]

(۴) [بخاري (۵۰۲۷) كتاب فضائل القرآن: باب خيركم من تعلم القرآن وعلمه]

(۵) [صحيح: صحيح الترغيب (۸۱) ترمذي (۲۶۸۵) ابواب العلم: باب في فضل الفقه على العبادة]



آیتیں سکھائے یا پڑھے، یہ اس کے لئے دو (بلند کوہان والی) اونٹنیوں سے بہتر ہے اور تین آیات تین اونٹنیوں اور چار آیات چار اونٹنیوں سے بہتر ہیں اور چار آیات سے زیادہ علی ہذا القیاس شمار کرتے جائیں ان کی تعداد کے برابر اونٹنیوں سے بہتر ہیں۔"(۱)

قرآن کریم کی ایک آیت سکھانا بھی صدقہ جاریہ ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ﴿ مَنْ عَلَّمَ آيَةً مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ كَانَ لَهُ ثَوَابُهَا مَا تُلِيَتْ ﴾ "جس نے اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن کریم) میں سے ایک آیت بھی (کسی کو) سکھائی تو جب تک اس کی تلاوت کی جاتی رہے گی اسے (سکھانے والے کو) اس کا ثواب ملتا رہے گا۔"(۲)

قرآن کریم کی تعلیم دینے والے اساتذہ کو طلبا کے عمل کا بھی ثواب ملتا ہے

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ مَنْ عَلَّمَ عِلْمًا فَلَهُ أَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهِ لَا يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِ الْعَامِلِ ﴾ "جس نے کسی کو (کتاب اللہ کا) علم سکھایا اسے بھی اتنا اجر ملے گا جتنا عمل کرنے والے کو ملے گا اور عمل کرنے والے کے اجر میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔"(۳)

قرآن کریم کی تعلیم دینے والا مرنے کے بعد بھی اجر و ثواب حاصل کرتا رہے گا

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ﴾ [یٰسٓ : ۱۲] "ہم لکھتے جاتے ہیں وہ اعمال بھی جن کو لوگ آگے بھیجتے ہیں اور ان کے وہ اعمال بھی جن کو پیچھے چھوڑ جاتے ہیں (یعنی ایسے عمل اور نمونے دنیا میں پیچھے چھوڑ جاتے ہیں کہ ان کے مرنے کے بعد لوگ ان کی اقتداء میں وہ اعمال بجالاتے رہتے ہیں)۔"

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ : إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ ﴾ "جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو تین اعمال کے سوا اس کے تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں: 1-صدقہ جاریہ۔ 2-ایسا علم جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہوں۔ 3۔ نیک و صالح اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہے۔"(۴)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إِنَّ مِمَّا يَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهِ وَحَسَنَاتِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ عِلْمًا عَلَّمَهُ وَنَشَرَهُ ... ﴾ "مومن آدمی کو وفات کے بعد جن اعمال وحسنات

(۱) [مسلم (۸۰۳) کتاب صلاة المسافرین : باب فضل قراءة القرآن فی الصلاة وتعلمه ، ابوداود (۱٤٥٦)]

(۲) [صحیح : السلسلة الصحیحة (۱۳۳٥)]

(۳) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (٦٣٩٦) ابن ماجه (۲٤۰) کتاب السنة : باب ثواب معلم الناس الخیر]

(٤) [مسلم (۱٦۳۱) کتاب الوصیة : باب ما یلحق الإنسان من الثواب بعد المیت' أبو داود (۲۸۸۰)]

کا ثواب ملتا رہتا ہے ان میں وہ علم ہے جسے اس نے لوگوں کو سکھایا اور اس کی نشر و اشاعت کی (اس میں لوگوں کی تعلیم و اصلاح کے لئے تالیفات و تصانیف چھوڑ جانا بھی شامل ہے، جب تک ان سے استفادہ کیا جاتا رہے گا مصنفین کو مرنے کے بعد بھی اس کا ثواب پہنچتا رہے گا)' نیک اولاد جسے وہ اپنے پیچھے چھوڑ گیا' قرآن جسے دوسروں کو سکھا کر اس کا وارث بنا گیا' وہ مسجد یا مسافر خانہ جسے وہ تعمیر کرا گیا' ایسی نہر جسے وہ جاری کرا گیا اور وہ صدقہ جسے وہ اپنی زندگی میں صحت و تندرستی کی حالت میں نکالتا رہا۔ ان تمام اعمال کا ثواب اسے مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔ (۱)

قرآن کریم سکھانے والے کا درجہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کے برابر ہے

فرمانِ نبوی ہے کہ ''جو شخص میری اس مسجد میں آئے اور صرف اس مقصد سے آئے کہ کسی بھلائی اور خیر کی تعلیم حاصل کرے یا اس کی تعلیم دے تو وہ شخص اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کے مقام و مرتبہ پر فائز ہے۔'' (۲)

قرآن کریم کی تعلیم دینے والے انبیاء کے وارث ہیں

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ اِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ ، اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ لَمْ يُوَرِّثُوا دِيْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا اِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَهُ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ ﴾ ''عالم کو عبادت گزار پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی فضیلت چاند کو باقی تمام ستاروں پر حاصل ہے (کیونکہ عالم دوسروں کو قرآن کریم کی تعلیم دے کر انہیں نفع پہنچاتا ہے جبکہ عبادت گزار صرف اپنے لئے ہی کوشش کرتا ہے)۔ علماء انبیائے کرام کے وارث ہیں (یقیناً یہ ایک بہت بڑا اشرف و فضل ہے)، نبیوں نے وراثت میں دینار اور درہم نہیں چھوڑے، انہوں نے تو علم کا ترکہ چھوڑا ہے، جس نے اسے حاصل کر لیا اس نے (نبیوں کی وراثت میں سے) وافر حصہ پا لیا (یعنی انبیاء کی میراث سے حصہ لینے کا دروازہ آج بھی کھلا ہے، ہر شخص محنت و کوشش سے اس علمی میراث میں سے زیادہ سے زیادہ حصہ حاصل کر سکتا ہے کیونکہ یہ میراث ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں)۔'' (۳)

قرآن کریم کی تعلیم دینے والے اللہ کے خاص بندے ہیں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ اِنَّ لِلّٰهِ اَهْلِيْنَ مِنَ النَّاسِ ﴾

---

(۱) [حسن : صحیح ابن ماجة (۱۹۸) مقدمه : باب ثواب معلم الناس الخير' ابن ماجة (۲۴۲)]

(۲) [صحيح : صحيح ابن ماجه (۱۸۶) ابن ماجه (۲۲۷) مقدمة : باب فضل العلماء والحث على طلب العلم]

(۳) [صحيح : صحيح ابن ماجه (۱۸۲) ابن ماجه (۲۲۳) كتاب السنة : باب فضل العلماء والحث على طالب العلم ، ترمذی (۲۶۸۲) صحيح الترغيب (۷۰)]

''لوگوں میں سے کچھ افراد اللہ والے ہوتے ہیں۔'' صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا﴿ هُمْ اَهْلُ الْقُرآن ، اَهْلُ اللّٰهِ وَ خَاصَّتُهُ ﴾ ''وہ قرآن والے ہیں، وہی اللہ والے اور اس کے خاص بندے ہیں ('قرآن والے' میں قرآن پڑھنے والے، پڑھانے والے، احادیث کے ذریعے اس کا فہم حاصل کرنے والے، اس پر عمل کرنے والے اور اس کی تبلیغ کرنے والے سب ہی لوگ شامل ہیں)۔''(۱)

بچوں کو قرآن کی تعلیم دلوانے والے والدین کو جنت میں قیمتی لباس پہنایا جائے گا

فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ ... وَ يُكْسَى وَالِدَاهُ حُلَّتَيْنِ لَا يَقُوْمُ لَهُمَا اَهْلُ الدُّنْيَا ، فَيَقُوْلَانِ : بِمَا كُسِيْنَا هٰذَا ؟ فَيُقَالُ : بِاَخْذِ وَلَدِكُمَا الْقُرْآنَ ﴾ ''اس (قرآن پڑھنے والے) کے والدین کو ایسے قیمتی حُلّے (لباس) پہنائے جائیں گے کہ ساری دنیا والے مل کر بھی ان کی قیمت ادا نہ کر سکیں۔ وہ ازراہ تعجب پوچھیں گے کہ یہ عمدہ اور قیمتی حُلّے ہمیں کس وجہ سے پہنائے گئے ہیں؟ تو انہیں جواب دیا جائے گا کہ تمہارے بچے کے قرآن پڑھنے کی وجہ سے۔'' اور ایک دوسری روایت کے مطابق انہیں ان الفاظ میں جواب دیا جائے گا کہ ﴿بِتَعْلِيْمِ وَلَدِكُمَا الْقُرْآنَ﴾ 'اپنے بیٹے کو قرآن کریم کی تعلیم دلوانے کی وجہ سے۔''(۲)

⇦ یہاں یہ واضح رہے کہ جس روایت میں ہے کہ حافظِ قرآن کے والدین کو تاج پہنایا جائے گا وہ ضعیف ہے (مزید تفصیل کے لئے اس کتاب کا آخری باب ملاحظہ فرمائیے)۔

قرآن کریم حفظ کرنے کی فضیلت

حصولِ قرآن کا اصل طریقہ حفظ ہی ہے

قرآن کریم کو حاصل کرنے کا اصل طریقہ یہی ہے کہ اسے حفظ کیا جائے جیسا کہ اس کی وضاحت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہوتی ہے:

﴿ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ﴾ [العنکبوت : ٤٩] ''بلکہ یہ قرآن تو واضح آیات ہیں، اُن لوگوں کے سینوں میں جنہیں علم دیا گیا ہے۔''

یعنی عہدِ نبوی میں حصولِ قرآن کا ذریعہ یہی تھا کہ صحابہ اسے لسانِ محمد ﷺ سے سنتے ہی حفظ کر لیتے تھے۔ اور بالخصوص اہل علم کی یہ امتیازی شان بیان کی گئی ہے کہ یہ قرآن انہوں نے ازبر کر لیا ہے اور یہ اُن کے سینوں میں

---

(۱) [صحیح : صحیح الترغیب (١٤٣٢) ابن ماجه (٢١٥) کتاب السنة : باب فضل من تعلم القرآن وعلمه]

(۲) [صحیح : السلسلة الصحيحة (٢٨٢٩) طبرانی اوسط (٥٨٩٤) مسند احمد (٣٤٨/٥) شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔[الموسوعة الحديثية (٢٣٠٠٠)]

محفوظ ہے۔ بلاشبہ یہ قرآن ابتدائے اسلام سے لے کر آج تک سینہ بہ سینہ اہل علم میں منتقل ہوتا چلا جارہا ہے اور تا قیامت ہر زمانے میں حفاظ کی کثیر تعداد کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ قرآن کریم کی اعجازی حیثیت اور اس کی حفاظت کا یہی سب سے بڑا ذریعہ ہے، اگرچہ حفاظتِ قرآن کا دوسرا ذریعہ کتابت بھی ہے لیکن رسول اللہ ﷺ نے حفظ پر نسبتاً زیادہ توجہ دی ہے۔ پورے قرآن کا من وعن سینے میں محفوظ ہو جانا یقیناً اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے اور اس کا سبب اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمایا ہے کہ اس نے حفظِ قرآن کو بہت آسان بنا دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ

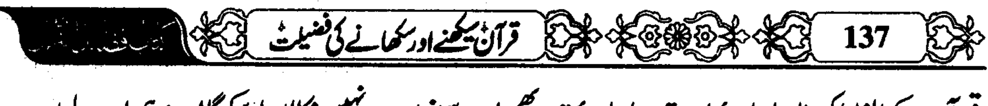
﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ﴾ [القمر : ۱۷] ''اور بیشک ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان بنا دیا ہے تو کوئی ہے نصیحت پکڑنے والا۔''

اس آیت کی تفسیر میں امام ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ یعنی کوئی ہے جو اس قرآن سے نصیحت حاصل کرے جس کے یاد کرنے اور سمجھنے کو اللہ تعالیٰ نے آسان بنا دیا ہے۔(۱) امام قرطبی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یعنی ہم نے حفظ کے لئے قرآن کو آسان بنا دیا ہے اور جو حفظ کا ارادہ رکھتا ہے ہم اس کی مدد بھی کریں گے تو کیا کوئی ہے جو اسے حفظ کرنے کا طالب ہو اور اس کی مدد کی جائے۔(۲) ''ہم نے اسے آسان بنا دیا'' کی تفسیر میں سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں، کہ یعنی ہم نے اسے حفظ اور تلاوت کے لئے آسان بنا دیا۔(۳) علاوہ ازیں امام شوکانی رحمہ اللہ نے انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل فرمائی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے قرآن کو لوگوں کی زبان پر (پڑھنے اور یاد کرنے کے لئے) آسان نہ بنایا ہوتا تو مخلوق میں سے کوئی بھی اللہ کے کلام کو زبان سے ادا نہ کر سکتا۔(۴)

ایک حدیثِ قدسی سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حفظ حفاظتِ قرآن کا بہترین ذریعہ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے ارشاد فرمایا کہ ﴿إِنَّمَا بَعَثْتُكَ لِأَبْتَلِيَكَ وَ أَبْتَلِيَ بِكَ وَ أَنْزَلْتُ عَلَيْكَ كِتَابًا لَا يَغْسِلُهُ الْمَاءُ تَقْرَأُهُ نَائِمًا وَّ يَقْظَانَ﴾ ''یقیناً میں نے آپ کو اس لئے مبعوث فرمایا ہے کہ میں آپ کی آزمائش کروں اور آپ کے ذریعے سے (لوگوں کی بھی) آزمائش کروں اور میں نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جسے پانی دھو نہیں سکے گا (کیونکہ وہ سینوں میں محفوظ ہے) اور آپ اسے سوتے جاگتے پڑھیں گے۔''(۵)

حدیث کے ان الفاظ ''جسے پانی دھو نہیں سکے گا'' کی تشریح میں امام نووی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن سینوں میں یوں محفوظ ہے کہ وہاں سے اس کے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں اور زمانے گزرتے جائیں گے لیکن وہ ہمیشہ باقی رہے گا۔(۶) امام خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ''اسے پانی دھو نہیں سکے گا'' یعنی اگر

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۳۸/٦)] (۲) [تفسیر قرطبی (۱۳٤/۱۷)]
(۳) [تفسیر فتح البیان (۲۹۵/۱۳)] (٤) [تفسیر فتح القدیر (۹۲/۷)]
(۵) [مسلم (۲۸٦۵) کتاب الجنة وصفة ... : باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا اهل الجنة واهل النار]
(٦) [شرح مسلم للنووی (۱۹۸/۱۷)]



قرآن کے الفاظ کو مٹا دیا جائے اور دھو دیا جائے تب بھی اسے سینوں سے نہیں نکالا جا سکے گا اور نہ ہی اسے دلوں سے مٹایا جا سکے گا۔"(۱) امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "اسے پانی دھو نہیں سکے گا" کا مطلب یہ ہے کہ یہ قرآن اپنے دائمی ظہور اور شہرت کے باعث نہیں مٹے گا اور اس کا سبب یہ ہے کہ یہ صحائف اور سینوں میں پھیلا ہوا ہے، اگر ایک صحیفے سے مٹا دیا جائے گا تو دوسرے صحیفے میں مل جائے گا یا حفاظ اس کے قیام کا ذریعہ بن جائیں گے۔(۲)

حافظِ قرآن امامت کا زیادہ اہل ہے

فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ ... ﴾ "لوگوں کا امام ایسا شخص ہونا چاہیے جو قرآن کا زیادہ علم رکھتا ہو اگر اس وصف میں لوگ برابر ہوں تو پھر وہ شخص امام بنے جسے سنت نبوی کا زیادہ علم ہو۔"(۳)

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ امامت کا زیادہ مستحق قرآن کا زیادہ علم رکھنے والا ہی ہے خواہ وہ عمر میں کم یعنی بچہ ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میرے والد نے اپنی قوم سے کہا کہ میں تمہارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حق لے کر آیا ہوں آپ نے فرمایا ہے کہ جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے کوئی ایک اذان کہے اور امامت ایسا شخص کرائے جو قرآن کا زیادہ عالم ہو۔ (حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ) میری قوم نے دیکھا کہ میرے سوا کوئی دوسرا مجھ سے زیادہ قرآن کا عالم نہیں ہے تو انہوں نے مجھے آگے کر دیا اور اس وقت میری عمر چھ یا سات برس تھی۔(۴)

حافظِ قرآن قیادت کا زیادہ اہل ہے

حضرت عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نافع بن حارث رضی اللہ عنہ مقامِ عسفان پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں مکہ کا گورنر مقرر فرما رکھا تھا لہٰذا انہوں نے دریافت فرمایا کہ اہل علاقہ پر آپ نے کس کو نائب مقرر کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ابن ابزیٰ کو۔ دریافت کیا کہ ابن ابزیٰ کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے آزاد کردہ غلاموں میں سے ایک ہے۔ فرمایا کہ تم نے لوگوں پر ایک آزادہ کردہ غلام کو اپنا نائب مقرر کر دیا ہے؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ ﴿ إِنَّهُ لَقَارِئٌ لِكِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَإِنَّهُ عَالِمٌ بِالْفَرَائِضِ ﴾ "بلاشبہ وہ کتاب اللہ (قرآن کریم) کا قاری ہے اور علم میراث کا عالم ہے۔" یہ سن کر حضرت

---

(۱) [غریب الحدیث للخطابی (۱/۳٤۹)]

(۲) [کشف المشکل من حدیث الصحیحین (ص: ۱۱٥٤)]

(۳) [مسلم (٦۷۳) کتاب المساجد ومواضع الصلاة : باب من أحق بالإمامة ' ترمذی (۲۳٥)]

(٤) [بخاری (٤۳۰۲) کتاب المغازی : باب وقال اللیث حدثنی یونس......' أبو داود (٥۸٥)]

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بلاشبہ تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ﴿ إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَ يَضَعُ بِهِ آخَرِينَ ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن) کے ذریعے کچھ لوگوں کو بلند فرماتا ہے اور کچھ لوگوں کو اس کے ذریعے ذلیل کر دیتا ہے۔''(۱)

حافظِ قرآن احترام وتکریم کا مستحق ہے

فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ إِنَّ مِنْ إِجْلَالِ اللّٰهِ تَعَالَى إِكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ وَ حَامِلِ الْقُرْآنِ غَيْرِ الْغَالِيْ فِيهِ وَ الْجَافِيْ عَنْهُ وَ إِكْرَامَ ذِي السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ ﴾ ''بلاشبہ بوڑھے مسلمان اور صاحبِ قرآن کی عزت کرنا جو اس میں غلو اور تقصیر سے بچتا ہو اور (اسی طرح) حاکم عادل کی عزت کرنا، اللہ عزوجل کی عزت کرنے کا حصہ ہے (معلوم ہوا کہ صاحبِ قرآن یعنی حافظ، قاری، مدرس اور مفسر وغیرہ جو شرعی حدود کا پابند ہو، اس کا احترام اور اس کی تکریم دوسرے لوگوں پر لازم ہے)۔''(۲)

حفظِ قرآن نکاح میں حق مہر کا بدل بن سکتا ہے

جیسا کہ ایک طویل روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ساتھی کے پاس حق مہر دینے کے لئے کوئی چیز نہیں تھی تو آپ نے دریافت فرمایا کہ تمہیں قرآن کتنا یاد ہے؟ اس نے عرض کیا کہ فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں۔ اس نے گن کر بتائیں۔ آپ نے پوچھا کیا تم انہیں بغیر دیکھے پڑھ سکتے ہو؟ اس نے عرض کیا 'جی ہاں۔ آپ نے فرمایا ﴿ أَنْكَحْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ ﴾ ''پھر جاؤ میں نے ان سورتوں کے بدلے جو تمہیں یاد ہیں انہیں تمہارے نکاح میں دیا۔'' ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ ﴾ ''میں نے تمہاری اس سے قرآن کی ان سورتوں کے بدلے شادی کر دی جو تمہیں یاد ہیں۔''(۳)

حفظِ قرآن قبر میں مقدم ہونے کا ذریعہ ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ﴿ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ يَقُوْلُ: أَيُّهُمْ أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ ؟ فَإِذَا أُشِيْرَ لَهُ إِلَى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ وَقَالَ أَنَا شَهِيْدٌ عَلَى هٰؤُلَاءِ ﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ اُحد کے شہداء میں سے دو دو شہید مردوں کو ایک ہی کپڑے میں کفن دیتے اور پوچھتے کہ ان میں قرآن کس نے زیادہ یاد کیا ہے؟ پھر جب کسی ایک کی طرف اشارہ کر

---

(۱) [مسلم (۸۱۷) کتاب صلاۃ المسافرین : باب فضل من یقوم بالقرآن ویعلمه]

(۲) [حسن : صحیح الترغیب (۹۸) صحیح الادب المفرد (۱٤۷) المشكاة (٤۹۷۲) صحیح الجامع (۲۱۹۵) ابو داود (٤۸٤۳) کتاب الادب : باب فی تنزیل الناس منازلهم]

(۳) [بخاری (۵۰۸۷، ۵۱۳۰) کتاب النکاح : باب تزویج المعسر، مسلم (۱٤۲۵) ابو داود (۲۱۱۱)]

دیا جاتا تو لحد (بغلی قبر) میں اسی کو آگے بڑھاتے اور فرماتے جاتے کہ میں ان پر گواہ ہوں۔"(۱)

معلوم ہوا کہ بوقتِ ضرورت ایک قبر میں دو یا زیادہ افراد بھی دفن کئے جا سکتے ہیں اور اس صورت میں قبلہ کی جانب اس شخص کو آگے کیا جائے گا جسے قرآن زیادہ حفظ ہو۔

حافظِ قرآن روزِ قیامت معزز فرشتوں کے ساتھ ہوگا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ﴿ الْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَ يَتَتَعْتَعُ فِيهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهُ أَجْرَانِ ﴾ "قرآن پاک کا ماہر شخص معزز لکھنے والے اطاعت گزار فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔ اور جو شخص قرآن پاک اٹک اٹک کر پڑھتا ہے اور اس پر تلاوت کرنا مشکل ہوتا ہے تو اس کے لیے دُہرا اجر ہے۔"

صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ ﴿ مَثَلُ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَهُوَ حَافِظٌ لَهُ ... ﴾ "اس شخص کی مثال جو قرآن کی تلاوت کرتا ہے اور وہ اس کا حافظ ہے (آگے حدیث اسی طرح ہے جیسے اوپر ہے)۔"(۲)

حافظِ قرآن کو روزِ قیامت عزت و وقار کا تاج پہنایا جائے گا

فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ وَ إِنَّ الْقُرْآنَ يَلْقَى صَاحِبَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ... فَيُعْطَى الْمُلْكَ بِيَمِينِهِ وَ الْخُلْدَ بِشِمَالِهِ وَ يُوضَعُ عَلَى رَأْسِهِ تَاجُ الْوَقَارِ ﴾ "قرآن پڑھنے والا جب قبر سے اٹھے گا تو قرآن اس سے ایک اجنبی شخص کی صورت میں ملے گا اور کہے گا: کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ وہ کہے گا، نہیں میں آپ کو نہیں پہچانتا، تو قرآن کہے گا: میں تیرا ساتھی وہ قرآن ہوں جس نے دن کو تجھے بھوکا پیاسا رکھا اور رات کو بیدار رکھا۔ ہر تاجر اپنی تجارت کے پیچھے ہوتا تھا لیکن آج سب تجارتیں تیرے پیچھے ہیں۔ اب اسے ملک دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور خلد بائیں ہاتھ میں اور اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جائے گا۔"(۳)

حافظِ قرآن کو روزِ قیامت عزت کا لباس پہنایا جائے گا اور اس کی نیکیوں میں اضافہ کیا جائے گا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ يَجِيءُ الْقُرْآنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُ يَا رَبِّ حَلِّهِ فَيُلْبَسُ تَاجَ الْكَرَامَةِ ثُمَّ يَقُولُ: يَا رَبِّ زِدْهُ فَيُلْبَسُ حُلَّةَ الْكَرَامَةِ ثُمَّ يَقُولُ: يَا رَبِّ

---

(۱) [بخاری (۱۳۴۷) کتاب الجنائز : باب من یقدم فی اللحد]

(۲) [مسلم (۷۹۸) کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا : باب فضل الماھر فی القرآن والذی یتتعتع فیه ' بخاری (۴۹۳۷) کتاب تفسیر القرآن : باب سورۃ عبس ' ترمذی (۲۹۰۴)]

(۳) [صحیح : السلسلة الصحیحة (۲۸۲۹) طبرانی اوسط (۵۸۹۴) مسند احمد (۳۴۸/۵) شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (۲۳۰۰۰)]

ارْضَ عَنْهُ فَيَرْضَى عَنْهُ فَيُقَالُ لَهُ اقْرَأْ وَارْقَ فَيُزْدَادُ بِكُلِّ آيَةٍ حَسَنَةً ﴾ ''روزِ قیامت قرآن آ کر کہے گا: اے میرے رب! اسے (حافظِ قرآن کو) زیور پہنائیے، چنانچہ اسے عزت کا تاج پہنا دیا جائے گا۔ پھر کہے گا: اے میرے رب! اسے مزید کچھ عطا کیجئے، چنانچہ اُسے عزت کا لباس پہنا دیا جائے گا۔ پھر کہے گا: اے میرے رب! اس سے راضی ہو جایئے، چنانچہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائیں گے۔ پھر اس (حافظِ قرآن) سے کہا جائے گا کہ پڑھتا جا اور (درجات میں اوپر) چڑھتا جا۔ پھر ہر ایک آیت کے بدلے اس کی نیکیاں بڑھا دی جائیں گی۔''(۱)

حافظِ قرآن کا مقام روزِ قیامت بہت بلند ہوگا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ: اقْرَأْ وَ ارْتَقِ وَ رَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا فَإِنَّ مَنْزِلَكَ عِنْدَ آخِرِ آيَةٍ تَقْرَأُهَا ﴾ ''صاحبِ قرآن سے کہا جائے گا کہ تم قرآن کی تلاوت کرتے جاؤ اور جنت کے درجات میں بلند ہوتے جاؤ۔ اور اس طرح آہستہ آہستہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے جاؤ جیسے آہستہ آہستہ دنیا میں کیا کرتے تھے، تمہارا مقام وہ ہے جہاں تم اپنی آخری آیت کی تلاوت کرو گے۔''(۲)

⇦ یہاں یہ واضح رہے کہ جس روایت میں ہے کہ ﴿ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَاسْتَظْهَرَهُ فَأَحَلَّ حَلَالَهُ وَ حَرَّمَ حَرَامَهُ أَدْخَلَهُ اللَّهُ بِهِ الْجَنَّةَ وَ شَفَّعَهُ فِي عَشَرَةٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ كُلُّهُمْ قَدْ وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ ﴾ ''جس شخص نے قرآن کریم کو حفظ کیا، اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام گردانا تو اللہ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا اور اس کے خاندان کے اُن دس انسانوں کے بارے میں اس کی سفارش قبول کرے گا جن کے لئے دوزخ واجب ہو چکی تھی۔'' وہ ضعیف ہے۔(۳)

قرآن حفظ کرنے کے بعد اسے یاد رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے

یعنی حفظ مکمل کرنے کے بعد قرآن کریم کو مسلسل پڑھتے رہنا چاہیے کیونکہ اگر پڑھنا چھوڑ دیا تو یقیناً اس کے بھول جانے کا خدشہ ہے چنانچہ اس حوالے سے چند روایات حسب ذیل ہیں:

---

(۱) [حسن: صحیح الترغیب (۱۴۲۵) ضعیف الجامع الصغیر (۸۰۳۰) صحیح ترمذی، ترمذی (۲۹۱۵) كتاب فضائل القرآن: باب ما جاء فيمن قرأ حرفا من القرآن ما له من الاجر، مستدرك حاكم (۲۰۲۹)]

(۲) [حسن: الصحيحة (۲۲۴۰) هداية الرواة (۳۷۲/۲) ابو داود (۱۴۶۴) كتاب الصلاة: باب استحباب الترتيل في القراءة' ترمذی (۲۹۱۴) نسائی فی السنن الكبرى (۸۰۵۶)]

(۳) [ضعيف جدا: ضعيف الترغيب (۸۶۸) ضعيف الجامع الصغير (۵۷۶۱) ضعيف ابن ماجه (۳۸) ضعيف ترمذی، ترمذی (۲۹۰۵) كتاب فضائل القرآن: باب ما جاء في فضل قارئ القرآن، ابن ماجه (۲۱۶) مسند احمد (۱۴۹/۱) شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو سخت ضعیف کہا ہے۔[الموسوعة الحديثية (۱۲۷۸)]

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْآنِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْإِبِلِ الْمُعَلَّقَةِ إِنْ عَاهَدَ عَلَيْهَا أَمْسَكَهَا وَإِنْ أَطْلَقَهَا ذَهَبَتْ ﴾ ''قرآن پاک کے حافظ کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے اونٹوں کے گھٹنوں کو رسیوں سے باندھ رکھا ہے، اگر وہ ان کی نگرانی رکھے گا تو ان کو روکے رکھے گا اور اگر انہیں چھوڑ دے گا تو وہ چلے جائیں گے (بعینہٖ اگر قرآن کو مسلسل پڑھتے رہنے کے ساتھ اس کی نگرانی کی تو وہ محفوظ رہے گا اور اگر چھوڑ دیا تو وہ بھی چلا جائے گا یعنی بھول جائے گا)۔''(۱)

(2) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ تَعَاهَدُوا الْقُرْآنَ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَهُوَ أَشَدُّ تَفَصِّيًا مِنَ الْإِبِلِ فِي عُقُلِهَا ﴾ ''قرآن کریم کا خیال رکھو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اونٹ رسّی کھل جانے کے بعد اس قدر تیزی کے ساتھ نہیں بھاگتا جس قدر تیزی کے ساتھ قرآن (سینوں سے) نکل جاتا ہے۔''(۲)

اگر کوئی غفلت سے قرآن حفظ کر کے بھول جائے

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے خواب بیان کرتے ہوئے فرمایا ﴿ أَمَّا الَّذِي يُثْلَغُ رَأْسُهُ بِالْحَجَرِ فَإِنَّهُ يَأْخُذُ الْقُرْآنَ فَيَرْفُضُهُ وَيَنَامُ عَنِ الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ ﴾ ''جس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا تھا وہ قرآن کا حافظ تھا مگر وہ قرآن سے غافل ہو گیا تھا اور فرض نماز پڑھے بغیر سو جایا کرتا تھا (یعنی عشاء کی نماز پڑھتا نہ فجر کے لئے اٹھتا حالانکہ اس نے قرآن حفظ کر رکھا تھا مگر اس پر عمل نہیں کیا بلکہ اس کو بھلا بیٹھا جس کے نتیجے میں اسے دوزخ میں یہ سزا مل رہی ہے)۔''(۳)

امام ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''مگر وہ قرآن سے غافل ہو گیا'' کا مطلب یہ ہے کہ اس نے حروفِ قرآن کے حفظ کو اور معانی قرآن پر عمل کو چھوڑ دیا (اس لئے اسے یہ سزا مل رہی ہے) البتہ اگر وہ حروفِ قرآن کے حفظ کو تو چھوڑ دے لیکن معانی قرآن پر عمل نہ چھوڑے تو وہ غافل شمار نہیں ہوگا۔(۴)

تاہم وہ روایت ضعیف ہے جس میں ہے کہ ﴿ مَا مِنِ امْرِئٍ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ ثُمَّ يَنْسَاهُ إِلَّا لَقِيَ اللَّهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَجْذَمَ ﴾ ''جو شخص قرآن کریم پڑھتا ہو پھر اسے بھلا دے تو وہ قیامت کے دن کوڑھی بن کر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا۔''(۵)

---

(۱) [بخاری (۵۰۳۱) مسلم (۷۸۹)] (۲) [بخاری (۵۰۳۳) مسلم (۷۹۱)]

(۳) [بخاری (۱۱۴۳) کتاب التهجد : باب عقد الشیطان علی قافية الرأس اذا لم يصل بالليل]

(۴) [شرح صحیح بخاری لابن بطال (۱۳۵/۳)]

(۵) [**ضعیف** : السلسلة الضعيفة (۱۳۵۴) هداية الرواة (۲۱۴۱) ابو داود (۱۴۷۴)]

یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اس خوف سے قرآن حفظ نہ کرنا اور اپنے بچوں کو قرآن حفظ نہ کرانا کہ اگر بعد میں انہیں قرآن بھول گیا تو انہیں روزِ قیامت سزا ملے گی، درست نہیں بلکہ ایک تو مذکورہ روایت ضعیف ہے اور دوسرے یہ کہ درج بالا پہلی روایت میں جو سزا کا ذکر ہے وہ صرف قرآن حفظ کر کے اسے بھلا دینے والے کے لئے نہیں بلکہ اس پر عمل ترک کر دینے والے کے لئے ہے جیسا کہ امام ابن بطال رحمہ اللہ نے بھی یہی تشریح فرمائی ہے۔

اسی طرح قرآن کریم میں جو یہ مذکور ہے کہ ﴿ وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي ... ﴾[طه : ۱۲۴ ـ ۱۲۶] ''اور جو میرے ذکر سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی تنگی میں رہے گی اور ہم اسے بروز قیامت اندھا کر کے اٹھائیں گے۔ وہ کہے گا کہ الٰہی! مجھے تو نے اندھا بنا کر کیوں اٹھایا؟ حالانکہ میں تو دیکھتا بھالتا تھا۔ (جواب ملے گا کہ) اسی طرح ہونا چاہیے تھا تو میری آئی ہوئی آیتوں کو بھول گیا تو آج تو بھی بھلا دیا جاتا ہے۔'' وہاں بھی قرآن کے الفاظ بھلا دینا نہیں بلکہ اس پر عمل اور اس کے احکام بھلا دینا مراد ہے۔

لہٰذا زیادہ سے زیادہ قرآنی سورتیں حفظ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور بلاشبہ قرآن حفظ کر کے بھول جانے والا اور قرآن کو حفظ نہ کرنے والا کبھی برابر نہیں ہو سکتے بلکہ جو بھول چکا ہے اس کے لئے قرآن کو پڑھنا یا اسے دوبارہ ازبر کرنا اسے حفظ نہ کرنے والے سے کہیں زیادہ آسان ہے۔

قرآن بھولنے والا یہ نہ کہے کہ میں بھول گیا بلکہ کہے مجھے بھلا دیا گیا

(1) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ بِئْسَمَا لِأَحَدِهِمْ أَنْ يَقُولَ : نَسِيتُ آيَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ بَلْ نُسِّيَ ﴾ ''کسی شخص کا یہ کہنا کہ میں فلاں فلاں آیت بھول گیا ہوں بہت ہی برا ہے بلکہ وہ یوں کہے کہ اسے فلاں فلاں آیت بھلا دی گئی ہے۔''(۱)

(2) ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں کسی آدمی کی تلاوت سن رہے تھے تو فرمایا ﴿ رَحِمَهُ اللَّهُ لَقَدْ أَذْكَرَنِي آيَةً كُنْتُ أُنْسِيتُهَا ﴾ ''اللہ اس پر رحم کرے اس نے مجھے ایک آیت یاد کرا دی جو میں بھلا دیا گیا تھا۔''(۲)

---

(۱) [مسلم (۷۹۰) كتاب صلاة المسافرين : باب الامر بتعهد القرآن ... ، بخاری (۵۰۳۲) ترمذی (۲۹۴۲) نسائی (۹۴۲) عبد الرزاق (۵۹۶۷) دارمی (۳۳۴۷) ابن ابی شیبة (۲/۵۰۰) ابن حبان (۷۶۲)]

(۲) [مسلم (۷۸۸) كتاب صلاة المسافرين : باب الامر بتعهد القرآن ، بخاری (۲۶۵۵) ابوداود (۱۳۳۱)]

باب المسائل المتفرقة — متفرق مسائل کا بیان

قیام رمضان میں قرآن سے دیکھ کر قراءت

سابق مفتیٔ اعظم سعودیہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ قیام رمضان میں قرآن سے دیکھ کر قراءت کرنے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا غلام ذکوان مصحف (قرآن کریم) سے دیکھ کر پڑھتا تھا (یعنی امامت کراتا تھا)۔(۱)

رمضان میں روزہ دار کے لئے سارا قرآن ختم کرنے کا حکم

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ رمضان میں روزہ دار کے لئے سارا قرآن ختم کرنا واجب نہیں البتہ رمضان میں انسان کے لئے بہتر ہے کہ وہ کثرت سے قرآن کی تلاوت کرے جیسا کہ یہی سنتِ رسول ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کا دور کیا کرتے تھے۔(۲)

نماز تراویح میں حفاظ کے لئے سارا قرآن ختم کرنے کا حکم

سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ نماز تراویح میں سارا قرآن ختم کرنا واجب نہیں۔(۳)

دشمن کے علاقے میں قرآن لے کر جانا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يُّسَافَرَ بِالْقُرْآنِ اِلَى اَرْضِ الْعَدُوِّ ﴾ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کے ساتھ دشمن (کفار) کے علاقوں کی طرف سفر کرنے سے منع فرمایا ہے۔“(۴) ایک دوسری روایت میں ہے کہ ﴿ لَا تُسَافِرُوْا بِالْقُرْآنِ فَاِنِّيْ لَا آمَنُ اَنْ يَّنَالَهُ الْعَدُوُّ ﴾ ”قرآن کریم کے ساتھ سفر نہ کرو مجھے خطرہ ہے کہ کہیں یہ دشمن کے ہاتھ نہ لگ جائے (اور وہ اسے ضائع کر دیں یا اس کی توہین کریں)۔“(۵)

اولاً تو یہ واضح رہے کہ یہاں قرآن سے مراد وہ قرآن ہے جو مصحف کی صورت میں ہے، وہ قرآن مراد نہیں جو حفاظ کے سینوں میں ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے وضاحت فرمائی ہے۔(۶) ثانیاً اس حدیث کا ظاہر یہی

---

(۱) [فتاوی اسلامية (۳۳۷/۱)]

(۲) [مجموع فتاوی ابن عثيمين (۱۳۱/۲۰)] (۳) [فتاوى اللجنة الدائمة (۹۳/٦)]

(٤) [بخاری (۲۹۹۰) مسلم (۱۸٦۹) ابو داود (۲٦۱۰)]

(٥) [مسلم (۱۸۷۰) مؤطا (٥/۲) مسند احمد (٦/۲، ۷، ٥٥، ٦۳) ابن ماجه (۲۸۸۰)]

(٦) [فتح الباری (٤۹۳/۱۳)]



ہے کہ کفار کے علاقوں کی طرف قرآن لے کر نہیں جانا چاہیے۔اس حدیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے بعض فقہاء نے بھی یہی رائے اختیار کی ہے جبکہ بعض دوسرے فقہاء کا کہنا ہے کہ وعظ و تبلیغ کے لئے، کفار پر حجت قائم کرنے کے لئے اور بوقتِ ضرورت قرآنی احکام سمجھنے اور یاد کرنے کے لئے کفار کے علاقوں کی طرف بھی قرآن لے جایا جا سکتا ہے بشرطیکہ مسلمان قوت میں ہوں، ان کی تعداد قابل رعب ہو، یا کفار کے ساتھ ان کے معاہدات ہوں یا اس جیسی کوئی اور صورت ہو جس کے باعث اہانتِ قرآن کا خدشہ نہ ہو۔اس رائے کی تائید درج بالا دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ جس میں دشمن کے علاقے کی طرف قرآن نہ لے جانے کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ مجھے خطرہ ہے کہ ''کہیں یہ دشمن کے ہاتھ نہ لگ جائے (اور وہ اس کی توہین کریں)'' تو جب یہ خطرہ نہ ہو تو پھر کفار کے علاقوں کی طرف قرآن لے جانے میں کوئی حرج نہیں۔یہی دوسرا موقف ہی زیادہ درست ہے۔سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔(۱)

قرآن کریم کی تعلیم پر اُجرت لینا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللَّهِ﴾ ''بلاشبہ سب سے زیادہ مستحق جس پر تم اجرت لو اللہ کی کتاب ہے۔''(۲)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کی تعلیم پر اجرت لینا جائز ہے۔جمہور علماء اسی کے قائل ہیں البتہ کچھ اہل علم اسے ناجائز قرار دیتے ہیں۔ان کا کہنا ہے کہ احکامِ شرعیہ کی تبلیغ نماز، روزہ اور زکوۃ کی طرح واجب ہے اور واجب عمل کا اجر اللہ تعالیٰ سے طلب کیا جاتا ہے انسانوں سے نہیں تاہم دم پر اُجرت کا جواز واضح نص کی وجہ سے بہرحال موجود ہے۔(۳) امام ابن حزم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ تعلیم القرآن پر اُجرت لینے کے ناجائز ہونے کی تمام احادیث صحیح نہیں۔(٤) امام ابن منذر(٥) اور امام صنعانی رحمہما اللہ(٦) نے بھی قرآن کی تعلیم پر اجرت کو جائز قرار دیا ہے۔ہمارے علم کے مطابق بھی یہی مؤقف راجح ہے۔

⇦ اس مسئلے کی بادلائل مفصل وضاحت کے۔لیے راقم الحروف کی کتاب " فقه الحديث : كتاب البيوع : باب الاجاره" ملاحظہ فرمائیے۔

قرآن کریم کی طباعت واشاعت اور اس کا کاروبار کرنا

قرآن کریم کی اشاعت میں تو کوئی اختلاف نہیں البتہ اختلاف اس بات میں ہے کہ کیا اسے بیچا جا سکتا ہے یا

---

(۱) [فتاوى اللجنة الدائمة (٦٤/٤)]
(۲) [بخاری (٥٧٣٧) كتاب الطب : باب الشرط في الرقية بقطيع من الغنم ' ابن حبان (٥١٤٦)]
(۳) [نيل الأوطار (٣٢٤/٥) الروضة الندية (٢٧٩/٢)] (٤) [المحلى (١٥/٩)]
(٥) [تفسير قرطبي (٣٣٥/١)] (٦) [سبل السلام (١٢٣٤/٣)]

نہیں ؟ تو اس بارے میں ترجیحی رائے یہی ہے کہ قرآن کریم کی خرید وفروخت جائز و درست ہے۔ امام ابن حزم رحمہ اللہ وغیرہ کی یہی رائے ہے۔(۱)

ان کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال قرار دیا ہے اور قرآن میں ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے تم پر جو چیز حرام کی ہے اس کی تفصیل بھی بیان فرمادی ہے۔''(۲) لہٰذا قرآن کی خرید وفروخت جائز ہے کیونکہ کتاب وسنت میں اس کی تجارت کو کہیں بھی حرام نہیں کہا گیا اور اللہ تعالیٰ کچھ بھولتا بھی نہیں ﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا﴾ [مریم : ٦٤] یعنی اگر قرآن کریم کی تجارت حرام ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کے متعلق ضرور وحی نازل فرمادیتے۔

⇦ مزید برآں اس مسئلے کے متعلق مختلف آراء اور ان کے دلائل کے تجزیہ و تفصیل کے لیے راقم الحروف کی دوسری کتاب ''تجارت کی کتاب'' ملاحظہ فرمائیے۔

عریاں حالت میں قرآن پڑھنا

عریاں حالت میں یعنی جب انسان بے لباس ہو تو کیا قرآن پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں اہل علم کا کہنا ہے کہ اگر تو انسان کو کوئی مجبوری ہو جیسے دشمن کی قید میں ہو اور انہوں نے بے لباس کر رکھا ہو تو پھر ایسی حالت میں تلاوتِ قرآن میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ''اللہ تعالیٰ انسان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔'' [البقرة : ٢٨٦] لیکن اگر انسان امن میں ہو اور کسی ضرورت کی وجہ سے (مثلاً ہم بستری یا غسل وغیرہ کے لیے) بے لباس ہو تو پھر قرآن کریم کی تلاوت نہیں کرنی چاہیے کیونکہ ایسا کرنا آدابِ قرآن کے منافی ہے۔ (واللہ اعلم)

قرآن پڑھنے کے لیے قبلہ رخ ہونا اور اسے پشت نہ کرنا

کچھ لوگ ان اعمال کو قرآن کے آداب میں شمار کرتے ہیں اور ضروری طور پر ان کا التزام کرنے کی تلقین کرتے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ نہ تو تلاوتِ قرآن کے لیے قبلہ رخ ہونا کسی حدیث میں موجود ہے اور نہ ہی کسی حدیث میں قرآن کو پشت کرنے کی ممانعت مذکور ہے۔ اور اگر یہ اعمال آدابِ قرآن میں شامل ہوتے تو سب سے پہلے انہیں نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام اختیار کرتے جو اس دنیا میں سب سے زیادہ قرآن کا ادب کرنے والے تھے اور جب نبی ﷺ اور صحابہ نے ان اعمال کو اختیار نہیں کیا تو پھر ان کی پابندی کی کوئی وجہ نہیں۔

کتاب اللہ سے خیر خواہی کا مفہوم

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''دین خیر خواہی ہے'' صحابہ کرام نے دریافت کیا کہ دین کس سے خیر خواہی ہے؟

---

(۱) [المحلی (۶۸۱/۹)] (۲) [الانعام : ۱۱۹]

آپ نے فرمایا ﴿ لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ ﴾ "اللہ سے اس کی کتاب سے اس کے رسول سے، مسلمانوں کے ائمہ سے اور عام مسلمانوں سے۔" (۱)

کتاب اللہ (قرآن کریم) سے خیر خواہی کا مفہوم یہ ہے کہ اس پر ایمان لانا، اس کی تصدیق کرنا، اسے اللہ کا کلام سمجھنا، اس سے محبت کرنا، اس کی تلاوت کرنا، اس کے اوامر پر عمل اور نواہی سے اجتناب کرنا، اسے ذریعہ علم سمجھنا اور اسے آگے پھیلانے کی کوشش کرتے رہنا وغیرہ۔

اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کو قرآن سنانے کا حکم

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ﴿ إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِي أَقْرَأَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ ﴾ "اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھے قرآن کریم کی تلاوت سناؤں۔" انہوں نے عرض کیا کہ ﴿ اللّٰهُ سَمَّانِي لَكَ ﴾ "کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے سامنے میرا نام لیا ہے؟" آپ نے فرمایا ﴿ نَعَمْ ﴾ "ہاں۔" انہوں نے کہا ﴿ وَقَدْ ذُكِرْتُ عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴾ "تمام جہانوں کے پالنے والے کے ہاں میرا ذکر ہوا ہے؟" آپ نے فرمایا ﴿ نَعَمْ ﴾ "ہاں۔" یہ سنا تو ﴿ فَذَرَفَتْ عَيْنَاهُ ﴾ "(خوشی و مسرت سے) ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے۔" (۲)

ایک دوسری روایت میں یہ لفظ ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں تجھے سورۂ بینہ پڑھ کر سناؤں۔ (۳)

قرآن کریم کا احترام

سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ قرآن کریم کا احترام واجب ہے اور ہر ایسا کام حرام ہے جس میں قرآن کریم کی اہانت کا پہلو ہو جیسے قرآن کو بیت الخلاء میں لے کر جانا، اسے کسی ناپاک جگہ پر رکھنا، اس کا تکیہ بنانا، اس کی طرف پاؤں پھیلانا، کسی گندی ناپاک جگہ پر کوئی آیت لکھنا یا لٹکانا، ایسے اوراق میں آیات لکھنا جن کی توہین کی جائے، اسے لے کر دشمن کے علاقے میں جانا اور اسے کفار کے ہاتھوں تک پہنچا دینا وغیرہ۔ (۴)

قرآن کریم کے پھٹے پرانے اوراق کا حکم

قرآن کریم کے بوسیدہ اور پھٹے پرانے اوراق کوڑے یا گلی کوچوں میں پھینکنے کے بجائے انہیں کسی پاک جگہ

---

(۱) [مسلم (۵۵) كتاب الإيمان : باب بيان أن الدين النصيحة، ابو داود (۴۹۴۴) نسائی (۱۵۶/۷) احمد (۱۰۲/۴) ابن حبان فی الاحسان (۴۵۷۴-۴۵۷۵)]

(۲) [بخاری (۴۹۶۱) کتاب التفسير : باب سورة لم يكن ...]

(۳) [بخاری (۴۹۵۹) کتاب التفسير : باب سورة لم يكن ...]

(۴) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۲۴/۳)]

پر دفن کر دینا چاہیے یا انہیں پانی میں بہا دینا چاہیے یا پھر انہیں جلا دینا چاہیے جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب ایک مصحف تیار کر لیا اور پھر اس کی نقول تیار کرا کے مختلف علاقوں کی طرف روانہ کر دیں تو ﴿ اَمَرَ بِمَا سِوَاهُ مِنَ الْقُرْآنِ فِیْ كُلِّ صَحِیْفَةٍ اَوْ مُصْحَفٍ اَنْ یُّحْرَقَ ﴾ ''حکم دے دیا کہ اس کے سوا کوئی چیز اگر قرآن کی طرف منسوب کی جاتی ہے خواہ وہ کسی صحیفہ یا مصحف میں ہو تو اسے جلا دیا جائے۔''(۱) یہاں یہ بھی واضح رہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ عمل سامنے آیا اس وقت کثیر تعداد میں صحابہ کرام موجود تھے لیکن کسی نے بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ عمل صحابہ کے اجماع کی مانند ہے کہ بوقتِ ضرورت قرآنی اوراق جلائے جا سکتے ہیں اور جس عمل پر صحابہ کا اجماع ہو اس کے برحق ہونے میں یقیناً کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) جب قرآن پھٹ جائے تو اسے کوڑے کے مقامات یا راستوں میں پھینکنا جائز نہیں بلکہ اسے توہین وتحقیر سے بچانے کے لئے کسی پاک جگہ میں دفن کر دینا چاہیے یا پھر اسے جلا دینا چاہیے جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں صحابہ کرام نے کیا تھا۔(۲)

قرآنی آیات والے زیورات کو ڈھالنا

یعنی بعض زیور ایسے بھی دکانداروں کے پاس آتے ہیں جن پر اللہ یا رسول کا نام، یا آیت الکرسی یا کوئی اور آیت لکھی ہوتی ہے تو کیا ان زیورات کو ڈھالا جا سکتا ہے۔ تو اس بارے میں اہل علم کا کہنا ہے کہ ایسے زیورات کو ڈھالنے میں کوئی حرج نہیں اور اس کی دلیل وہی حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے مصحف کے علاوہ باقی تمام مصاحف کو جلا دینے کا حکم دے دیا تھا۔ لہٰذا اگر کوئی ایسا کرے گا تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔

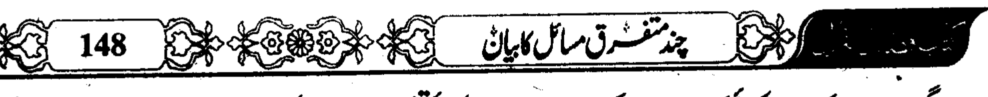
کسی عیسائی، یہودی یا کافر کو قرآن پکڑانا

شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اگر کوئی عیسائی قرآن مانگے تو آپ اسے قرآن نہ دیں البتہ اسے پڑھ کر سنائیں، اسے اللہ کی طرف دعوت دیں اور اس کے لئے ہدایت کی دعا کریں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''اور (اے پیغمبر!) اگر مشرکوں میں سے کوئی آپ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دیں حتی کہ وہ اللہ کا کلام سن لے۔'' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ''قرآن کو ساتھ لے کر دشمن کی طرف سفر نہ کرو کہیں یہ دشمن کے ہاتھ نہ لگ جائے۔'' یہ بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ کسی کافر کے ہاتھ میں قرآن نہیں پکڑانا چاہیے کیونکہ یہ خدشہ ہے کہ کہیں وہ اس کی توہین کا ارتکاب نہ کر بیٹھے۔ البتہ اسے قرآن سکھایا جا سکتا ہے، اس کے سامنے پڑھا جا سکتا ہے اور اسے اس کی طرف دعوت دی جا سکتی ہے، اگر وہ دعوت قبول کر کے مسلمان ہو جائے تو پھر قرآن اس کے سپرد کیا جا سکتا ہے۔

---

(۱) [بخاری (۴۹۸۷) کتاب فضائل القرآن : باب جمع القرآن]

(۲) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۴۸/۳)]



تاہم اگر یہ امید ہو کہ اسے کوئی کتاب دے کر فائدہ ہو گا تو پھر کوئی تفسیر یا حدیث کی کتاب یا قرآن کریم کے معانی پر مشتمل ترجمہ دیا جا سکتا ہے۔(۱)

سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی نے بھی کافر کو ترجمہ قرآن دینے کی اجازت دی ہے۔(۲)

کافر کو قرآن فروخت کرنا

سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ کسی کافر کو قرآن فروخت کرنا جائز نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے دشمن کے علاقے کی طرف قرآن کے ساتھ سفر کرنے سے صرف اسی لئے منع فرمایا ہے کہ کہیں یہ دشمن کے ہاتھ نہ لگ جائے۔ فضل بن زیاد کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبداللہ یعنی امام احمد رحمہ اللہ سے ایسے آدمی کے متعلق دریافت کیا کہ جو کسی ذمی کے پاس قرآن گروی رکھتا ہے تو انہوں نے اس کی اجازت نہیں دی اور مذکورہ بالا دلیل ہی پیش کی... المغنی ابن قدامہ میں ہے کہ کسی کافر کو قرآن، حدیث اور فقہ کچھ بھی فروخت کرنا جائز نہیں اور اگر کسی نے ایسا کیا تو بیع باطل ہو گی۔(۳)

تحفیظ القرآن کے اداروں کے ساتھ تعاون کرنا

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت کا اجرِ عظیم تو سب کو معلوم ہی ہے... دورِ حاضر میں ملک کے طول و عرض میں بہت سے ایسے ادارے ہیں جو تحفیظ القرآن کی خدمت انجام دے رہے ہیں، ان اداروں کے مقامات (اکثر و بیشتر) اللہ کے گھر یعنی مساجد ہی ہیں، بہت سے نوجوان بچے اور بچیاں ان اداروں کے ساتھ منسلک ہو چکے ہیں جو یقیناً میرے لئے باعثِ مسرت ہے۔ پس مسلمان بھائیوں سے میری یہ التجا ہے کہ وہ رغبت و جستجو سے ان اداروں کے ساتھ تعاون کریں تا کہ وہ بھی ان کے ساتھ کتاب اللہ کے اجر و ثواب میں شریک ہو سکیں کیونکہ بلاشبہ جو کسی بھی خیر کے کام میں تعاون کرتا ہے اسے اس عمل کا اجر ضرور ملتا ہے جیسا کہ فرمانِ نبوی ہے کہ ''جس نے کسی ہدایت کے کام کی طرف دعوت دی تو اسے بھی اتنا اجر ملے گا جتنا تا قیامت اس کی تابعداری کرنے والوں کو ملے گا اور ان کے اجر میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔''(۴)

قرآن کو چومنا

شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ ہمیں کسی ایسی شرعی دلیل کا علم نہیں جس میں قرآن کریم کو چومنے کا ذکر

---

(۱) [مجموع فتاوی ابن باز (۳۷۳/۶)]

(۲) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۴۴/۳)]

(۳) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۴۷/۳)]

(۴) [مجموع فتاوی ابن عثیمین (۲۸۱/۱۸)]

ہو البتہ اگر کوئی اسے چومے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ قرآن کو چومتے تھے اور کہتے تھے یہ میرے رب کا کلام ہے۔ بہر حال قرآن کو چومنے میں کوئی حرج نہیں لیکن یہ (یاد رہے کہ یہ عمل) مسنون نہیں ہے اور نہ ہی اس کے مسنون ہونے کی کوئی دلیل ہے۔(۱)

قرآن کو زمین پر رکھنا

شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ افضل یہ ہے کہ قرآن کو کسی بلند جگہ پر رکھا جائے مثلاً کرسی یا دیوار میں کسی دراز وغیرہ پر یا کسی اور اونچی جگہ پر۔ البتہ اگر توہین کی غرض سے نہیں بلکہ محض کسی ضرورت کے پیش نظر' جیسے نماز پڑھ رہا ہو اور قریب کوئی اونچی جگہ نہ ہو یا سجدۂ تلاوت کرنا چاہے وغیرہ' تو اسے پاک زمین پر رکھنے میں کوئی حرج نہیں ان شاء اللہ۔ لیکن اگر اسے کسی کرسی، تکیہ یا دراز وغیرہ میں رکھے تو زیادہ باعثِ احتیاط ہے۔ یقیناً نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ جب ایک یہودی کے حدِ رجم کے انکار پر آپ نے تورات کا نسخہ طلب فرمایا تو ایک کرسی منگوائی اور پھر تورات کو اس کے اوپر رکھا، پھر وہ آیت تلاش کرنے کا حکم دیا جو حدِ رجم اور یہودی کے جھوٹ پر دلالت کرنے والی تھی۔ تو جب آپ نے تورات کو کرسی پر رکھا اس لئے کہ اس میں اللہ کا کلام ہے تو قرآن زیادہ حق رکھتا ہے کہ اسے کرسی (وغیرہ جیسی کسی بلند جگہ) پر رکھا جائے کیونکہ قرآن تورات سے افضل ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن کریم کو کسی بلند جگہ پر ہی رکھنا چاہیے... اسی میں اس کی تعظیم ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی یاد رہے کہ ہمارے علم کے مطابق ایسی کوئی دلیل موجود نہیں جو بوقتِ ضرورت پاک زمین پر قرآن رکھنے سے روکتی ہو۔(۲)

قرآن اگر زمین پر گر جائے تو صدقہ دینا

اہل علم کا کہنا ہے کہ قرآن زمین پر گر جائے تو صدقہ دینے کا کتاب وسنت میں کوئی ثبوت نہیں البتہ اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرنا چاہیے جیسا کہ قرآن کریم میں اہل ایمان کی ایک صفت یہ بھی بیان ہوئی ہے کہ جب وہ کسی برائی کا ارتکاب یا اپنے نفسوں پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو فوراً گناہوں کی معافی مانگنے لگتے ہیں۔[آل عمران : ۱۳۵]

قرآن کی قسم اٹھانا

دراصل اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کے علاوہ ہر چیز کی قسم اٹھانا ناجائز ہے۔ چنانچہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ ﴾ ''جس نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی اس نے شرک کیا۔''(۳) البتہ قرآن کی قسم اٹھائی جا سکتی ہے کیونکہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور کلام اللہ کی صفت ہے لہٰذا اس اعتبار سے قرآن کی قسم اٹھانا درست

(۱) [مجموع فتاوی ابن باز (۲۸۹/۹)]

(۲) [مجموع فتاوی ابن باز (۲۸۹/۹)]

(۳) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۶۲۰۴) ابو داود (۳۲۵۱) ترمذی (۱۵۳۵)]

ہے۔شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے یہی فتویٰ دیا ہے۔(۱)

قرآنی تعویذ لٹکانا

قرآنی تعویذ لٹکانے سے پرہیز ہی بہتر ہے۔فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ مَنْ عَلَّقَ تَمِيْمَةً فَقَدْ اَشْرَكَ ﴾ ''جس نے تعویذ لٹکایا یقیناً اس نے شرک کیا۔''(۲) اس حدیث کے عموم میں قرآنی تعویذ بھی شامل ہے۔دوسرے یہ کہ قرآنی تعویذ کل کو غیر قرآنی تعویذ پہننے کا بھی ذریعہ بن سکتا ہے۔پھر بیت الخلاء وغیرہ میں بھی قرآنی آیات کے تعویذ ساتھ ہی جائیں گے جو یقیناً قرآن کی بے ادبی ہے۔

قرآنی آیات پر مشتمل رسائل وخطوط ارسال کرنا

اہل علم کا کہنا ہے کہ قرآنی آیات اور اسم الٰہی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک پر مشتمل رسائل وخطوط بذریعہ ڈاک بھیجنے میں کوئی حرج نہیں، جائز ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رؤساء وملوک اور امراء کی طرف ارسال کردہ پیغامات اس امر کی واضح دلیل ہیں، ملاحظہ ہو: صحیح بخاری : کتاب بدء الوحی اور کتاب الشروط وغیرہ۔(۳)

اگر عورت نے قرآن اٹھایا ہو اور وہ حائضہ ہو جائے

یعنی کوئی عورت قرآن کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے ہاتھ میں قرآن لئے جا رہی ہو کہ اچانک راستے میں اس کے ایامِ ماہواری کا آغاز ہو جائے تو اسے اس حالت میں کیا کرنا چاہیے؟ اس بارے میں سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ جسے حدث اصغر یا حدث اکبر لاحق ہو اس کے لئے جائز نہیں کہ قرآن کو کسی حائل کے بغیر پکڑے اور اس عورت کو چونکہ حدث اکبر یعنی حیض لاحق ہے اس لئے اسے چاہیے کہ کسی حائل (یعنی کپڑے وغیرہ) کے ساتھ قرآن کو پکڑے۔(٤)

ذکر افضل ہے یا تلاوتِ قرآن؟

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ علی الاطلاق قرآن کریم کی تلاوت ذکر سے افضل ہے لیکن جب ذکر کے اسباب موجود ہوں تو ذکر افضل ہے۔اس کی مثال یہ ہے کہ فرض نمازوں کے بعد مسنون اذکار پڑھنا (اس وقت) قرآن کی تلاوت کرنے سے افضل ہے۔اسی طرح (اذان کے دوران) مؤذن کا جواب دینا اس وقت تلاوتِ قرآن سے افضل ہے اور اسی طرح (باقی اذکار کا حکم ہے)۔البتہ جب ذکر کا تقاضا کرنے والا کوئی خاص

---

(۱) [مجموع فتاوی ورسائل ابن عثیمین (۲/۲۱۸)]

(۲) [صحیح : السلسلة الصحیحة (٤٩٢) صحیح الجامع الصغیر (٦٣٩٤) مسند احمد (٤/١٥٦)]

(۳) [فتاوی ثنائیه مدنیه : کتاب العقائد (۱/۲۱۱)]

(٤) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (٤/٢١٤)]

سبب نہ ہو تو تلاوتِ قرآن افضل ہے۔[1]

قرآن پڑھنا افضل ہے یا سننا؟

سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ قرآن پڑھنا اور سننا دونوں ہی مسنون اور باعث اجر اعمال ہیں لیکن پڑھنا سننے سے افضل ہے اور غور فکر کے ساتھ سمجھ کر پڑھنا بغیر غور فکر اور بغیر سمجھ کے پڑھنے سے افضل ہے۔[2]

کیا ریڈیو یا ٹی وی وغیرہ سے قرآن سننے میں اجر ہے؟

سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی کا فتویٰ یہ ہے کہ قرآن پڑھنا اور سننا اس زندگی میں مومن کا وظیفہ اور افضل عبادت ہے۔ اور ان اعمال کی تاکید و ترغیب بہت سی آیات واحادیث میں مذکور ہے۔ قرآن کریم کا سماع یا تو کسی شخص سے حاصل ہو سکتا ہے یا ریڈیو (ٹی وی وغیرہ) سے یا پھر ٹیپ ریکارڈر سے۔ تو ان تمام میں ہی اجر اور خیر کثیر ہے، ان شاء اللہ۔ البتہ سننے والے کو چاہیے کہ وہ قرآن میں غور وفکر کرے، قرآن سنتے وقت عاجزی اختیار کرے اور جو کچھ اس میں بیان ہوا ہے اس پر عمل کرے کیونکہ یہی نزولِ قرآن کا مقصودِ اعظم ہے، محض سماع نہیں جیسا کہ آج لوگوں کی اکثریت کی حالت ہے۔ (واللہ المستعان)[3]

گانے کے انداز میں قرآن کی تلاوت کرنا

شیخ ابن باز رحمہ اللہ کا فتویٰ ہے کہ کسی بھی مومن کے لیے قرآن کو گانے کی آواز میں یا گانے والوں کے انداز میں پڑھنا جائز نہیں بلکہ اُس طرح پڑھنا چاہیے جیسے صحابہ کرام، تابعین عظام اور سلف صالحین پڑھا کرتے تھے اور وہ قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر، غم زدہ ہو کر اور خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھتے تھے حتی کہ پڑھنے والا خود بھی قرآن سے متاثر ہوتا تھا اور اسے سننے والوں کے دلوں میں بھی قرآن گہری تاثیر چھوڑتا تھا۔ لیکن اگر اسے گانے والوں کے انداز میں پڑھا جائے تو یہ قطعاً جائز نہیں۔[4]

تبرک کے لیے کار یا دکان وغیرہ میں قرآن رکھنا یا آیات لٹکانا

شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے فتویٰ دیا ہے کہ اگر تو یہ آیات لوگوں کو نصیحت کے لیے یا ان کی تعلیم کے لیے لٹکائی جائیں تو پھر کوئی حرج نہیں لیکن اگر ان سے مقصود محض جنات وشیاطین کو بھگانا ہو تو پھر اس کی کوئی دلیل میرے علم میں نہیں۔ اسی طرح کار میں محض تبرک کی غرض سے قرآن رکھنے کی بھی کوئی دلیل نہیں اور نہ ہی یہ مسنون ہے۔ البتہ

---

(۱) [مجموع فتاوی ابن عثیمین (۲٤۲/۱٤)]

(۲) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۹۰/۳)]

(۳) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۹۱/۳)]

(٤) [مجموع فتاوی ابن باز (۲۹۰/۹)]

اگر کوئی اس غرض سے کار میں قرآن رکھے کہ جب اسے وقت ملے گا وہ اسے پڑھے گا تو پھر کوئی حرج نہیں۔ (۱)

ختم قرآن میں شرکت کے لئے مساجد میں جانا

سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ ختم قرآن میں شرکت کے لئے مساجد کی طرف جانے میں کوئی حرج نہیں۔ (۲) البتہ نماز تراویح میں ختم قرآن کے بعد نمازیوں کے لیے (رات کے) کھانے کا اہتمام کرنا سنت سے ثابت نہیں لہٰذا اسے ترک کرنا ہی زیادہ بہتر ہے۔ (۳)

میت کے پیٹ پر قرآن رکھنا

شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں، لہٰذا یہ عمل مسنون نہیں بلکہ بدعت ہے۔ (٤)

قرآن خوانی اور ایصالِ ثواب

سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی کا یہ فتویٰ ہے کہ میت کے ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی کرائی جائے تو علماء کے صحیح قول کے مطابق اس کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا... مرنے کے بعد میت کو صرف اُسی چیز کا ثواب پہنچتا ہے جس کے متعلق شریعت میں کوئی دلیل موجود ہے جیسے دعاء، استغفار، صدقہ، حج وعمرہ، قرض کی ادائیگی اور اسی طرح روزے رکھنا بشرطیکہ میت کے ذمے روزے ہوں۔ (٥)

شیخ ابن باز رحمہ اللہ کا فتویٰ یہ ہے کہ مردوں پر قرآن پڑھنے کی کوئی قابل اعتماد دلیل موجود نہیں جبکہ مشروع یہ ہے کہ زندہ لوگوں کے مابین قرآن پڑھا جائے تا کہ وہ اس سے مستفید ہوں، اس میں غور کریں اور کچھ سمجھ حاصل کریں۔ تاہم میت پر قرآن پڑھنا خواہ اس کی قبر کے پاس، یا تدفین سے قبل اور وفات کے بعد یا کسی بھی جگہ پر اور پھر وہ پڑھا ہوا قرآن میت کو ہدیہ کرنا، ہمارے علم کے مطابق اس کی کوئی دلیل موجود نہیں۔ (٦)



---

(۱) [مجموع فتاوی ابن باز (۳۸٤/۲٤)]

(۲) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۸۹/٦)]

(۳) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۹۰/٦)]

(٤) [مجموع فتاوی ابن باز (۹٥/۱۳)]

(٥) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۲۰٥/۲)]

(٦) [مجموع فتاوی ابن باز (۹٦/۱۳)]

باب الاحادیث الضعیفة عن القرآن قرآن کریم سے متعلقہ چند ضعیف احادیث

(1) ﴿فِیْ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ شِفَاءٌ مِّنْ كُلِّ دَاءٍ﴾ ''سورۂ فاتحہ میں ہر بیماری کی شفاء ہے۔''(۱)

(2) ﴿لِكُلِّ شَیْءٍ سَنَامٌ وَ اِنَّ سَنَامَ الْقُرْآنِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ﴾ ''ہر چیز کی کوہان (یعنی سب سے بلند چیز) ہوتی ہے اور قرآن کی کوہان سورۂ بقرہ ہے۔''(۲)

(3) طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب صحابہ کرام میں کچھ سستی دیکھی تو فرمایا ﴿یَا اَصْحَابَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ !﴾ ''اے اصحاب سورۂ بقرہ!'' آپ نے شاید یہ غزوۂ حنین کے دن اس وقت فرمایا جب لشکر کے قدم اُکھڑ گئے تھے اور آپ ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور انہوں نے اعلان کیا ﴿یَا اَصْحَابَ الشَّجَرَةِ !﴾ ''اے اصحاب شجرہ!'' یعنی اے درخت کے نیچے بیعت رضوان کرنے والو۔''(۳)

(4) جامع ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر روانہ فرمایا تو آپ نے اس لشکر میں شامل ہر ہر فرد سے کہا کہ وہ سنائے کہ اسے قرآن مجید کس قدر یاد ہے؟ آپ قرآن سنتے سنتے جب ایک نوجوان کے پاس آئے اور آپ نے اس سے دریافت کیا ﴿مَا مَعَكَ یَا فُلَانُ ؟ فَقَالَ : مَعِیَ كَذَا وَ كَذَا وَ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ فَقَالَ : اَمَعَكَ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ ؟ قَالَ : نَعَمْ ، قَالَ : اِذْهَبْ فَاَنْتَ اَمِیْرُهُمْ﴾ ''تجھے کتنا قرآن یاد ہے؟ اس نے جواب دیا کہ مجھے فلاں فلاں سورتیں اور سورۂ بقرہ بھی یاد ہے۔ فرمایا، تجھے سورۂ بقرہ بھی یاد ہے؟ اس نے عرض کی، جی، فرمایا: تو جاؤ پھر تم اس لشکر کے امیر ہو۔''(٤)

(5) ﴿نَزَلَتْ عَلَیَّ سُوْرَةُ الْاَنْعَامِ جُمْلَةً وَاحِدَةً وَ شَیَّعَهَا سَبْعُوْنَ اَلْفًا مِّنَ الْمَلَائِكَةِ لَهُمْ زَجَلٌ بِالتَّسْبِیْحِ وَ التَّحْمِیْدِ﴾ ''مکمل سورۂ انعام مکہ میں ایک ہی رات میں اس شان سے نازل ہوئی کہ اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے نازل ہوئے تھے جو اللہ کی تسبیح پڑھ رہے تھے۔''(٥)

(6) ﴿اِقْرَاُوْا سُوْرَةَ الْهُوْدِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ﴾ ''جمعہ کے روز سورۂ ہود پڑھا کرو۔''(٦)

---

(۱) [**ضعیف** : هدایة الرواة (۲۱۱۱) دارمی (۳۳۷۰) بیهقی فی شعب الایمان (۲۳۷۰)]

(۲) [**ضعیف** : ضعیف ترمذی ، ترمذی (۲۸۷۸) ضعیف الجامع (۱۹۳۳) السلسلة الضعیفة (۱۳٤۸)]

(۳) [**ضعیف** : طبرانی (۱۳۳/۱۷) امام ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں علی بن قتیبہ راوی ضعیف ہے۔[مجمع الزوائد (۳۲۷/٥) ، (۹٦۷۳) شیخ عبدالرزاق مہدی نے بھی اسی وجہ سے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔[التعلیق علی تفسیر ابن کثیر (۱٤۷/۱)]

(٤) [**ضعیف** : ضعیف ترمذی ، ترمذی (۲۸۷٦) ابن ماجه (۲۱۷) ضعیف الترغیب (۸٦٤) المشکاة (۲٤۳) ضعیف الجامع الصغیر (۲٤٥۲)]

(٥) [**ضعیف** : طبرانی کبیر (۲۱٥/۱۲) ، (۱۲۹۳۰) ابو نعیم فی الحلیة (٤٤/۳) امام ہیثمی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس کی سند میں یوسف بن عطیہ صفار راوی ضعیف ہے۔[مجمع الزوائد (۲۰/۷)]

(٦) [**ضعیف** : ضعیف الجامع الصغیر (۲۹۹٥) دارمی (۳٤۰٤) بیهقی فی شعب الایمان (۲٤۳۸)]

(7) ﴿مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْكَهْفِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَهُوَ مَعْصُوْمٌ إِلَى ثَمَانِيَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ فِتْنَةٍ وَإِنْ خَرَجَ الدَّجَّالُ عُصِمَ مِنْهُ﴾ ''جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف کی تلاوت کرے گا وہ آٹھ دن تک ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ رہے گا اور اگر اس عرصہ میں دجال بھی نکل آیا تو وہ اس سے بھی بچالیا جائے گا۔''(۱)

(8) ﴿مَنْ قَرَأَ يٰس فِي صَدْرِ النَّهَارِ قُضِيَتْ حَوَائِجُهُ﴾ ''جس نے دن کے پہلے حصے میں سورۂ یٰس پڑھی اس کی حاجات (ضروریات) پوری کی جائیں گی۔''(۲)

(9) ﴿مَا مِنْ مَيِّتٍ يَمُوتُ فَيُقْرَأُ عِنْدَهُ (يٰس) إلا هَوَّنَ اللّٰهُ عَلَيْهِ﴾ ''جس مردے پر سورۂ یٰس کی تلاوت کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ اس پر آسانی فرمادیتے ہیں۔''(۳)

(10) ﴿اقْرَأُوا عَلٰى مَوْتَاكُمْ يٰس﴾ ''اپنے مرنے والوں کے قریب سورۂ یٰس پڑھا کرو۔''(٤)

(11) ﴿إِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ قَلْبًا وَ قَلْبُ الْقُرْآنِ يٰس﴾ ''بلاشبہ ہر چیز کا دل ہوتا ہے اور قرآن کریم کا دل سورۂ یٰس ہے۔''(٥)

(12) ﴿مَنْ قَرَأَ يٰس ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ﴾ ''جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے سورۂ یٰس کی تلاوت کی اس کے سابقہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔''(٦)

(13) ﴿مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ يٰس فِي لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ غُفِرَ لَهُ﴾ ''جس نے جمعہ کی رات سورۂ یٰس کی تلاوت کی اسے بخش دیا جائے گا۔''(۷)

(14) ﴿يٰس لِمَا قُرِأَتْ لَهُ﴾ ''سورۂ یٰس جس مقصد سے پڑھی جائے وہ پورا ہو جاتا ہے۔''(۸)

(15) ﴿مَنْ قَرَأَ يٰس مَرَّةً فَكَأَنَّمَا قَرَأَ الْقُرْآنَ عَشْرَ مَرَّاتٍ﴾ ''جس نے ایک مرتبہ سورۂ یٰس پڑھی گویا اس نے دس مرتبہ قرآن کریم پڑھا۔''(۹)

(16) ﴿مَنْ قَرَأَ يٰس مَرَّةً فَكَأَنَّمَا قَرَأَ الْقُرْآنَ مَرَّتَيْنِ﴾ ''جس نے ایک مرتبہ سورۂ یٰس پڑھی گویا اس نے دو مرتبہ

---

(۱) [**ضعیف**: السلسلة الضعيفة (۲۰۱۳) المختارة للحافظ الضياء المقدسي (٤۲۹)]

(۲) [**ضعیف**: السلسلة الضعيفة (٦٦۲۳) دارمي (۳٤۱۸)]

(۳) [أخبار أصبهان لأبي نعيم (۱۸۸/۱)] اس کی سند میں مروان بن سالم راوی ثقہ نہیں ہے۔[ميزان الإعتدال (٩٠/٤)]

(٤) [**ضعیف**: ضعيف أبو داود (٦٨٣) كتاب الجنائز: باب القراءة على الميت' المشكاة (۱٦۲۲) الارواء (٦٨٨) أبو داود (۳۱۲۱) اس کی سند میں ابو عثمان اور اس کا والد دونوں راوی ضعیف ہیں۔ هداية الرواة (۱۸۸/۲)]

(٥) [**موضوع**: ضعيف الترغيب (۸۸٥) السلسلة الضعيفة (۱٦۹) ترمذی (۲۸۸۷)]

(٦) [**ضعیف**: السلسلة الضعيفة (٦٦۲۳) بيهقي في شعب الايمان (۲٤٥۸)]

(۷) [**ضعیف جدا**: ضعيف الترغيب (٤٥٠) السلسلة الضعيفة (٥۱۱۱)]

(۸) [**لا اصل له**: تذكرة الموضوعات (ص: ۸۱)]

(۹) [**موضوع**: ضعيف الجامع الصغير (٥۷۸٦)]

قرآن پڑھا۔''(۱)

(17) ﴿مَنْ قَرَأَ يٰسٓ فِيْ لَيْلَةٍ أَصْبَحَ مَغْفُوْرًا لَهٗ﴾ ''جس نے رات کے وقت سورۂ یٰس پڑھی وہ اس حال میں صبح کرے گا کہ اسے بخش دیا گیا ہوگا۔''(۲)

(18) ﴿إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَرَأَ طٰهٰ وَ يٰسٓ قَبْلَ أَنْ يَّخْلُقَ آدَمَ بِأَلْفَيْ عَامٍ فَلَمَّا سَمِعَتِ الْمَلَائِكَةُ الْقُرْآنَ قَالُوْا طُوْبٰى لِأُمَّةٍ يَنْزِلُ هٰذَا عَلَيْهِمْ وَ طُوْبٰى لِأَلْسِنٍ تَتَكَلَّمُ بِهٰذَا وَ طُوْبٰى لِأَجْوَافٍ تَحْمِلُ هٰذَا﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے سورۂ طٰہٰ اور سورۂ یٰس پڑھی۔ جب فرشتوں نے یہ قرآن سنا تو کہا، وہ اُمت سعادت مند ہے جس پر یہ قرآن نازل ہوگا، وہ زبانیں سعادت مند ہیں جو اس کی تلاوت کریں گی اور وہ دل سعادت مند ہیں جو اسے یاد رکھیں گے۔''(۳)

(19) ﴿مَنْ قَرَأَ يٰسٓ يُرِيْدُ بِهَا اللّٰهَ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَ أُعْطِيَ مِنَ الْأَجْرِ كَأَنَّمَا قَرَأَ الْقُرْآنَ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ مَرَّةً وَ أَيُّمَا مَرِيْضٍ قُرِئَ عِنْدَهٗ سُوْرَةُ يٰسٓ نَزَلَ عَلَيْهِ بِعَدَدِ كُلِّ حَرْفٍ عَشَرَةُ أَمْلَاكٍ يَقُوْمُوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ صُفُوْفًا فَيُصَلُّوْنَ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ وَ يَشْهَدُوْنَ قَبْضَهٗ وَ غُسْلَهٗ وَ يَتْبَعُوْنَ جَنَازَتَهٗ وَ يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ وَ يَشْهَدُوْنَ دَفْنَهٗ وَ أَيُّمَا مَرِيْضٍ قُرِئَ سُوْرَةُ يٰسٓ وَهُوَ فِيْ سَكَرَاتِ الْمَوْتِ؟ لَمْ يَقْبِضْ مَلَكُ الْمَوْتِ رُوْحَهٗ حَتّٰى يَجِيْئَهٗ رِضْوَانُ خَازِنُ الْجِنَانِ بِشُرْبَةٍ مِنَ الْجَنَّةِ فَيَشْرَبُهَا وَهُوَ عَلٰى فِرَاشِهٖ فَيَمُوْتُ وَهُوَ رَيَّانٌ وَلَا يَحْتَاجُ إِلٰى حَوْضٍ مِنْ حِيَاضِ الْأَنْبِيَاءِ حَتّٰى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَهُوَ رَيَّانٌ﴾ ''جو شخص اللہ کی رضا کے لئے سورۂ یٰس پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے بخش دیں گے اور اسے اتنا اجر دیں گے جیسے اس نے قرآن کریم بارہ مرتبہ پڑھا ہو اور جس مریض کے پاس بھی سورۂ یٰس پڑھی جائے گی اس پر اس کے ہر حرف کے بدلے دس فرشتے نازل ہوں گے جو اس کے سامنے صف بنائیں گے، نماز پڑھیں گے، اس کے لیے استغفار کریں گے، اس کی روح قبض ہوتے دیکھیں گے، اس کے غسل کو دیکھیں گے، اس کے جنازے کے پیچھے جائیں گے، اس کی نماز جنازہ پڑھیں گے، اس کے دفن کا مشاہدہ کریں گے اور جس مریض کے پاس موت کی سختی میں سورۂ یٰس پڑھی جائے گی اس کی روح ملک الموت اس وقت تک قبض نہیں کرے گا جب تک جنت کا محافظ رضوان جنت کی شراب نہیں لے کر آئے گا، وہ اس شراب کو اپنے بستر پر ہی پئے گا، پھر وہ سیر ہو کر مرے گا اور انبیاء کے کسی حوض کا محتاج نہیں ہوگا بلکہ سیر حالت میں ہی جنت میں داخل ہوگا۔''(۴)

(20) ﴿مَنْ قَرَأَ الدُّخَانَ فِيْ لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ غُفِرَ لَهٗ﴾ ''جس نے جمعہ کی رات سورۂ ''حم الدخان'' کی تلاوت کی اسے بخش دیا جائے گا۔''(۵)

---

(۱) [موضوع : ضعیف الجامع الصغیر (۵۷۸۹)]

(۲) [ضعیف : ضعیف الجامع الصغیر (۵۷۸۷)]

(۳) [منکر : السلسلة الضعیفة (۱۲۴۸) دارمی (۳۴۱۴) بیهقی فی شعب الایمان (۲۴۵۰)]

(۴) [موضوع : السلسلة الضعیفة (۴۶۳۶) رواه الثعلبی]

(۵) [ضعیف جدا : ضعیف الجامع الصغیر (۵۷۶۷) السلسلة الضعیفة (۴۶۳۲) ترمذی (۲۸۸۹)]

(21) ﴿لِكُلِّ شَيْءٍ عَرُوْسٌ وَ عَرُوْسُ الْقُرْآنِ الرَّحْمٰنُ﴾ ”ہر چیز کی زیب و زینت ہوتی ہے اور قرآن کی زیب و زینت سورۂ رحمٰن ہے۔“ (۱)

(22) ﴿مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْوَاقِعَةِ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ لَمْ تُصِبْهُ فَاقَةٌ أَبَدًا﴾ ”جس نے ہر رات سورۂ واقعہ کی تلاوت کی اسے کبھی فاقہ نہیں پہنچے گا۔“ (۲)

(23) ﴿مَنْ قَرَأَ خَوَاتِيْمَ الْحَشْرِ مِنْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ فَقُبِضَ فِيْ ذَالِكَ الْيَوْمِ أَوْ لَيْلَةٍ فَقَدْ أَوْجَبَ الْجَنَّةَ﴾ ”جس نے سورۂ حشر کی آخری (تین) آیات رات یا دن کے وقت پڑھیں پھر اسی دن یا رات میں فوت ہو گیا تو اس نے (اپنے اوپر) جنت واجب کر لی۔“ (۳)

(24) ﴿كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُحِبُّ هٰذِهِ السُّوْرَةَ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى﴾ ”رسول اللہ ﷺ اس سورت یعنی سورۂ اعلیٰ سے محبت کرتے تھے۔“ (۴)

(25) ﴿مَنْ قَرَأَ فِي الْفَجْرِ أَلَمْ نَشْرَحْ وَ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ لَمْ يَرْمَدْ﴾ ”جس نے نماز فجر میں سورۂ الم نشرح اور سورۂ الم تر کیف پڑھی وہ ہلاک نہیں ہوگا۔“ (۵)

(26) ﴿أَلَا يَسْتَطِيْعُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَقْرَأَ أَلْفَ آيَةٍ كُلَّ يَوْمٍ قَالُوْا وَ مَنْ يَسْتَطِيْعُ ذَالِكَ قَالَ أَمَا يَسْتَطِيْعُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَقْرَأَ أَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ﴾ ”کیا تم میں سے کوئی طاقت نہیں رکھتا کہ روزانہ ایک ہزار آیات پڑھے۔ لوگوں نے عرض کیا، اس کی کون طاقت رکھتا ہے؟ آپ نے فرمایا، کیا تم میں سے کوئی سورۂ تکاثر پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا (وہ ایک ہزار آیات کے برابر ہے)۔“ (۶)

(27) ﴿مَنْ قَرَأَ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ" حَتّٰى يَخْتِمَهَا عَشْرَ مَرَّاتٍ بَنَى اللّٰهُ لَهُ قَصْرًا فِي الْجَنَّةِ﴾ ”جس نے دس مرتبہ مکمل قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ پڑھی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک محل تعمیر کرا دیتے ہیں۔“ (۷)

(28) ﴿مَنْ قَرَأَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ خَمْسِيْنَ مَرَّةً غُفِرَتْ لَهُ ذُنُوْبُ خَمْسِيْنَ سَنَةً﴾ ”جس نے سورۂ اخلاص

---

(۱) [**منکر** : هداية الرواة (۲۱۲۱) السلسلة الضعيفة (۱۳۵۰) بيهقى فى شعب الايمان (۲۴۹۴)]

(۲) [**ضعيف** : السلسلة الضعيفة (۲۸۹-۲۹۱) بيهقى فى شعب الايمان (۲۴۹۸)]

(۳) [**ضعيف جدا** : ضعيف الجامع الصغير (۵۷۷۰) السلسلة الضعيفة (۴۶۳۱) بيهقى فى شعب الايمان (۲۵۰۱)، (۴۹۲/۲) الخطيب (۴۴۴/۱۲) ابن عدى (۳۱۸/۳)]

(۴) [**ضعيف جدا** : السلسلة الضعيفة (۴۲۶۶) ضعيف الجامع الصغير (۴۵۴۲) مسند بزار (۷۷۵) مسند احمد (۹۶/۱) شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۷۴۲)]

(۵) [**لا اصل له** : السلسلة الضعيفة (۶۷) المقاصد الحسنة (ص: ۲۰۰)]

(۶) [**ضعيف** : ضعيف الترغيب (۸۹۱) مستدرك حاكم (۲۰۸۱) بيهقى فى الشعب (۲۵۱۷)]

(۷) [**ضعيف** : ضعيف الترغيب (۸۹۳) مسند احمد (۴۳۷/۵) دارمى (۴۵۹/۲)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۵۶۱۰)] شیخ عبدالرزاق مہدی نے بھی اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ [التعليق على ابن كثير (۵۷۵/۶)] اس کی سند میں ابن لہیعہ، ابن فائد اور ابن معاذ تینوں راوی ضعیف ہیں۔]



پچاس مرتبہ پڑھی اس کے پچاس سال کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔"(۱)

(29) ﴿أُسِّسَتِ السَّمٰوَاتُ السَّبْعُ وَ الْاَرَضُوْنَ السَّبْعُ عَلَى "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ"﴾ "ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں سورۂ اخلاص پر قائم کی گئی ہیں۔"(۲)

(30) ﴿اِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ نِسْبَةً وَ اِنَّ نِسْبَةَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ "بلاشبہ ہر چیز کی کوئی نسبت ہوتی ہے اور اللہ کی نسبت سورۂ اخلاص ہے۔"(۳)

(31) ﴿مَنْ اَرَادَ اَنْ يَّنَامَ عَلٰى فِرَاشِهٖ فَنَامَ عَلٰى يَمِيْنِهٖ ثُمَّ قَرَاَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ مِائَةَ مَرَّةٍ فَاِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ يَقُوْلُ لَهُ الرَّبُّ يَا عَبْدِيْ اُدْخُلْ عَلٰى يَمِيْنِكَ الْجَنَّةَ﴾ "جو شخص اپنے بستر پر سونے کا ارادہ کرے پھر داہنی طرف لیٹ کر سو مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے تو جب قیامت کا دن ہوگا اس کا پروردگار اس سے فرمائے گا کہ اے میرے بندے! اب داہنی طرف سے جنت میں داخل ہو جا۔"(۴)

(32) ﴿فَضْلُ حَمَلَةِ الْقُرْآنِ عَلَى الَّذِيْ لَمْ يَحْمِلْهُ كَفَضْلِ الْخَالِقِ عَلَى الْمَخْلُوْقِ﴾ "حاملِ قرآن کی فضیلت غیر حاملِ قرآن پر اس طرح ہے جیسے خالق کی فضیلت مخلوق پر ہے۔"(۵)

(33) ﴿حَامِلُ الْقُرْآنِ حَامِلُ رَايَةِ الْاِسْلَامِ مَنْ اَكْرَمَهٗ فَقَدْ اَكْرَمَ اللّٰهَ وَ مَنْ اَهَانَهٗ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ﴾ "حامل قرآن اسلام کا جھنڈا اٹھانے والے کی طرح ہے، جس نے اس کی تکریم کی اللہ تعالیٰ اس کی تکریم کرے گا اور جس نے اس کی توہین کی اس پر اللہ کی لعنت ہے۔"(۶)

(34) ﴿اِقْرَاءِ الْقُرْآنَ بِالْحُزْنِ فَاِنَّهٗ نَزَلَ بِالْحُزْنِ﴾ "قرآن کو غم کے ساتھ پڑھو کیونکہ وہ غم کے ساتھ نازل ہوا ہے۔"(۷)

---

(۱) [**ضعیف** : ضعیف الجامع الصغیر (۵۷۷۸) دارمی (۴۶۱/۲)]

(۲) [**موضوع** : السلسلة الضعیفة (۵۹۲) ضعیف الجامع الصغیر (۸۴۳)]

(۳) [**ضعیف جدا** : السلسلة الضعیفة (۳۱۹۲) طبرانی اوسط (۷۳۶) اس کی سند میں الوازع بن نافع راوی ضعیف ہے۔ امام ابن معینؒ نے فرمایا ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔ امام بخاریؒ نے اسے منکر الحدیث کہا ہے۔ امام نسائی نے اسے متروک جبکہ امام احمدؒ نے اسے غیر ثقہ کہا ہے۔[میزان الاعتدال (۹۳۲۰)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ الوازع متروک ہے۔[مجمع الزوائد (۱۱۵۴۳)]

(۴) [**ضعیف** : ضعیف الترغیب والترهیب (۳۴۸) ضعیف ترمذی (۵۵۲) ضعیف الجامع الصغیر (۵۳۸۹) ترمذی (۲۸۹۸) کتاب فضائل القرآن : باب ما جاء فی سورة الاخلاص ، بیهقی فی شعب الایمان (۵۰۸/۲ ، ۲۵۴۹) کنز العمال (۴۱۲۶۶)]

(۵) [**موضوع** : ضعیف الجامع الصغیر (۳۹۷۴) السلسلة الضعیفة (۳۹۶) اخرجه الدیلمی]

(۶) [**موضوع** : ضعیف الجامع الصغیر (۲۶۷۵) السلسلة الضعیفة (۳۶۸) اخرجه الدیلمی (۲۶۹۰)]

(۷) [**ضعیف جدا** : السلسلة الضعیفة (۲۵۲۳) ضعیف الجامع الصغیر (۱۰۶۴) طبرانی اوسط (۲۹۰۲) ابو نعیم فی الحلیة (۱۹۶/۶) اتحاف الخیرة المهرة (۸۰۲۳) امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کی سند میں اسماعیل بن سیف راوی ضعیف ہے۔[مجمع الزوائد (۱۷۰/۷)]

(35) ﴿ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَ عَمِلَ بِهٖ اُلْبِسَ وَالِدَاهُ تَاجًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ضَوْءُهُ اَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِيْ بُيُوْتِ الدُّنْيَا فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِيْ عَمِلَ بِهٰذَا ﴾ ''جس شخص نے قرآن پڑھا اور اس پر عمل کیا، قیامت کے دن اس کے والدین کو ایک تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی اس سورج کی روشنی سے بہتر ہوگی جو تمہارے دنیا کے گھروں میں چمکتا ہے، پھر اس شخص کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے جو اس (قرآن) پر عمل بھی کرتا رہا۔''(۱)

(36) ﴿ مَنِ اسْتَمَعَ اِلٰى آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ كُتِبَتْ لَهٗ حَسَنَةٌ مُضَاعَفَةٌ وَ مَنْ تَلَاهَا كَانَتْ لَهٗ نُوْرًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴾ ''جو شخص کتاب اللہ کی ایک آیت غور سے سنے اس کے لئے بہت سی نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جو شخص خود پڑھے تو وہ قیامت کے دن اس کے لئے نور ہوگی۔''(۲)

(37) ﴿ قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ فِي الصَّلَاةِ اَفْضَلُ مِنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ فِيْ غَيْرِ الصَّلَاةِ وَ قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ فِيْ غَيْرِ الصَّلَاةِ اَفْضَلُ مِنَ التَّسْبِيْحِ وَ التَّكْبِيْرِ ﴾ ''نماز میں تلاوت قرآن نماز کے علاوہ تلاوت قرآن سے افضل ہے اور نماز کے علاوہ تلاوت قرآن تسبیح وتکبیر سے افضل ہے۔''(۳)

(38) ﴿ قِرَاءَةُ الرَّجُلِ الْقُرْآنَ فِيْ غَيْرِ الْمُصْحَفِ اَلْفُ دَرَجَةٍ وَ قِرَاءَتُهٗ فِي الْمُصْحَفِ تُضَعَّفُ عَلٰى ذٰلِكَ اِلَى اَلْفَيْ دَرَجَةٍ ﴾ ''مصحف کے بغیر قرآن کریم کی تلاوت کرنے سے ہزار درجہ ثواب ہے اور مصحف سے دیکھ کر تلاوت کرنے سے دو ہزار درجہ تک ثواب ملتا ہے۔''(۴)

(39) ﴿ مَنْ قَرَاَ رُبُعَ الْقُرْآنِ فَقَدْ اُوْتِيَ رُبُعَ النُّبُوَّةِ وَ مَنْ قَرَاَ ثُلُثَ الْقُرْآنِ فَقَدْ اُوْتِيَ ثُلُثَ النُّبُوَّةِ وَ مَنْ قَرَاَ ثُلُثَيِ الْقُرْآنِ فَقَدْ اُوْتِيَ ثُلُثَيِ النُّبُوَّةِ وَ مَنْ قَرَاَ الْقُرْآنَ فَقَدْ اُوْتِيَ النُّبُوَّةَ ﴾ ''جس نے قرآن کا چوتھائی حصہ پڑھا اسے ایک چوتھائی نبوت دی گئی، جس نے قرآن کا تہائی حصہ پڑھا اسے ایک تہائی نبوت دی گئی، جس نے قرآن کا دو تہائی حصہ پڑھا اسے دو تہائی نبوت دی گئی اور جس نے مکمل قرآن پڑھا اسے مکمل نبوت دی گئی۔''(۵)

(40) ﴿ اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَأُ كَمَا يَصْدَأُ الْحَدِيْدُ اِذَا اَصَابَهُ الْمَاءُ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ مَا جَلَاؤُهَا قَالَ كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَ تِلَاوَةُ الْقُرْآنِ ﴾ ''بلاشبہ دل زنگ آلود ہو جاتے ہیں جیسا کہ لوہا زنگ آلود ہو جاتا ہے جب اس کو پانی لگے۔ آپ سے عرض کیا گیا، اے اللہ کے رسول! زنگ دور کرنے کا آلہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، کثرت کے ساتھ موت کو یاد کرنا اور قرآن کریم کی تلاوت کرنا۔''(۶)

---

(۱) [**ضعیف** : ضعیف ابوداود (۳۱۵) ضعیف الترغیب (۸۶۱) ضعیف الجامع الصغیر (۵۷۶۲) المشكاة (۲۱۳۹) ابوداود (۱۴۵۳) كتاب الصلاة : باب فى ثواب قراءة القرآن]

(۲) [**ضعیف** : ضعیف الترغیب (۸۵۹) ضعیف الجامع الصغیر (۵۴۰۸) مصنف عبد الرزاق (۳۷۳/۳) مسند احمد (۳۴۱/۲) شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔[الموسوعة الحديثية (۸۴۹۴)]

(۳) [**ضعیف** : هداية الرواة (۲۱۰۷) بيهقى فى شعب الايمان (۲۲۴۳)، (۴۱۳/۲)]

(۴) [**ضعیف** : هداية الرواة (۲۱۰۸) بيهقى فى شعب الايمان (۲۲۱۸)]

(۵) [**موضوع** : السلسلة الضعيفة (۴۷۶) رواه ابوبكر الآجرى فى "آداب حملة القرآن"]

(۶) [**ضعيف الاسناد** : السلسلة الضعيفة (۶۰۹۶) بيهقى فى شعب الايمان (۲۰۱۴)]

(41) ﴿ اِنَّ الَّذِیْ لَیْسَ فِیْ جَوْفِهٖ شَیْءٌ مِّنَ الْقُرْآنِ كَالْبَیْتِ الْخَرِبِ ﴾ ''بیشک جس کے دل میں قرآن کریم کی کوئی چیز نہیں وہ ویران گھر کی مانند ہے۔''(۱)

(42) ﴿ كَلَامِیْ لَا یَنْسَخُ كَلَامَ اللّٰهِ وَ كَلَامُ اللّٰهِ یَنْسَخُ كَلَامِیْ وَ كَلَامُ اللّٰهِ یَنْسَخُ بَعْضُهٗ بَعْضًا ﴾ ''میرا کلام اللہ کے کلام کو منسوخ نہیں کرتا جبکہ اللہ کا کلام میرے کلام کو منسوخ کرتا ہے اور اللہ کا کلام اپنے بعض حصے کو بھی منسوخ کرتا ہے۔''(۲)

(43) ﴿ اَعْرِبُوا الْقُرْآنَ وَ اتَّبِعُوْا غَرَائِبَهٗ وَ غَرَائِبُهٗ : فَرَائِضُهٗ وَ حُدُوْدُهٗ ﴾ ''قرآن کریم (کے معانی) واضح کرو اور اس کے غرائب کی اتباع کرو اور اس کے غرائب سے مراد فرائض اور حدود ہیں۔''(۳)

(44) ﴿ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی : مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْآنُ وَ ذِكْرِیْ عَنْ مَسْأَلَتِیْ اَعْطَیْتُهٗ اَفْضَلَ مَا اُعْطِیَ السَّائِلِیْنَ وَ فَضْلُ كَلَامِ اللّٰهِ عَلٰی سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضْلِ اللّٰهِ عَلٰی خَلْقِهٖ ﴾ ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جسے قرآن کریم (کی تلاوت) اور میرے ذکر نے مجھ سے مانگنے سے مشغول کر دیا میں اسے اس سے افضل عطا کروں گا جو مانگنے والوں کو عطا کیا جاتا ہے اور اللہ کے کلام کی فضیلت باقی کلاموں پر اس طرح ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی فضیلت اس کی مخلوق پر ہے۔''(۴)

(45) ﴿ مَا آمَنَ بِالْقُرْآنِ مَنِ اسْتَحَلَّ مَحَارِمَهٗ ﴾ ''جس نے قرآن کریم کے محرمات کو حلال گردانا اس کا قرآن پر ایمان نہیں۔''(۵)

(46) ﴿ تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ فَاقْرَأُوْهُ ، فَاِنَّ مَثَلَ الْقُرْآنِ لِمَنْ تَعَلَّمَ فَقَرَأَ اَوْ قَامَ بِهٖ كَمَثَلِ جِرَابٍ مَحْشُوٌّ مِسْكًا ، تَفُوْحُ رِیْحُهٗ كُلَّ مَكَانٍ وَ مَثَلُ مَنْ تَعَلَّمَهٗ فَرَقَدَ وَ هُوَ فِیْ جَوْفِهٖ كَمَثَلِ جِرَابٍ اُوْكِیَ عَلٰی مِسْكٍ ﴾ ''قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرو (اس کے بعد) اس کی تلاوت کرتے رہو۔ یاد رکھو! قرآن کریم کی مثال، جب کوئی شخص اس کی تعلیم حاصل کرتا ہے پھر تلاوت کرتا ہے اور اس کے ساتھ قیام کرتا ہے، اُس تھیلے کی مانند ہے جو کستوری سے بھرا ہوا ہے، اس کی خوشبو ہر جگہ مہک رہی ہے اور اس شخص کی مثال جس نے قرآن کریم کی تعلیم حاصل کی پھر وہ (غافل

---

(۱) [**ضعیف** : ضعیف الترغیب (۸۷۱) ضعیف الجامع الصغیر (۱۵۲٤) ترمذی (۲۹۱۳) بیهقی في شعب الایمان (۱۷۹۳) مسند احمد (۲۲۳/۱) مستدرك حاكم (۲۰۳۷) طبرانی كبير (۱۲٦۱۹) شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔[الموسوعة الحديثية (۱۹٤۷)]

(۲) [**موضوع** : ضعيف الجامع الصغير (٤۲۸٥) المشكاة (۱۹٥) العلل المتناهية (۱۳۲/۱)]

(۳) [**ضعیف جدا** : السلسلة الضعيفة (۱۳٤٥) ضعيف الجامع الصغير (۹۳٥) بيهقى فى شعب الايمان (٤۲۷/۲) ، (۲۲۹۳) كنز العمال (۲۳٦۹) المشكاة (۲۱٦٥)]

(٤) [**ضعیف** : السلسلة الضعيفة (۱۳۳٥) ضعيف الجامع (٦٤۳٥)]

(٥) [**ضعیف** : ضعيف الترغيب (۱۰۰) ضعيف الجامع الصغير (٤۹۷٥) ارواء الغليل (۳٦۰/۳) ترمذى (۲۹۱۸) كتاب فضائل القرآن : باب ما جاء فيمن قرأ حرفا من القرآن ما له من الأجر ، طبرانی اوسط (۳۳۷/٤) طبرانی كبير (۷۲۹٥) بيهقى فى شعب الايمان (۱۷۳)]

ہو کر) سویا رہا حالانکہ قرآن کریم اس کے دل میں اس تھیلے کی مانند ہے جس میں کستوری بھری ہے (لیکن) اس کا منہ (رسی کے ساتھ) باندھا گیا ہے (یعنی اس کی خوشبو کسی بھی جگہ مہک نہیں رہی بلکہ اسی تھیلے میں بند ہے)۔"(۱)

(47) ﴿ مَنْ خَتَمَ الْقُرْآنَ أَوَّلَ النَّهَارِ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ حَتَّى يُمْسِيَ وَ مَنْ خَتَمَهُ آخِرَ النَّهَارِ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ حَتَّى يُصْبِحَ ﴾ "جس نے دن کے شروع میں قرآن ختم کیا شام تک فرشتے اس کے لئے رحمت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں اور جس نے دن کے آخر میں قرآن ختم کیا صبح تک فرشتے اس کے لیے رحمت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں۔"(۲)

(48) ﴿ إِنَّهَا سَتَكُونُ فِتْنَةٌ قِيلَ : وَمَا الْمَخْرَجُ مِنْهَا يَا رَسُولَ اللهِ ! قَالَ كِتَابُ اللهِ فِيهِ نَبَأُ مَا قَبْلَكُمْ وَ خَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ وَ حُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ ﴾ "یقیناً عنقریب فتنے ظاہر ہوں گے، دریافت کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! ان فتنوں سے نکلنے کا راستہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، اللہ کی کتاب جس میں تم سے پہلے اور بعد میں آنے والے لوگوں کی خبریں ہیں اور تمہارے بارے میں بھی حکم موجود ہے۔"(۳)

(49) ﴿ إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ حَبْلُ اللهِ وَ هُوَ النُّوْرُ الْمُبِيْنُ وَ الشِّفَاءُ النَّافِعُ عِصْمَةٌ لِمَنْ تَمَسَّكَ بِهِ وَ نَجَاةٌ لِمَنِ اتَّبَعَهُ لَا يَعْوَجُّ فَيُقَوَّمُ وَلَا يَزِيْغُ فَيُسْتَعْتَبُ وَلَا تَنْقَضِي عَجَائِبُهُ وَ لَا يَخْلَقُ مِنْ كَثْرَةِ الرَّدِّ ﴾ "بلاشبہ یہ قرآن اللہ کی رسی، واضح نور اور نفع بخش شفاء ہے۔ جو اسے مضبوطی سے پکڑے گا اس کے لئے یہ بچاؤ کا ذریعہ ہے، جو اس کی پیروی کرے گا اس کے لئے یہ باعثِ نجات ہے۔ اس کی پیروی کرنے والا کج رو نہیں ہوتا کہ اسے راہ راست پر لایا جائے اور نہ ہی وہ ٹیڑھا ہوتا ہے کہ زیرِ عتاب آئے۔ اس کے عجائبات ختم نہیں ہوتے اور بار بار پڑھنے سے یہ پرانا نہیں ہوتا (یعنی انسان اس سے اُکتا تا نہیں)۔"(۴)



---

(۱) [**ضعیف** : ضعیف ابن ماجه (۳۹) التعليق على الرغيب (۲۰۹/۲) التعليق على ابن خزيمة (۱۵۰۹) المشكاة (۲۱۳٤) ضعيف الجامع الصغير (۲٤٥۲) ضعيف ترمذى (٥٤۱) التعليقات الحسان على صحيح ابن حبان (۲۱۲۳) ابن ماجه (۲۱۷) ترمذى (۲۸۷٦)]

(۲) [**ضعیف** : ضعيف الجامع الصغير (٥٥٦۹) السلسلة الضعيفة (٤٥۹۱) ابو نعيم فى الحلية (۲٦/٥)]

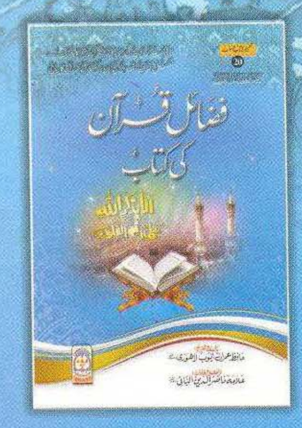
(۳) [**ضعیف** : السلسلة الضعيفة (٦۳۹۳) شرح العقيدة الطحاوية ـ بتحقيق البانى (ص : ٦۹) ترمذى (۲۹۰٦) ابن ابى شيبة (۱۲٥/٦) دارمى (۳۳۳۱) شرح السنة (۲۸۷/۱) مسند بزار (۸۳٦) كنز العمال ([illegible])] یہ روایت نقل کرنے کے بعد امام ترمذیؒ نے خود فرمایا ہے کہ اس کی سند مجہول ہے۔]

(٤) [**ضعیف** : ضعيف الترغيب و الترهيب (۸٦۷) السلسلة الضعيفة (٦۸٤۲) ابن ابى شيبة (۳۰٦۳۰)]

تفہیم کتاب وسنت

20

کتاب فضائل القرآن



انسانیت پر انعاماتِ الٰہیہ میں سے ایک عظیم انعام آج قرآن کریم کی شکل میں موجود ہے جو ذریعہ ہدایت ورحمت ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی پر تاثیر بھی ہے۔اس کی تاثیر کا یہ عالم ہے کہ اسے غور سے سننے والے صحابہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے، بہت سے صحابہ اسے ایک مرتبہ سنتے ہی مسلمان ہو گئے، بہت سے کفار اسے چھپ کر سننے پر مجبور ہوئے اور بہت سے غیر مسلم اسے سن کر اسے جھوٹا کلام کہنے کی سکت کھو بیٹھے۔

قرآن کی اس قدر تاثیر کے باوجود آج مسلمان پر اس کا کوئی اثر نظر نہیں آتا؟ تو بلاشبہ اس کا جواب یہ ہے کہ جن پر قرآن اثر کرتا تھا انہیں قرآن سمجھ آ رہا ہوتا تھا اور آج چونکہ عجمی مسلمان عربی سے ناواقفیت کی بنا پر قرآن سمجھنے سے عاری ہیں اس لئے ان پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ضرورت اس امر کی ہے کہ قرآن کو سمجھ کر پڑھا جائے تب ہی یہ ذریعہ ہدایت بنے گا اور فضائل قرآن سے بھی واقفیت حاصل کی جائے تا کہ قرآن سے دوری ختم ہو سکے۔

پیش نظر کتاب میں ہمارے ایک تلمیذِ رشید **حافظ عمران ایوب لاہوری** نے بہت ہی عمدہ انداز میں جہاں بالتفصیل فضائل قرآن پر روشنی ڈالی ہے وہاں اسی نزولِ قرآن کے مقصد کو بھی اُجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ابتدائے کتاب میں قدرے مفصل مقدمہ درج ہے جس میں قرآن کریم کے تعارف کے ساتھ ساتھ قرآن فہمی اور قرآن پر عمل کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے، قرآن کی تاثیر سے مسلمان ہونے والوں کی فہرست اور سائنسی تحقیقات کی روشنی میں صداقتِ قرآن کا ثبوت بھی اسی مقدمہ میں شامل ہے۔پھر پانچ ابواب فضائل قرآن پر مشتمل ہیں۔چھٹے باب میں قرآن سے متعلقہ چند مختلف مسائل کا ذکر ہے اور آخری باب میں چند ضعیف احادیث کا بیان ہے۔

مجموعی طور پر کتاب علمی وتحقیقی ہونے کی بنا پر مفید ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور اسے عامۃ الناس کے لئے ذریعہ ہدایت بنائے۔(آمین)

پروفیسر ڈاکٹر شبیر منصوری حفظہ اللہ
چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور



